

2

مَجَالِسُ مِتْكَلِمِ السَّلَامِ



مجلد اول: احادیث و روایات
مجلد دوم: احادیث و روایات
مجلد سوم: احادیث و روایات
مجلد چهارم: احادیث و روایات
مجلد پنجم: احادیث و روایات
مجلد ششم: احادیث و روایات
مجلد هفتم: احادیث و روایات
مجلد هشتم: احادیث و روایات
مجلد نهم: احادیث و روایات
مجلد دهم: احادیث و روایات

مؤلف: مولانا محمد الیاس کھمٹن

مکتبۃ اہل السنۃ و الجماعۃ

مَجَالِسُ مِتِّكَلِمِ السَّلَامِ

(جلد دوم)

مولانا محمد البیاس گھمن

ناشر: مکتبۃ اہل السنۃ و الجماعۃ 87 جنوبی لاکھورڈو سڑکیا
0321-6353540

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

نام کتاب _____ مجاہدین مکمل اسلام (جلد دوم)
بار اشاعت _____ اول
تاریخ طبع _____ ستمبر 2013ء
تعداد _____ 1100
مطبع _____ دارالانیمان پرنٹرز
با اہتمام _____ احناف میڈیا سروس

مکتبہ اہل السنۃ و الجماعۃ 87 جنوبی لاہور روڈ مسرگودھا

0321-6353540

دارالانیمان 17 فرسٹ فلور زینید پینٹر 40 اڈو بازار لاہور

0423-7350016 ◀ 0321-4602218

دارالانیمان دوکان نمبر 11 ماشاء اللہ مارکیٹ نزد تبلیغی مرکز

گیٹ 5 رانیونڈ 0335-7500510

ملنے
کے
پتے

For Download

www.ahnafmedia.com

فہرست

13..... توبہ، تقویٰ اور دعا

4 مئی 2012ء

14..... خطبہ:

14..... انسان کے مال و ذات میں تصرف صرف اللہ کا:

15..... اپنی منشا اور اللہ تعالیٰ کی منشا:

16..... اللہ کی عدالت، دنیا کی عدالت:

17..... گناہ سے کیسے بچا جائے؟

18..... تقاضائے گناہ اور گناہ:

19..... ایک علمی لطیفہ:

19..... جتنے گناہ، اتنی اللہ کی رحمت سے دوری:

20..... غضب بصر کا حکم حفاظت فرج پر مقدم کیوں؟

21..... بد نظری سے کیسے بچیں؟

22..... اللہ کی رحمت اور ابلیس کی خباثت:

23..... جعلی پیر اور ہماری غلط فہمی:

24..... مرشد کے انتخاب میں معیار کیا ہو؟

24..... بد نظری، موجب لعنت الہی:

25..... گناہوں پر ندامت، اللہ کی رضا:

- 26----- حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کی بصیرت:
- 27----- خواب کی تعبیر کن سے پوچھیں؟
- 29----- علوم و ہبیبہ کی ایک درخشاں مثال:
- 29----- وحی الہی کی ہیبت:
- 30----- کیا خواب، کیا تعبیر:
- 30----- حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے مرید:
- 31----- آدم بر سر مطلب:
- 31----- بیعت ایک سے، عزت سب کی:
- 32----- جس مرشد پر شرح صدر ہو، ان سے بیعت ہوں:
- 33----- ہر مرشد کا مزاج الگ الگ:
- 34----- صحبتِ صالح تر اصلاح کند:
- 35----- اللہ کے عرش کا سایہ کن کو نصیب ہوگا:
- 35----- اللہ سے مانگنے کا معمول بنائیں:
- 36----- ذاتِ باری تعالیٰ کے بارے میں اہل السنن کا نظریہ:
- 37----- اللہ موجود بلا مکان پر عقلی اعتراض:
- 38----- تبلیغی جماعت کے ساتھ ہماری موافقت:
- 39----- فضائل اعمال اور دفعِ شبہات:
- 39----- دعا کی توفیق بھی اللہ کے انتخاب سے ملتی ہے:
- 40----- دعا کی قبولیت کا مجرب نسخہ:
- 41----- اللہ سے بچوں جیسا مانگیں:
- 41----- ایک ولی کا ایمان افروز واقعہ:

- 42----- ایک نہایت دلچسپ دعا:
- 43----- حاجت پوری ہونے کی ایک فوڈ اثر دعا:
- 43----- مایوس نہ ہوں:
- 44----- اللہ سے زیادہ سے زیادہ مانگیں:
- 45----- گناہوں سے توبہ:
- 46----- قبولیت دعا کے لیے ترکِ معصیت ضروری:
- 47----- زندگی گزارنے کا طریقہ

یکم نومبر 2012ء

- 49----- قدرت باری تعالیٰ پر ایک واقعہ:
- 51----- ذکر شیخ کی ہدایت کے مطابق کیا جائے:
- 52----- فن صاحب فن سے حاصل کریں:
- 52----- مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمہ اللہ کا فرمان:
- 53----- گناہ؛ فیضِ شیخ میں رکاوٹ ہیں:
- 54----- بقیہ قصہ:
- 54----- علماء کرام کے اوقات کا خیال رکھیں:
- 55----- زندگی اور موت پیدا کرنے کا مقصد:
- 56----- ایک عجیب نکتہ:
- 56----- زندگی گزارنے کے طریقے:
- 57----- جینے کے لیے جینا:
- 57----- دو واقعات:

- 58----- مرنے کے لیے جینا:
- 58----- حضرت تھانوی رحمہ اللہ کا مرید کو جواب:
- 59----- جینے کے لیے جینے والوں کی فکر:
- 60----- امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے واقعات:
- 61----- فکرِ آخرت سے دنیا بنتی ہے:
- 62----- حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا ایمان افروز جواب:
- 63----- مرکز کا کام حضرت حذیفۃ الیمان والا:
- 64----- نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور لوگوں کی ملامت:
- 64----- انسانی معدہ، اللہ کی ایک عظیم نعمت:
- 66----- مسلمانوں کو عیسائی پادری کے دو کارآمد مشورے:
- 67----- سوچ کا فرق ہے:
- 68----- رنج و غم دور کرنے کا نسخہ:
- 69----- والد پر اعتماد ہے، اللہ پر نہیں:
- 69----- موت سامنے ہو تو گناہ نہیں ہوتے:
- 70----- ہماری ذات، ہماری اولاد:
- 70----- اولاد، والدین کا عکس ہوتے ہیں:
- 72----- اللہ تک پہنچنے کا ذریعہ

6 دسمبر 2012ء

- 74----- وہب اور کسب کی مثال:
- 75----- تذکرہ حضرت حکیم محمد اختر دامت برکاتہم:

- 76----- تذکرہ شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمہ اللہ:
- 77----- ایک نکتہ:
- 79----- چند واقعات:
- 79----- حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا واقعہ:
- 80----- مولانا قاری محمد طیب کا واقعہ:
- 81----- تعبیر کا فن:
- 82----- سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا خواب:
- 83----- ایک علمی بحث:
- 87----- اول بدعت کی دلیل کی وضاحت:
- 88----- ایک اور ضابطہ:
- 89----- حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کا واقعہ:
- 91----- حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ کا واقعہ:
- 92----- حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ کا واقعہ:
- 93----- حضرت جی مولانا محمد الیاس رحمہ اللہ کا ملفوظ:
- 94----- فکر آخرت کے تقاضے

5 جنوری 2013ء

- 95----- احسانات خداوندی کی بارش:
- 96----- عام انسان کا مزاج:
- 97----- رضا بالقضاء:
- 97----- منصب کا تقاضا:

- 98----- انسانیت کا تقاضا:
- 99----- یہ میرے آقا کے احسانات کے خلاف ہے:
- 101----- عبد الرحیم؛ میرا لخت جگر:
- 101----- مسلمان ہونے کا تقاضا:
- 102----- موت کی خبر سنیں تو کیا کریں؟
- 104----- ان صدموں کا علاج:
- 106----- بحیثیت مسلمان ہماری ذمہ داری:
- 107----- چند مسائل:
- 109----- ایک غلط فہمی کا ازالہ:
- 111----- اہل السنۃ والجماعۃ کا نظریہ:
- 112----- میت سے سوال و جواب:
- 113----- دلہن کی طرح سو جا:
- 114----- قل انما انا بشر مثکم کے متعلق تین مضامین

7 فروری 2013ء 114

- 115----- دجالی فتنہ سے حفاظت:
- 116----- بغیر الارم اٹھنے کا حیرت انگیز نسخہ:
- 116----- تحدیث بالنعمة:
- 117----- تین مضامین:
- 117----- مضمون اول: لفظ ”قُلْ“:

- 118 ----- اہل بدعت کی بے ادبی:
- 119 ----- علماء دیوبند کی عبارت کا مطلب:
- 120 ----- تین عبادات کے بدلے تین انعامات:
- 122 ----- التحیات میں خطاب کی حقیقت:
- 123 ----- ہم ناقل حکم خداوندی ہیں:
- 124 ----- خطاب کرنے اور نقل کرنے میں فرق:
- 124 ----- تجھ جیسا امام نہیں:
- 126 ----- عصر حاضر کا بڑا فتنہ؛ غیر مقلدیت:
- 127 ----- بہت بڑا جگر چا پیے:
- 127 ----- مضمون دوم: بشریت رسول صلی اللہ علیہ وسلم:
- 128 ----- نبی اور امتی میں فرق:
- 129 ----- ذات بشر و صف نور:
- 129 ----- مضمون سوم: اللہ سے ملاقات کا سامان
- 130 ----- نیک عمل کیوں کریں؟
- 131 ----- شرک جلی و خفی:
- 132 ----- یہ ریا نہیں!
- 132 ----- نیک کام کی شہرت ہو تو:
- 133 ----- حضرت شاہ ابراہیم الحق کا قصہ:
- 134 ----- شیخ کا فیض کب منتقل ہوتا ہے؟
- 135 ----- حضرت حکیم صاحب کے ایک مرید کا واقعہ:
- 136 ----- پورے بیان کا خلاصہ:

- 137 ----- ریا سے بچنے کا نسخہ:
- 137 ----- اچھا! حکیم اختر مولوی ہے؟
- 138 ----- درود اللہ کے نبی ﷺ کا یا امتی کا؟
- 139 ----- ریا سے بچیں!
- 140 ----- ہمارا مرکز، ہمارا ضابطہ:
- 141 ----- اللہ تعالیٰ کی محبت

7 مارچ 2013ء

- 142 ----- تیری نعمتیں بے شمار:
- 143 ----- خدائی پابندیاں:
- 144 ----- کام نہ کرو پھر بھی اجرت:
- 144 ----- نظر شیطان کا زہریلا تیر:
- 145 ----- بد نظری سے کیسے بچیں؟
- 145 ----- نیت کی وجہ سے منہیات سے بچا جاسکتا ہے:
- 147 ----- جمائی روکنے کا انوکھا طریقہ:
- 147 ----- یہ سمجھائی نہیں جاتی:
- 148 ----- روحانی و جسمانی معالج:
- 149 ----- متقی بننے کا نسخہ:
- 151 ----- اس کھٹ کھٹ سے مدرسے چلتے ہیں:
- 151 ----- یہ محبت کا تقاضا ہے:
- 153 ----- بارد اور مبرد میں فرق:

- 154 ----- نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا:
- 155 ----- جنت کی ضمانت:
- 155 ----- خلاصہ کلام:
- 156 ----- خانقاہوں کا مقصد:
- 157 ----- ولی اللہ بننے کا نسخہ

14 اپریل 2013ء

- 158 ----- مقصدِ تخلیق:
- 159 ----- جسمِ انسانی؛ قدرت کا شاہکار
- 160 ----- وزیر اور اس کی بیگم کا واقعہ:
- 161 ----- تین طلاقیں تین شمار ہوتی ہیں:
- 163 ----- نیک سیرت مطلوب ہے:
- 163 ----- اطاعت و فرمانبرداری کا نتیجہ:
- 164 ----- خیر خواہی ہو تو ایسی:
- 164 ----- اللہ کی چاہت کا معنی:
- 165 ----- ولایت کا مدار؛ ایمان و تقویٰ
- 165 ----- یقین محکم، عمل پیہم:
- 166 ----- ایک سوال اور حکیم الامت کا جواب:
- 167 ----- مسلسل عمل کیجیے:
- 167 ----- حضور علیہ السلام کی نصیحت؛ تقویٰ
- 168 ----- تقویٰ کا معنی:

- 168 ----- یہ ان کا کرم ہے:
- 170 ----- فرشتوں کا سوال اور باری تعالیٰ کا جواب:
- 171 ----- متقی کیسے بنیں؟
- 171 ----- حق ادا نہ ہوا:
- 172 ----- حکیم الامت رحمہ اللہ کا ذوق:
- 173 ----- فیض اپنے شیخ ہی سے ملے گا:
- 173 ----- گناہ فیض شیخ میں رکاوٹ ہیں:
- 174 ----- مجلس شیخ؛ اکتساب فیض کا ذریعہ
- 174 ----- فیض شیخ کی برکت:
- 175 ----- تعلق مع الشیخ کا فائدہ:

177 ----- کامیاب انسان بننے کا طریقہ

2 مئی 2013ء

- 178 ----- انسانی مزاج دو چیزوں سے مرکب ہے:
- 179 ----- صفتِ بہیمیت نہ ہو، وہ انسان ہی کیا:
- 180 ----- انسان اپنی اوقات بھول جاتا ہے:
- 182 ----- عقلمندی کیا ہے؟
- 183 ----- ایک دوسرا گناہ:
- 183 ----- اللہ کے ایک دوست کا واقعہ:
- 184 ----- نیکی ہو، دعویٰ نیکی نہ ہو:

توبہ، تقویٰ اور دعا

www.ahnafmedia.com

خانقاہ اشرفیہ اختریہ

مرکز اہل السنۃ والجماعۃ سرگودھا

4 مئی 2012ء

توبہ، تقویٰ، اور دعا

خطبہ:

الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونومن به ونتوكل عليه...
 اما بعد فاعوذ بالله من الشيطان الرجيم. بسم الله الرحمن الرحيم. قال
 تعالى واذا سالك عبادي فاني قريب. وقال النبي صلى الله عليه وسلم اسرع
 الدعاء اجابة دعوة غائب لغائب،

اللهم صلى على محمد وعلى آل محمد كما صليت على ابراهيم وعلى
 آل ابراهيم انك حميد مجيد. اللهم بارك على محمد وعلى آل محمد كما باركت
 على ابراهيم وعلى آل ابراهيم انك حميد مجيد.

انسان کے مال و ذات میں تصرف صرف اللہ کا:

اللہ رب العزت نے قرآن کریم میں اس آیت کریمہ کے ذریعے ہم
 سب کے لیے بہت بڑی ایک تسلی کا انتظام فرمایا۔ اپنے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ
 وسلم سے فرمایا۔

”وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ“

﴿البقرة: 186﴾

جب میرے بندے آپ سے میرے بارے میں پوچھیں، تو آپ ان کو
 بتائیں کہ میں تمہارے بالکل قریب ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے کس قدر تسلی کا انتظام
 پیدا فرمایا۔ اللہ رب العزت خالق و مالک ہیں اور ہم اللہ تعالیٰ کی مخلوق اور اللہ تعالیٰ
 کے مملوک ہیں۔ اللہ تعالیٰ چونکہ خالق اور مالک ہیں، اس لیے پیدا بھی ہمیں
 انہوں نے فرمایا اور ہماری ذات، ہماری جان اور ہمارے مال میں تصرف کا اختیار بھی

اللہ ہی کو ہے۔ اپنے مال اور اپنی ذات میں تصرف اللہ کے حکم کے بغیر نہیں کر سکتے۔ ہم پابند ہیں، مال کو اللہ کے حکم کے مطابق خرچ کرنے کا، ہم پابند ہیں اپنی ذات کو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق استعمال کرنے کا، یہی وجہ ہے کہ ہم مسئلہ سنتے تو ہیں، لیکن سمجھتے کم ہیں۔ محرم کے دنوں میں عموماً اہلسنت والجماعت کے مخالفین، اہل تشیع ورافضی ماتم بھی کرتے ہیں اور پیٹتے بھی ہیں۔ ہمارے علماء بار بار فرماتے ہیں کہ ماتم کرنا اور پیٹنا حرام ہے، ماتم کے حرام ہونے کی وجہ کئی ہیں۔ لیکن ایک وجہ جو میں عرض کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ ہمارا جسم ہمارا نہیں، اللہ کا ہے، ہم اپنے جسم کو اللہ کے حکم کے مطابق استعمال کرنے کے پابند ہیں۔

اپنی منشا اور اللہ تعالیٰ کی منشا:

اپنا گلا خود کاٹے، یہ حرام ہے اور اللہ کے دین کے لیے کٹوانا بڑا ثواب اور بہت بڑا اجر ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی موت مانگی ہے کہ جس میں اللہ کے راستے میں بندے کا خون بہہ جائے، خود خون بہائے تو حرام اور اللہ تعالیٰ کی وجہ سے کافر کا خون کرے، تو حلال ہی نہیں ہے بلکہ بہت بڑی عبادت ہے۔ اس لیے چونکہ جسم ہمارا نہیں ہے، ہم اپنے جسم اور گلے کو کاٹ تو نہیں سکتے، جس طرح کل جسم ہمارا نہیں، جسم کے اعضا بھی ہمارے نہیں۔

کل جسم کا ہلاک کرنا اگر جرم ہے تو جسم کے عضو کا ہلاک کرنا بھی جرم ہے، ہمارے جو نہیں ہے، ہم کس طرح اللہ کے حکم کے خلاف اس کو استعمال کر سکتے ہیں؟ تو جس طرح اپنے جسم کو دنیا میں نقصان دینا حرام ہے، اسی طرح ایسا عمل جان بوجھ کے کرنا کہ جس کی وجہ سے قبر اور آخرت میں اس جسم کو تکلیف ہو، یہ بھی حرام اور ناجائز ہے، کیونکہ ہمارا جسم تو تھا نہیں، تو ہم ایسا عمل کیوں کرے جس کی وجہ سے جسم کو تکلیف اور نقصان ہو۔

اللہ تعالیٰ ہمارے خالق بھی ہے، اللہ مالک بھی ہے، اس لیے ہم اس بات کے پابند ہیں کہ اللہ کے حکم کے مطابق اپنے جسم کو استعمال کریں۔ اپنے کان سے وہ سنیں جو اللہ چاہتے ہیں، اپنی زبان سے وہ کہیں جو اللہ چاہتے ہیں، اپنے دماغ سے وہ سوچیں، جو اللہ چاہتے ہیں، اپنی آنکھ سے وہ دیکھیں جو اللہ چاہتے ہیں، اپنی ناک سے وہ سونگئیں جو اللہ چاہتے ہیں، اپنے ہاتھ سے وہ پکڑیں جو اللہ چاہتے ہیں، ہمارے قدم ادھر چلیں جہاں اللہ چاہتے ہیں، اس لیے کہ ہمارے نہیں ہیں، سب اللہ تعالیٰ کے ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ کے حکم کے پابند ہیں، اپنے اعضاء کو اللہ کے حکم مطابق استعمال کریں۔

اللہ کی عدالت، دنیا کی عدالت:

اگر کبھی بہ تقاضا بشریت انسان خطا کر جائے، نافرمانی ہو جائے، تو اللہ رب العزت نے اس کا دروازہ بند نہیں کیا، بلکہ معاف کرنے کا دروازہ اللہ نے قیامت کے لیے کھلا رکھا ہے، اللہ سے معافی مانگ لیں، اللہ سے توبہ کر لیں، اور اللہ تعالیٰ وہ ذات کریم اور رحیم ہے کہ جس سے اگر آدمی معافی مانگ لیں، اللہ معاف بھی فرماتے ہیں اور معاف فرما کر خوش بھی ہوتے ہیں کہ میرے بندے نے مجھ سے معافی مانگی ہے اور پھر اللہ تعالیٰ کا نظام دنیا کی عدالتوں سے بالکل الگ ہے۔

دنیا کی عدالت اگر کسی ملزم کو مجرم ثابت کر دے اور ماتحت عدالت بھی مجرم ثابت کر دے اور بالائی عدالت اس کے جرم کو معاف کر دے، تو یہ بات ذہن نشین فرمائیں، عدالتیں ملزم یا مجرم کو معاف کرتی ہیں لیکن ان کے ریکارڈ ختم نہیں کرتیں، ان کا ریکارڈ باقی رہتا ہے، عدالتوں میں بھی باقی رہتا ہے اور تھانوں میں بھی باقی رہتا ہے۔

اگر کسی بندے نے دس ڈکیتیاں اور دس چوریاں کی ہیں اور عدالت سے

بری بھی ہو جائے تو تھانے سے اس کا ریکارڈ ختم نہیں ہوتا، ریکارڈ باقی رہتا ہے، جب کبھی کوئی چوری ہوتی ہے تو پولیس سب سے پہلے اس آدمی کے گھر چھاپہ مارتی ہیں، جس پر پہلے دس پرچے چوری اور ڈکیتی کے تھے۔ اس کی وجہ؟ کہتے ہیں اس کی ریکارڈ ٹھیک نہیں۔ تو اس کے ریکارڈ کی وجہ سے اس کو نظروں میں رکھتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کی ذات ایسی کریم ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا تَابَ الْعَبْدُ أَنَسَىٰ اللَّهُ الْحَفْظَةَ ذَنْبِهِ وَأَنَسَىٰ ذَلِكَ جَوَارِحَهُ وَمَعَالِيَهُ
 مِنَ الْأَرْضِ حَتَّىٰ يَلْقَىٰ اللَّهَ وَلَيْسَ عَلَيْهِ شَاهِدٌ مِنَ اللَّهِ بِذَنْبٍ

(جامع الاحادیث، رقم الحدیث: 1601)

کہ جب بندہ گناہ کرتا ہے، اور توبہ کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے توبہ پر اتنے خوش ہوتے ہیں کہ جس جگہ پر گناہ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس جگہ کو بھلا دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان ملائکہ کو بھلا دیتا ہے، جن ملائکہ نے گناہ لکھا ہوتا ہے اور اس بندے نے جن اعضاء سے گناہ کیا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ ان اعضاء کو بھلا دیتے ہیں اور یہ قیامت کو اللہ تعالیٰ سے یوں ملے گا کہ اس کے خلاف کوئی گواہی دینے والا بھی نہیں ہوگا۔

جب اللہ تعالیٰ بندے کو معاف کرتے ہیں تو صرف جرم معاف نہیں کرتے، ریکارڈ ختم کر دیتے ہیں۔ دنیا کی عدالتیں معاف کرتی ہیں، ریکارڈ ختم نہیں کرتیں۔ اللہ تعالیٰ ریکارڈ ہی ضائع فرما دیتے ہیں، اس بندے کے خلاف کوئی گواہ نہیں ہوتا۔ تو اللہ تعالیٰ کتنے کریم مالک ہیں اور کتنے رحیم ذات ہیں اس لیے پہلے تو ہم اس بات کا اہتمام کریں کہ بالکل گناہ نہ کریں، گناہ سے بچیں، اپنے آپ کو گناہ سے کوسوں دور رکھیں۔

گناہ سے کیسے بچا جائے؟

اور گناہ سے بچنے کے کئی طریقے ہیں۔ یہ الگ بات ہے اللہ تعالیٰ کا خوف

ہونا چاہئے، اللہ تعالیٰ کی محبت ہونی چاہئے، لیکن میں گناہ سے بچنے کا طریقہ عرض کرتا ہوں جو ہمارے مشائخ نے لکھا ہے۔ آدمی گناہ سے بچے اس کا سب سے بہترین طریقہ یہ ہے کہ آدمی مجلس بدل کے اپنے ماحول کو بدل دے، اپنی گفتگو کو بدل دے، مثلاً آدمی جب خلوت میں ہو اور پیٹ بھر اہو، اور راحت کا سامان موجود ہو تو بندے کو گناہ کی سوجتی ہے۔

بند کمرے میں ہے اور سامان تعیش موجود ہے، پیٹ کے اندر خوراک موجود ہے، اس کا گناہ کو دل کرتا ہے، جب بند کمرے میں گناہ کا دل کرے تو بند کمرے سے نکل کر اپنے دوستوں کی مجلس میں جا کر جائز گپیں لگانی شروع کر دیں، گناہ کا تقاضا ختم ہو جائے گا، شریعت نے گپ شپ سے منع نہیں کیا، حرام گپ کو چھوڑ دیں، حلال گپ پہ آجائیں۔ اللہ تعالیٰ گناہ سے دور فرمادیں۔ میں عرض کر رہا تھا گناہ سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ اپنی مجلس کو بدل دے، اپنے ماحول کو بدل دے، آپ دیکھیں! گناہ سے کیسے بچتے ہیں۔ کچھ تھوڑی سی ہمت ہم کریں گے، اللہ تعالیٰ گناہوں سے محفوظ فرمادیں گے۔ پہلے تو اس بات کا بھرپور اہتمام کریں کہ گناہ کرنا نہیں ہے، گناہ سے بچنا ہے اور محنت کرنی ہے کوشش کرنی ہے۔

تقاضائے گناہ اور گناہ:

ہم یہ چاہتے ہیں کہ گناہ کا تقاضہ ختم ہو جائے، گناہ کا تقاضہ ختم نہیں ہوتا، گناہ کا تقاضا ختم ہو اور پھر گناہ نہ کریں یہ ملائکہ کا کام ہے۔ تقاضا ہو اور پھر گناہ نہ کرے، یہ بشر اور انسان کا کام ہے، اور جب انسان گناہ کے تقاضے کے باوجود گناہ چھوڑ دیں، اللہ اس کا مقام ملائکہ سے بھی بلند فرمادیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اولیاء اور صوفیاء نے لکھا ہے کہ بیچو جیسے خسر کہتے ہیں (خسنا مشکل) ولی کامل نہیں ہوتا۔ ولی تو ہوتا ہے، لیکن اونچے درجے کا ولی نہیں ہوتا، کیوں؟ اس لیے کہ اس میں گناہ کی خواہش نہیں ہوتی،

یا گناہ کرنے کے لیے جو چیزیں مطلوب ہیں وہ اس کے جسم کا حصہ نہیں، تو یہ گناہ نہ کرے تو کون سا کمال کیا ہے؟ کوئی اندھا کہدے کہ میں فلمیں نہیں دیکھتا، بناؤ یہ کمال ہے؟ جی کوئی بہرا کہدے میں گانے نہیں سنتا، بناؤ یہ کوئی کمال ہے؟ اور آپ قرآن کریم کو دیکھیں، اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جب نفس کے تقاضوں کی بات کی ہے تو پہلے گناہ کا ذکر کیا ہے، پھر نیکی کا، فرمایا:

«فَأَلَّهَا نُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا»

﴿الشمس: 8﴾

ہم نے آدمی کے نفس میں گناہ بھی رکھا ہے اور تقویٰ کا راستہ بھی بتایا ہے۔

ایک علمی لطیفہ:

ہمارے شیخ حضرت حکیم اختر دامت برکاتہم فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے فجور کو پہلے بیان کیا اور تقویٰ کو بعد میں بیان کیا، حالانکہ عام بندے کے ذہن میں آتا ہے کہ پہلے نیکی ذکر کرتے اور پھر گناہ کا ذکر کرتے، پہلے اللہ تعالیٰ نے فجور اور گناہ کا ذکر کیا اور پھر تقویٰ کا ذکر کیا، یہ بتانے کے لیے کہ تقویٰ ہوتا ہی وہ ہے، جہاں مادہ معصیت موجود ہو اور اس کو کنٹرول کریں، اس کا نام تقویٰ ہے۔

اگر مادہ معصیت نہ ہو، پھر کنٹرول کریں اس کا نام تقویٰ تو نہیں ہے۔ قرآن کریم فرشتوں کو ”متقون“ نہیں کہتا کہ بہت متقی ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ نے بشر سے فرمایا کہ متقین ہیں اور بشر بہت نیک آدمی ہے، میں گزارش یہ کر رہا تھا کہ پہلے اس بات کا اہتمام کریں کہ گناہ نہیں کرنا، پہلا اہتمام کریں گناہ نہیں کرنا، اللہ تعالیٰ ہم سب کو گناہوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

جتنے گناہ، اتنی اللہ کی رحمت سے دوری:

آدمی جس قدر گناہ کرتا ہے اسی قدر اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہوتا ہے اور

جس قدر بندہ نیکی کرتا ہے اسی قدر بندہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کا قرب ملتا ہے بندے کو۔ پہلے تو کوشش کریں کہ گناہ نہ کریں اور میں نے جو عرض کیا کہ عموماً ہمارے اکثر احباب اس سے بہت پریشان ہوتے ہیں کہ جی میرے اندر سے گناہ کا تقاضا نہیں جا رہا، میرے اندر سے شہوت ختم نہیں ہو رہی۔ میرے اندر سے جنسیت ختم نہیں ہو رہی، میرے اندر سے جھوٹ بولنے کا تقاضا نہیں جا رہا، ہم کہتے ہیں، کیسا ہی سادہ آدمی ہے! اگر آدمی کے اندر گناہ کا تقاضا ہی نہ ہو اور پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں، گناہ نہ کرو! تب تو یہ حکم ہی بندے کی سمجھ میں نہیں آتا۔

آپ دیکھیں! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سب سے اونچا درجہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کا ہے اور سب سے پہلا اس امت کا طبقہ مومنین کا، صحابہ رضوان اللہ عنہم اجمعین کا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: **قُلْ لِلْمُؤْمِنِينَ يَعْضُوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ ذَلِكَ أَزْكَى لَهُمْ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا يَصْنَعُونَ**

﴿النور: 30﴾

میرے پیغمبر! ان ایمان والوں سے کہو اپنی آنکھ کی حفاظت کریں، اور ان سے کہو اپنی شرمگاہ کی حفاظت کریں۔

غرض بصر کا حکم حفاظتِ فرج پر مقدم کیوں؟

اور اعلان کیسے فرمایا توجہ رکھنا! **«قُلْ لِلْمُؤْمِنِينَ»** ایمان والوں سے کہدو۔ اس امت میں سب سے بڑا ایمان والا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ان ایمان والوں سے کہو **«يَعْضُوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ»** اپنی آنکھ کو چھپا لیا کریں **«وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ»** اور ان کو چاہیے اپنی شرمگاہ کی حفاظت کر لیا کریں، پہلے آنکھ کو جھکانا ہے پھر شرمگاہ کی حفاظت ہے۔ کیوں؟

جس آدمی کو آنکھ جھکانے کی توفیق مل جائے، اس بندے کو شرمگاہ کی حفاظت کی توفیق بھی مل جاتی ہے اور جو آنکھوں کی حفاظت نہیں کرتا وہ بندہ شرمگاہ کی حفاظت نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ پہلے آنکھ کی حفاظت کرو اور اس کے بعد فرمایا تم شرمگاہ کی حفاظت کرو۔ آنکھ کی حفاظت کس قدر کرنی ہے؟ اس واقعہ سے اندازہ لگائیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی حضرت ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں، ہم گھر میں تھے، دو بیویاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی گھر میں تھیں، حضرت عبد اللہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نابینا صحابی (حضور کا روحانی بیٹا ہے، جنت کا فیصلہ قرآن نے کیا ہے صحابہ کے بارے میں) حضور کے گھر آئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں سے فرمایا: اپنی بیویوں سے ”اِحْتَجِبَا مِنِّهُ“ اس سے پردہ کرو۔ ان عورتوں نے سوال کیا یَا رَسُولَ اللَّهِ اَلَيْسَ اَلْحَمِي لَا يَبْصُرُ نَا وَلَا يَعْرِفُنَا کیا وہ نابینا نہیں ہے۔ نابینے سے کیا پردہ کرنا ہے؟ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے اَفَعَمِيَا وَاِنْ اَنْتُمَا؟ کیا تم بھی نابینا ہو؟ اَلَكْسْتُمَا تَبْصُرَا نِه تَم اَسے دیکھتی نہیں ہوں؟ (سنن ابی داؤد، رقم الحدیث: 4114، باب فی قولہ وقل للمؤمنات)

تو نابینا گھر میں آئے تو پیغمبر کی بیوی کو حکم ہے، اپنی آنکھ کی حفاظت کریں۔ تو بتائیں ہمیں کس قدر ضرورت ہوگی؟ اس لیے اس کا اہتمام کریں۔

بد نظری سے کیسے بچیں؟

عارف باللہ حضرت شیخ حکیم محمد اختر دامت برکاتہم (ہمارے شیخ) وہ فرماتے ہیں اگر بازار میں جائیں، اور نامحرم عورت پہ نظر پڑے، اس وقت اپنی زبان سے یہ شعر پڑھا کریں، اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے گناہوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیں گے، اولیاء کے کلام میں خدا نے بڑی برکت رکھی ہے، زبان سے یہ شعر پڑھنا ہے اور اپنی آنکھیں حرام جگہوں سے روکنی ہیں۔ یہ نہیں کہ دیکھتے رہو اور ساتھ شعر بھی پڑھتے رہیں، دیکھتے ہوئے شعر پڑھیں گے تو پھر کچھ اثر نہیں ہوگا، پہلے آنکھ ہٹائیں اور پھر شعر پڑھیں۔ حضرت فرماتے ہیں: ”تم بازار میں جاؤ تو میرا شعر پڑھا کرو“

شعر:

نہ دیکھیں گے نہ دیکھیں گے انہیں ہر گز نہ دیکھیں گے
 جنہیں دیکھنے سے رب میرا ناراض ہوتا ہے
 اور آپ یقین فرمائیں اس وقت امت کا سب سے بڑا اور عمومی فتنہ نظر بازی
 کا ہے۔ سب سے بڑا عمومی فتنہ کونسا ہے؟ [”نظر بازی کا ہے“ سامعین]
اللہ کی رحمت اور ابلیس کی خباثت:

حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ ”مرقات شرح مشکاۃ“ میں بڑی ایک
 عجیب بات فرماتے ہیں، فرماتے ہیں: جب ابلیس کو اللہ پاک نے دربار سے نکالا تو ابلیس
 نے اللہ سے یہ دعا مانگی:
 ”أَنْظِرْنِي إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُونَ“

﴿اعراف: 114﴾

اے اللہ مجھے تو قیامت تک کی مہلت دے! فرمایا: دیکھو اس نے دعا مانگی اللہ
 نے قبول فرمائی، اور یہ بہت بڑا عارف تھا، عارف کا معنی یہ مزاج خداوندی کو سمجھتا تھا،
 ابلیس اللہ تعالیٰ کے مزاج کو سمجھتا تھا۔ کیوں؟ ابلیس کے علم میں تھا اللہ تعالیٰ غصے کے
 اندر بھی ہو، اللہ تعالیٰ سے مانگ لیں، اللہ تعالیٰ پھر بھی دیتا ہے۔ یہ ابلیس خدا کے مزاج
 کو جانتا تھا، اللہ تعالیٰ جتنا بھی غصے میں ہو۔ اللہ تعالیٰ کے غصے کا اللہ تعالیٰ کی ذات پر اثر
 نہیں ہوتا۔

میں علم کلام کی روشنی میں مختصر سی بات کہتا ہوں، اللہ تعالیٰ میں صفت انفعال
 نہیں ہے، اللہ تعالیٰ فاعل تو ہیں لیکن خدا میں صفت انفعال نہیں ہے، یعنی جس طرح
 ایک آدمی پر غصے کا اثر ہوتا ہے، خدا پر یوں اثر نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ کو غصہ آتا ہے
 لیکن اللہ تعالیٰ مغلوب الغضب نہیں ہوتے، ابلیس عارف تھا اور وہ بد بخت جانتا تھا کہ

اللہ تعالیٰ اس حالت میں بھی دعا قبول کرتے ہیں، ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس نے کہا "أَنْظُرْنِي إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُونَ"۔ اے اللہ تعالیٰ تو مجھے قیامت تک مہلت دے کہ میں تیرے اس انسان کو گمراہ کرتا رہوں۔

فرمایا: وہ اس کے بجائے یہ دعا اگر مانگ لیتا "انظرِ اِلَيَّ" "أَنْظُرْنِي إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُونَ" نہ کہتا "انظرِ اِلَيَّ" کہتا یعنی اے اللہ تعالیٰ! آپ نے جو میرے بارے میں فیصلہ فرمایا ہے، آپ نظر ثانی فرمائیں اور دوبارہ کرم فرمادیں۔ "انظرِ اِلَيَّ" کہہ دیتا تو معاملہ بدل جاتا لیکن اس بد بخت نے نظر ثانی کی درخواست نہیں بلکہ الٹا کڑ کر کہا کہ مجھے مہلت دو میں نے جہنم میں جانا ہے اوروں کو بھی لے کر جاؤں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جا بد بخت، تجھے قیامت تک مہلت ہے تو نے مانگا ہم سے، لیکن جو تو نے مانگا ہے، ہم نے تجھے دے دیا۔

جعلی پیر اور ہماری غلط فہمی:

اس سے ایک ہماری جاہلیت کے رسم کی بہت بڑی تردید ہوتی ہے، آپ اس کو سمجھا کریں، ہمارے ہاں عموماً لوگ کیا کرتے ہیں؟ ایک ایسے شخص کو پیر ماننے ہیں جو عورتوں کی بھی پروا نہیں کرتا، گناہوں کی بھی پروا نہیں کرتا، نمازیں نہیں پڑھتا، لیکن پوچھو کہ تم نے پیر کیوں مانا ہے؟ کہتے ہیں اس لیے کہ پہنچی ہوئی سرکار ہے۔ پہنچی ہوئی سرکار کی دلیل کیا ہے؟ بیس سال گزر گئے ہمارے ہاں اولاد نہیں تھی، ہم نے ان سے کہا، ان نے دعا مانگی، اللہ تعالیٰ نے بیٹا دے دیا، کتنا بڑا بزرگ ہے، کتنا نیک آدمی ہے۔

میں کہتا ہوں اس بات کو سمجھو! بندہ خدا کی نافرمانی کرے اور اللہ سے دنیا مانگے اللہ تعالیٰ پھر بھی دے دے، اگر یہ دلیل ہے بہت بڑا آدمی ہونے کا تو ابلیس سے بڑا کون ہے، نہیں سمجھے؟ پھر ابلیس سے بڑا کون ہو گا؟ ابلیس نے نافرمانی کی، اللہ تعالیٰ

سے دنیا مانگی، کہ مجھے لمبی عمر دے دیں، خدا نے عطا فرمائی کہ نہیں؟ تو نافرمانی کرے اور پھر اللہ تعالیٰ سے دنیا مانگے اور اللہ تعالیٰ دے دے، اگر یہ دلیل ہے پہنچی ہوئی سرکار کی، تو ابلیس سے بڑی پہنچی ہوئی سرکار اس دنیا میں کوئی نہیں، اس لیے کی کوئی دلیل نہیں ہے کہ یہ پہنچی ہوئی سرکار ہے۔

مرشد کے انتخاب میں معیار کیا ہو؟

دلیل یہ ہونی چاہیے کہ ہمارے شیخ وہ ہیں جو گناہ نہیں کرتے، ہم نے ان کو بہت غصے میں دیکھا ہیں، حالت غصہ میں دیکھا ہیں، ہم نے ان کو حالت خلوت اور جلوت میں دیکھا ہیں۔ یہ اس بات کی علامت ہے کہ ایسے بندے سے اپنا تعلق جوڑنا چاہیے، اس نے دعا مانگی اور دنیا میں لگے یہ تو تعلق ہی نہیں۔

خیر میں عرض یہ کر رہا تھا کہ پہلا اہتمام یہ ہونا چاہیے کہ گناہوں سے بچیں، گناہوں سے بچنے کا اہتمام کریں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو گناہوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیں، اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کا قرب عطا فرمائیں، اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے رحم کا سایہ عطا فرمائیں۔ گناہوں سے بچیں، یہ دنیا میں بہت بڑی نعمت ہے۔ اور گناہ کرنا بہت بڑی لعنت ہے اور اس سے بڑی لعنت اور کیا ہے؟ بیٹی کسی کی ہے، دیکھتے ہم ہیں، بیوی کسی کی ہے، دیکھتے ہم ہیں، ماں کسی کی ہے، دیکھتے ہم ہیں، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لَعْنَةُ اللَّهِ التَّائِبِ وَالْمَنْظُورِ إِلَيْهِ»

(السنن الکبریٰ للبیہقی، رقم الحدیث: 13950، باب ما جاء فی الرجل ینظر الی عورة الرجل)

بد نظری، موجب لعنت الہی:

جو کسی نامحرم کو دیکھے خدا اس پر بھی لعنت بھیجتا ہے اور جو اس لیے نکلے کہ لوگ اسے دیکھیں خدا اس پر بھی لعنت بھیجتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کی لعنت کا معنی خدا کی رحمت سے دوری ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہو گئے، بتاؤ دنیا میں ملا کیا؟ اللہ تعالیٰ

کی رحمت سے دور ہو گئے، بتاؤ دنیا میں اور بچتا کیا ہے؟

تو اس بات کا اہتمام کرنا ہے کہ گناہ نہیں کرنا اور آج سب حضرات صدق دل سے توبہ کریں، اے مولائے کریم! جو ہم نے گناہ کئے، آئندہ نہیں کریں گے بس، دیکھو نیت کرو، نیت کرنے میں کیا حرج ہے اور ایک بات ذہن میں رکھو، اگر من کہے نا کہ تونے گناہ کرنا ہے، نیت نہ کرو پھر بھی نیت کر، اگر نفس کہے نا کہ فلاں گناہ کو نہیں چھوڑنا، توبہ کرنے کا فائدہ؟ پھر بھی توبہ کریں، جو راستہ چھوڑنے کا دل نہ کرے، پھر بھی توبہ کرو، اگر نفس سمجھائے کہ فلاں گناہ سے توبہ نہیں کرنا ہے پھر بھی توبہ کرو، ایک وقت آجائے گا اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمادے گا، بس اللہ تعالیٰ سے مانگو۔

گناہوں پر ندامت، اللہ کی رضا:

میں نے پہلے گزارش یہ کرنی کہ گناہوں سے بچیں اور جو گناہ کیے ہیں ان سے توبہ کریں، توبہ کا مطلب صرف یہی ہوتا ہے کہ جو گناہ کیا اس سے توبہ کریں اور آئندہ نہ کرنے کا عزم کریں، اس پر ندامت کریں، بس دیکھیں اللہ تعالیٰ کتنے خوش ہوتے ہیں اور ندامت میں رونا ضروری نہیں ہے، رونا آجائے تو بہتر ہے، اگر رونا نہ آئے تو رونے والی شکل بنائیں پھر بھی اللہ تعالیٰ عطا فرمادینگے، اللہ تعالیٰ کی عطا میں کیا کمی ہے؟ اللہ تعالیٰ اسی شکل پر اپنی عطائیں دیتا ہے۔

خیر میں گزارش یہ کر رہا تھا کہ سب اس بات کا اہتمام کریں کہ گناہ نہیں کریں گے، عزم کرنا ہے نا، انشاء اللہ۔ اور پچھلے گناہوں پر اللہ تعالیٰ سے اپنی معافی مانگیں۔ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ سید الطائفہ، دارالعلوم دیوبند سے وابستہ تمام مشائخ کے پیر ہیں اور بہت بڑے آدمی تھے۔

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ فرماتے تھے اگر میں حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کی مجلس میں نہ جاتا تو میں فتویٰ باز مولوی ہوتا، میں یہ جو

فتوے میں محتاط ہوں، یہ حضرت مولانا امداد اللہ مہاجر کی کی صحبت کا نتیجہ ہے، کہ میں تاویل کر کے کفر سے لوگوں کو بچاتا ہوں اور بہت جلدی میں کفر کے فتوے نہیں لگاتا، اگر حاجی صاحب کے مجلس میں نہ جاتا تو آج میں ایسا نہ ہوتا، اس لیے فتویٰ لگانے میں بہت احتیاط سے کام لینا چاہئے۔

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ کے خطبات کا میں (اللہ تعالیٰ توفیق دے) مطالعہ کرتا ہوں، کثرت سے تو میں نہیں کہتا، لیکن بہر حال میں اس کا مطالعہ کرتا ہوں، ہمارے علوم کا خلاصہ حضرات مشائخ علماء دیوبند کی تعلیمات اور ان کے علوم ہیں۔ [سبحان اللہ] آپ پڑھیں پھر آپ ورق پر ورق پڑھتے جائیں گے، اس میں جب حاجی امداد اللہ صاحب کا نام آتا ہے تو حضرت مسلسل شروع ہو جاتے ہیں، حاجی صاحب ایسے تھے، حاجی صاحب ایسے تھے، ہم نے ایسے تو نہیں مانا ان کو۔

حاجی امداد اللہ مہاجر کی کی بصیرت:

میں آپ کو ان کے زیادہ واقعات نہیں، دو واقعات سناتا ہوں، حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، ہمارے حضرت حاجی امداد اللہ صاحب اتنے بڑے آدمی تھے (آپ بھی ذرا دیکھیں حضرت حاجی صاحب کتنی دور تک نگاہ رکھتے تھے) واقعہ نقل فرمایا ہے کہ ایک شخص حرم کعبہ، مکہ مکرمہ میں نماز پڑھ رہا تھا، دو رکعت نماز پڑھی اور نماز کے بعد اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی، اے اللہ! میں نے جو نماز پڑھی ہے، یہ جیسی میں نے پڑھی ہے ایسی مجھے دکھا دے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو حالت کشف میں دکھایا کہ اس کو نہایت خوبصورت عورت عطا کی گئی جو آنکھوں سے نابینا تھی، دیکھا اور اپنے شیخ اور پیر کو ملا۔ جب کوئی خواب یا حالت نظر آئے تو اپنے شیخ کو ملنا چاہیے اور اپنے شیخ کو بتانا چاہیے، اپنے شیخ کے بارے میں بھی دیکھیں تو بھی اپنے شیخ کو ملنا چاہیے اور اپنے شیخ کو اپنے حالات بتانے چاہیے، نہ بتانے سے بہت کچھ نقصان ہوتا ہے۔

ایک ساتھی ہیں، کہتے ہیں نے آپ کے بارے میں خواب دیکھا، جس کی وجہ سے میں بہت پریشان ہوں۔ میں نے کہا، آپ خواب بتائیں، پریشان نہ ہو۔ تعبیر نہ بتائیں، صرف خواب بتائیں، خیر خواب لمبی ہے۔ فرمایا: میں نے دیکھا ہے کہ آپ فوت ہوئے ہیں اور میں نے جنازہ آپ کا دیکھا ہے، اس کی وجہ سے میں بہت پریشان ہوں۔ میں نے کہا یہ تو بہت اچھا خواب ہے، پریشان نہ ہو۔

میں نے کہا ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے، ایک آدمی کا جنازہ جا رہا تھا۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مستریح، أو مُستراح منہ" صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین نے پوچھا، یا رسول اللہ کیا مطلب ہے؟ فرمایا یا تو بندے اس کو تکلیف پہنچاتے تھے اور یہ ان کے تکلیف سے محفوظ ہو گیا اور یا یہ بندوں کو تکلیف دیتا تھا اور بندے اس کے شر سے محفوظ ہو گئے۔

(جامع الاصول فی احادیث الرسول، رقم الحدیث: 8688)

تو میں نے کہا دیکھو موت کے معنی کیا ہے "الموت جسریو صل الحبيب الی الحبيب" کہ موت ایک پل ہے جو ایک دوست کو دوسرے دوست سے ملا دیتی ہے، میں نے کہا اس کی تعبیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے شیخ کو بزرگی بھی عطا کرے گا اور لوگوں کے شر سے بھی محفوظ کرے گا، اب کس بات پہ پریشان ہو؟

خواب کی تعبیر کن سے پوچھیں؟

میں نے کہا تعبیر شیخ کا کام ہے، تعبیر تو آپ کا کام نہیں تھا۔ اب آپ بتائیں مجھے۔ بسا اوقات بعض ساتھی کہتے ہیں، مجھے ایک خواب آیا ہے، میں کہتا ہوں ہم تعبیر صرف ان کو بتاتے ہیں جو ہم سے بیعت ہو، جو مرید نہ ہو اس کو تعبیر نہیں بتاتے۔ اس کی وجہ؟ کیوں کہ پھر خواب پوچھتے ہیں مسئلہ نہیں پوچھتے۔ ہر وقت خواب، خواب، خواب پہ خواب۔ اور خواب تو ہر روز ہی آتے ہیں نا! تو آج خواب کی تعبیر

بتادی، کل پھر فون، کل پھر فون۔ اس لیے میں خواب کی تعبیر صرف اسے بتاتا ہوں جو مجھ سے بیعت ہو۔

آپ خواب لکھیں اور اس کی تعبیر پوچھیں اور پتہ یہ بھیجیں، چلو اس طرح آپ کو خط لکھنے کی عادت تو پڑھ جائے نا، جنہیں اپنی حالات لکھنے کی عادت نہ ہو، تو خواب لکھنے کی عادت تو پڑھ جائے گی۔ خیر میں عرض کر رہا تھا کہ حضرت حاجی صاحب فرمانے لگے کہ تو نے جو نماز پڑھی ہے، کہیں آپ نے آنکھیں بند کر کے نماز تو نہیں پڑھی ہے؟ اس نے عرض کیا کہ میں نے آنکھیں بند کر کے نماز پڑھی ہے، اور اللہ تعالیٰ سے میں نے دعا مانگی یہ اے اللہ مجھے دکھادیں کہ میں نے کیسے نماز پڑھی ہے تو اس شخص کو کیا نظر آیا کہ ایک عورت ہے جو آنکھوں سے نابینا ہے۔

حضرت حاجی صاحب فرمانے لگے تو نے جو نماز پڑھی ہے، آنکھیں بند کر کے تو نہیں پڑھی؟ فرمایا: جی آنکھیں بند تھیں، فرمانے لگے: کیوں آنکھیں بند کر کے نماز پڑھی ہے؟ کہنے لگے: خشوع پیدا نہیں ہو رہا تھا، آگے و سوسے خیالات بہت آ رہے تھے، میں نے آنکھیں بند کر کے نماز پڑھی ہے تاکہ و سوسوں سے بچ جاؤں۔

اب حضرت حاجی رحمہ اللہ علوم لدنیہ سے (بغیر پڑھے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے علوم ملے تھے) جو اب دینے لگے، حضرت فرمانے لگے ایسی نماز جو وساوس والی ہو اور سنت کے مطابق ہو، ایسی نماز سے بہتر ہے جو خشوع والی ہو اور خلاف سنت ہو۔ ایسی نماز جو وساوس اور خیالات والی ہو لیکن سنت کے مطابق ہو اس نماز سے بہتر ہے جو وساوس اور خیالات والی ہو، اور سنت کے مطابق نہ ہو۔ ہم سنت کے پابند ہیں، وساوس کے پابند نہیں ہے۔ اب آپ کتابیں کھولو، پتہ چلے حضرت کو علوم اللہ تعالیٰ نے کہاں سے دیے تھے، علوم و ہبہ کی بنیاد یہ حضرت یہ ساری باتیں فرماتے تھے، میں ایک دوسرا واقعہ آپ کے گوش گزار کرنا چاہتا ہوں۔

علوم و ہبسیہ کی ایک درختاں مثال:

دوسرا واقعہ حضرت نے بیان فرمایا کہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ دارالعلوم دیوبند کے بانی تھے، میرا تین دن پہلے ٹیکسلا میں بیان تھا، تو میں نے اس میں وہ شرح بیان کی جو مولانا قاسم نانوتوی رحمہ اللہ خاتم النبیین کی شرح کرتے ہیں، تحذیر الناس کتاب میں، اس شرح کے موافق میں نے بیان کیا، تین گھنٹے کا بیان تھا، کل پرسوں سرگودھا میں علماء سے میں نے عرض کیا کہ میری خواہش ہے کہ خاص علماء کا مجمع ہو اور وہاں میں تحذیر الناس کی شرح بیان کروں، مولانا قاسم نانوتوی رحمہ اللہ ختم نبوت کا معنی کیا بیان کرتے ہیں "انآخاتہ النبیین" کا معنی مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ بہت ہی عجیب بیان فرماتے ہیں۔

حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمہ اللہ اپنے شیخ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے پاس گئے، حضرت نے فرمایا مولانا قاسم! لوگ اپنے حالات لکھتے ہیں، تم اپنے حالات نہیں لکھتے، حالات لکھا کرو۔ فرمایا میں حالات کیا لکھوں، جب ذکر کرنے بیٹھتا ہوں تو مجھے یوں لگتا ہے جیسے کسی نے میرے اوپر چٹان رکھ دی ہے، میری زبان نہیں چلتی، میں ذکر نہیں کر پاتا، میں کیا لکھوں؟ اب بتائیں ہم کیا سمجھیں گے کہ بہت گندی حالت ہے، مولانا حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ فرمانے لگے، مولوی قاسم مبارک ہو، یہ اس وقت کی بات ہے جب مولانا قاسم ابھی مولانا قاسم نہیں بنے تھے، ابھی وہ پڑھ رہے تھے، طالب علم تھے، کسی کو کیا پتہ اتنے بڑے عالم نہیں گے۔

وحی الہی کی ہیبت:

تو حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ فرمانے لگے، مولوی قاسم مبارک ہو، نبوت کا فیض تمہاری طرف منتقل ہو رہا ہے، فیض نبوت اور علوم نبوت تمہاری طرف منتقل ہو رہے ہیں، کیسے؟ حضرت حاجی صاحب فرمانے لگے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ

و سلم پر وحی آتی، تو بوجھ ہوتا، اتنا بوجھ ہوتا کہ سردی ہوتی تو حضور کی مبارک پیشانی پر پسینہ آجاتا اور اگر اونٹ پر بیٹھے ہوتے تو اونٹ بیٹھ جاتا، کسی کے ران پر سر رکھا ہوتا اور لیٹے ہوئے وحی آجاتی تو وہ یوں محسوس کرتا کہ ران چور چور ہو گئی، یہ وحی کا بوجھ تھا، یہ امت کا بوجھ تھا، پیغمبر اٹھا رہے ہیں، یہ نبوت کا بوجھ تھا اور امت کو بہت سے الجھنوں سے بے غم کر دیا ہے، وحی کا بوجھ تھا یہ امت کا بوجھ پیغمبر نے اپنے سینے میں اٹھا رکھا ہے۔

کیا خواب، کیا تعبیر:

حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ فرمانے لگتے: حضرت! تمہیں مبارک ہو اللہ تم سے علمی کام لے گا اور علوم نبوت کا فیض تمہاری طرف منتقل کرے گا، اب یہ کون بندہ سمجھ سکتا ہے، لیکن مولانا قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کے پھر علوم دیکھیں! کتنے بڑے عالم ہیں، یہ وہ ہیں جس نے تحذیر الناس کتاب لکھی ہے، جو قاری محمد طیب صاحب دارالعلوم دیوبند نے سبقتاً اپنے استاد سے پڑھی ہے، علماء سے میں نے کہا، اس کتاب کو پڑھانا چاہیے۔

مجھے ایک مولانا صاحب محبت میں فرمانے لگے کہ پھر پڑھانے والا بھی ڈاکٹر خالد محمود دامت برکاتہم ہونا چاہیے۔ میں نے کہا جب میں نے بوڑھا ہونا ہے تو پھر تم نے کہنا ہے کہ پڑھانے والا الیاس گھسن ہو، اب جب میں جو ان ہوں تو میں کہتا ہوں کہ یہ کتاب مجھ سے پڑھ ہی لو۔ کیا سمجھے! یہ باتیں میں بے تکلفی میں کہہ دیتا ہوں، پھر قدر کرنی ہے، دوڑ لگانی ہے، کیوں؟ کہ اب میں بول جو نہیں سکتا۔ اپنے شیخ کا ادب کرو اور اس وقت بیعت ہو جب وہ تمہیں رگڑا دے سکے۔

حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے مرید:

حضرت حکیم اختر مدظلہ فرماتے کہ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

کے پاس ایک بہت بڑے شخص آئے، بیعت ہونے کے لیے۔ فرمایا، بیعت نہ کرو۔ عرض کیا، کیوں؟ فرمایا مرید کو تو رگڑا گناہ پڑتا ہے اور آپ تو بہت بڑے آدمی ہیں، میں تمہیں کیسے رگڑا گاؤں گا، میں بارہا گزارش کرتا ہوں کہ ہم سے صرف وہ بیعت ہوں جس نے رگڑا لینا ہے، تاکہ پتہ چلے کہ اس خانقاہ میں رگڑا لگتا ہے، ہاں کام کرنے پہ شاباش تو ضرور ملتی ہے، لیکن آپ کام ہی نہ کریں پھر شاباش ملتی رہے ایسی بات بہت مشکل ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو گناہوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

آدم بر سر مطلب:

بات کہاں سے چلی تھی، یاد ہے آپ کو؟ مولانا حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں جب کوئی بیعت ہونے کے لیے آتا تو فوراً بیعت کر دیتے تھے، جب کوئی آیا، فرمایا، لاؤ ہاتھ، لوگوں کو بڑا تعجب ہوتا کہ یار ہمارے مشائخ تو بہت جلدی بیعت نہیں دیتے ہیں، تو شاید یہ بھوکے ہیں، میرے مرید زیادہ ہوں۔

آپ حضرت حاجی صاحب کا ذوق سنیں، حاجی صاحب فرماتے ہیں: بھئی میں فوراً بیعت اس لیے کرتا ہوں کہ ابھی اس کے دل میں داعیہ پیدا ہوا ہے گناہ سے توبہ کرنے کا۔ تو فوراً توبہ کراؤ۔ بس میں اس لیے فوراً بیعت کرتا ہوں کہ اس کے دل میں خواہش پیدا ہوئی ہے گناہوں سے توبہ کرنے کی، تو میں کہتا ہوں کہ پتہ نہیں زندگی کا، کب مرتا ہوں، کب وقت آجائے تو فوراً اس کی توبہ کراؤ۔ فرمایا، فوراً توبہ کی وجہ سے فوراً بیعت کرتا ہوں، تو عام بندہ سمجھتا ہے کہ اس کو شوق تھا، میرے مرید زیادہ ہو جائیں، اس لیے جلدی بیعت کرتے ہیں، حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہوتی ہے۔ اچھی طرح سمجھ لیں۔

بیعت ایک سے، عزت سب کی:

ایک شیخ کی وجہ سے دوسرے شیخ پر تنقید بھی نہ کریں، یہ بالکل کبھی نہ

کریں، ہر شیخ کا اپنا مزاج ہوتا ہے، ہر شیخ کا اپنا مزاج ہوتا ہے، ہر پھول کی اپنی خوشبو ہوتی ہے، ہر پھل کا اپنا ایک ذائقہ ہوتا ہے، یہ ہماری بہت بڑی کوتاہی ہوتی ہے کہ ایک شیخ کے مزاج کی وجہ سے دوسرے شیخ پر تنقید کرتے ہیں۔ بعضوں کا مزاج ہوتا ہے وہ جلدی بیعت نہیں دیتے، حضرت تھانوی رحمہ اللہ بیعت جلدی نہیں کرتے تھے۔

جس مرشد پر شرح صدر ہو، ان سے بیعت ہوں:

حجۃ اللہ فی الارض حضرت امین صفر اوکاڑوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، ہم نے سنا تھا حضرت احمد علی لاہوری رحمہ اللہ سے متعلق کہ ان کو کشف ہوتا ہے، حرام اور حلال کے بارے میں، فرمایا ہمیں خواہش تھی معلوم کر لیں، تو ہم سکول کے ٹیچر، حضرت لاہوری کے پاس چلے گئے اور کچھ پیسے جو حلال کے تھے، اس سے ہم نے دو دو روپیہ جمع کیا، اس سے پھل خریدے، پانچ روپے سود کے تھے، اس سے ہم نے سیب خریدے، اس کے اوپر چھوٹے چھوٹے نشان لگا دیے، تاکہ دیکھیں حضرت پہچانتے ہیں یا نہیں۔

کہتے ہیں حضرت کے مجلس میں ہم حاضر ہوئے تو پھل پیش کیے، جب پھل پیش کیے تو فرمانے لگے، بھئی! یہ پھل حرام کا ہے، الگ کر دو اور یہ حلال کا ہے، الگ کر دو۔ پھر ہم سے مخاطب ہو کر کہنے لگے، ٹھیک ہے؟ ہم نے کہا حضرت! بیعت کر ادیں۔ چونکہ امتحان جو لینا تھا وہ پورا ہو گیا، اب بیعت کر ادیں، حضرت لاہوری کے الفاظ سن لیں!

فرمانے لگے بھئی ابھی نہیں، ابھی تو تم لوگ امتحان کے لیے آئے تھے، بیعت کے لیے نہیں آئے تھے، بیعت تب کریں گے، جب تم بیعت کے لیے آؤ گے۔ تم بیعت کے لیے نہیں آئے تھے، تم تو ہمارے امتحان کے لیے آئے تھے۔

اساتذہ حضرات چلے گئے مجھے یاد نہیں، یا فرمایا پھر بعد میں آئے، اور صبح ہم سب حضرت والا کے ہاں حاضر ہوئے، عرض کیا، اب بیعت کرا دیں، اب بیعت کے لیے آئے ہیں، بیعت فرمالیں! حضرت لاہوری رحمہ اللہ نے فوراً بیعت فرمائی۔

ہر مرشد کا مزاج الگ الگ:

اب یہ شیخ کا مزاج ہے، کوئی سختی کرتا ہے، کوئی نرمی کرتا ہے۔ ہر ایک کا الگ مزاج ہے، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہم کسی پر تنقید کریں، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ رات کو کھڑے ہیں اور آہستہ آواز میں تلاوت فرما رہے ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہیں اور تلاوت اونچی آواز سے کر رہے ہیں، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے پوچھا، آپ تلاوت آہستہ آواز سے کیوں کر رہے ہیں؟ فرمایا میرے ساتھ لوگ سوئے ہوئے ہیں، ان کی نیند خراب ہو جائے گی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا آپ تلاوت اونچی آواز سے کیوں کرتے ہیں؟ فرمایا خود اٹھ کر اونچی آواز سے تلاوت کرتا ہوں کہ تاکہ یہ بھی اٹھ کر پڑھیں، یہ کیوں سوئے رہیں۔ ہر ایک کا اپنا ذوق ہے۔

کیا دوسرے صحابی پر تنقید کر سکتے ہیں؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أصحابي كالنجوم، فبأبيهم اقتديتم اهتديتم

مشکوٰۃ المصابیح، رقم الحدیث: 6009، باب مناقب قریش

میرے صحابہ ستاروں کے مانند ہیں۔ اب ستاروں میں سے جس ستارے کو دیکھو، روشنی ملتی ہے۔ کسی میں روشنی کم ہے کسی میں زیادہ ہے۔ لیکن ہے تو ہر کسی میں۔ کوئی ستارہ ایسا نہیں ہے کہ جس ستارے میں ظلمت ہو، کوئی صحابی ایسا نہیں کہ جس سے ضلالت اور گمراہی ملے۔ جس سے ملے گی، ہدایت ملے گی، کم ملے گی یا زیادہ ملے گی۔ لیکن ملے گی ضرور۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں اللہ تعالیٰ ہمیں سمجھنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ خیر میں نے پہلی بات عرض کی ہے۔ گناہوں سے بچیں، کیا کریں؟ گناہوں سے بچیں اور اگر گناہ کر لیا ہے تو فوراً توبہ کر لیں، اس لیے میں بھی توبہ کرتا ہوں، آپ بھی کر لیں کہ اے اللہ ہمارے صغیرہ اور کبیرہ ظاہری اور باطنی سارے گناہ معاف فرما۔ اللہ تعالیٰ سے صدق دل سے توبہ کریں۔ اللہ کریم ہیں اس مجلس میں کتنے نیک لوگ موجود ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کے بدلے میں ہم لوگوں کو بخش فرمادیں گے۔ ہم میں بے شک نکمے اور گناہ گار بھی ہیں لیکن نیک لوگ بھی ضرور ہوں گے۔

صحبتِ صالح تراصلح کند:

بخاری کی روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب ذکر کا حلقہ لگتا ہے، اللہ تعالیٰ کے ذکر کی مجلس لگتی ہے، جب ختم ہوتی ہے فرشتے اللہ کریم کے پاس جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ پوچھتے ہیں تم کہاں گئے تھے؟ فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ! فلاں جگہ آپ کا نام لیا جا رہا تھا، ہم وہاں گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اچھا وہ مجھ سے کیا مانگتے تھے؟ کہا: اللہ! جنت مانگ رہے تھے۔ فرمایا: پناہ کس سے مانگتے تھے؟ فرمایا: اللہ جہنم سے پناہ مانگتے تھے۔ فرمایا: جنت دیکھی ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں دیکھی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: گواہ رہو میں نے ان کے لیے جنت واجب کر دی ہے۔ فرمایا: جہنم سے پناہ مانگتے تھے، تم گواہ رہو میں نے ان کے لیے جہنم سے خلاصی کا فیصلہ کر لیا۔ فرشتے فرماتے ہیں: اللہ وہ سارے اس کام کے لیے جمع نہیں تھے، بعض اور کام کے لیے آئے تھے، لیکن وہ رک گئے تھے کہ مجلس اٹھے گی، پھر وہ اپنا کام کریں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

هُمَ الْجُلَسَاءُ لَا يَشْفَىٰ بِهِمْ جَلِيسُهُمْ

وہ مجلس اتنی برکت والی ہے، ان میں بیٹھنے والا بھی محروم نہیں رہتا۔ میں نے

ان کی برکت سے سب کو معاف کر دیا۔

(صحیح البخاری، رقم الحدیث: 6408، باب فضل ذکر اللہ عز و جل)

یہ ان کا معاملہ ہے، جو کام کے لیے نہیں آئے ہیں۔ فرمائیں ان کا کیا حال

ہوگا، جو آئے ہے اسی کام کے لیے ہیں۔ اللہ کی قسم اٹھا کر میں کہتا ہوں، اللہ تعالیٰ کے

نام کے لیے سفر کرنا، یہ بہت مبارک عمل ہے۔ میں کس درد سے آپ کو سمجھا دوں؟

آپ حضرات یہاں تشریف لاتے ہیں آپ حضرات آتے ہی اس مقصد کے لیے ہیں

کہ اللہ کا نام لیں اور اللہ تعالیٰ کا نام سنیں، اللہ تعالیٰ کے نام سننے کے لیے، اللہ کا نام لینے

کے لیے جمع ہونا، اس سے بڑی دنیا میں اور کیا عبادت ہو سکتی ہے؟ نبی کریم ﷺ کا

مبارک ارشاد ہے:

سَبَعَةٌ يُظِلُّهُمْ اللَّهُ فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ

(صحیح البخاری، رقم الحدیث: 660، باب من جلس في المسجد ينتظر الصلاة)

اللہ کے عرش کا سایہ کن کو نصیب ہوگا:

اللہ قیامت کے دن سات بندوں کو عرش کا سایہ نصب فرمائیں گے، جب

خدا کے عرش کے علاوہ کوئی سایہ نہیں ہوگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دیکھو!

دو بندے وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے نام پر جمع ہیں، اللہ تعالیٰ کے نام پر جدا ہوں گے۔

دعا کرو اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے عرش کا سایہ عطا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی

رحمت میں رکھیں۔ اس گئے گزرے دور میں خدا کے نام کے لیے جمع ہونا بہت بڑی

عبادت ہے۔ کبھی کسی کی نیت پہ شک نہ کریں، بدگمانی نہ کریں۔

اللہ سے مانگنے کا معمول بنائیں:

دوسری بات جو میں نے عرض کرنی ہے وہ یہ کہ اللہ پاک سے مانگنے کا

معمول بنائیں۔ مانگنا کس سے ہے؟ [سامعین، اللہ تعالیٰ سے] اللہ تعالیٰ کوئی ہم سے دور ہیں؟ [سامعین، نہیں] اس پر میں نے آیت پڑھنی ہے۔

وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ

﴿البقرة: 186﴾

میرے پیغمبر! جب میرے بارے میں میرے بندے پوچھیں، تو بتائیں میں

قریب ہوں۔

ذاتِ باری تعالیٰ کے بارے میں اہل السنۃ والجماعت کا نظریہ:

اس سے ایک مسئلہ سمجھیں۔ اہل السنۃ والجماعت کا نظریہ یہ ہے۔ اللہ کی ذات ہر جگہ پر ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کی ذات ہر جگہ پر نہیں ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ کا علم ہر جگہ پر ہے، تو سنیں! آیت کیا کہتی ہے، اللہ تعالیٰ کی آیت کہتی ہے، ”وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي“ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جب یہ بندے میرے ذات کے بارے میں تجھ سے پوچھیں، یا کہ میرے علم کے بارے میں؟ [سامعین، ذات] میرے ذات کے بارے میں جب تجھ سے پوچھیں، تو کیا جواب دینا ”فانی قریب“

”فانی“ کہا یا ”فان علمی“ کہا؟ [سامعین، فانی]

فرمایا: میری ذات ان کے قریب ہے۔ تو آیت بتا رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہر جگہ پہ موجود ہے، ہر بندے کے قریب ہے اور تمہارے ساتھ ہے۔ صحیح بخاری کی روایت ہے، غزوہ خیبر کے لیے صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین جا رہے ہیں کہ زور سے ذکر کیا ”اللہ اکبر، اللہ اکبر“ زور سے ذکر کیا۔ نبی پاک ﷺ فرمانے لگے:

إِنَّكُمْ لَا تَدْعُونَ أَحْصَمَ وَلَا غَائِبًا إِنَّكُمْ تَدْعُونَ سَمِيْعًا قَرِيْبًا وَهُوَ مَعَكُمْ

(صحیح البخاری، رقم الحدیث: 4206، باب غزوة خیبر)

تم ایسے خدا کو نہیں پکار رہے، جو بہرہ ہے، تم ایسے خدا کو پکارتے ہو جو قریب ہے اور تمہارے ساتھ ہے۔ تو اللہ پاک ہر جگہ پہ موجود ہے، کوئی ایک جگہ متعین نہیں کیا جاسکتا۔

اللہ موجود بلا مکان پر عقلی اعتراض:

کل مجھے ایک ساتھی کا ہندوستان سے فون آیا، وہ کہنے لگا: یہاں کے غیر مقلدین اہل حدیث کہتے ہیں کہ ایک جگہ پر دس آدمی ہیں، تو تم کہتے ہو ہر جگہ پر ہر ایک کے ساتھ خدا ہے، تو کیا دس خدا ہے، ایک، ایک ساتھ ایک دوسرے کے ساتھ اور ایک تیسرے کے ساتھ۔ تو ایسے تو کئی خدا بنیں گے؟ میں نے کہا بیٹا مجھے لگتا ہے کہ تم میرے بیان انٹرنیٹ پر سنتے نہیں ہو؟ کہا: سننا ہوں، میں نے کہا پھر سمجھتے نہیں ہو، کیونکہ اگر سنتے اور سمجھتے ہوتے تو یہ سوال آپ کے انٹرنیٹ پر موجود ہے۔

یاد رکھیں! ہمارا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہر جگہ پہ موجود ہے اور یہ سوال تب واقع ہو سکتی ہے کہ جب ہم اللہ تعالیٰ کو جسم کے ساتھ مانیں ہم اللہ تعالیٰ کو ہر جگہ مانتے ہیں اور بلا جسم کے مانتے ہیں، ہم جسم کے ساتھ نہیں مانتے۔ آپ کو سمجھ آئے تو بہت اچھا، نہ سمجھ آئے تو دلیل پھر بھی ساتھ رکھو۔ آپ کہیں، بیان سمجھ نہیں آتا، لوگ تنگ کرتے ہیں، تو آپ قرآن کریم سنتے ہو؟ سمجھ بھی آتا ہے؟ [سامعین، نہیں] تو کچھ فائدہ بھی ہوتا ہے کہ نہیں؟ [سامعین، ہوتا ہے]

ہر بندے کو سمجھ آئے تو فائدہ؟ یہ اصول کہاں سے لیا، سمجھ نہیں آیا ہے تو بھی سن لیں، اللہ پاک وقت لائے گا تو سمجھا دے گا، فکر نہ کریں، میں ساتھیوں کو سنایا کرتا ہوں، ایک مرتبہ سیالکوٹ کے ایک مدرسے میں گیا، میرا بیان تھا، مہتمم صاحب نے کہا بیان کریں، عقیدے پر۔ میں نے کیا، تو مجھے آدھے گھنٹے کے بیان کے بعد وہاں کے قاری صاحب ملے، فرمانے لگے، آپ نے اتنا مشکل بیان کیا کہ چھوٹے بچوں کو

سمجھ ہی نہیں آیا، ایسا بیان کرنے کا کیا فائدہ؟ میں کہا بچوں کو واپس بلاؤ، وہ قاری صاحب بہت خوش ہوئے کہ اس پر میری نصیحت اثر کر گئی، خیر بچے آگئے۔

میں نے ان میں سے ایک بچے کو کھڑا کیا، میں نے پوچھا، بیٹا! آپ نے کتنے پارے پڑھے ہیں؟ تو اس نے کہا 23، 22، جو بھی یاد تھے اسے۔ میں نے کہا، سولہویں پارے کے آیت تھی میں نے کہا، فلاں جگہ سے پڑھو، اس نے ایک رکوع پڑھ لیا، میں نے کہا اب اس کا ترجمہ کرو، کہتا ہے مجھے نہیں آتا۔ میں نے کہا، تفسیر کرو، کہتا ہے، مجھے نہیں آتا۔ میں نے قاری صاحب سے پوچھا کہ جب اس بندے کو قرآن سمجھ ہی نہیں آتا تو پڑھانے کا کیا فائدہ؟ مجھے قاری صاحب فرمانے لگے: چھوٹے بچے ہیں، آج یاد کر لیں، جب بڑے ہو جائیں تو سمجھ جائیں گے۔ میں کہا میرا بیان آج یاد کر لیں، بڑے ہو کر سمجھ جائیں گے، قاری صاحب مجھے فرمانے لگے آپ نے تو مناظرہ شروع کیا، میں نے کہا ہمارا کام جو ہے ہم تو وہی کریں گے، جس کا جو کام ہے، اپنا کام کرنا چاہیے۔

تبلیغی جماعت کے ساتھ ہماری موافقت:

میں ایک مرتبہ سفر پہ جا رہا تھا مانسہرہ، تو میرے دوست تھے طالب علمی کے زمانے کا، وہ تبلیغی جماعت کے ساتھ سال لگا رہے تھے۔ (تبلیغ ہمارا کام ہے، ہم تبلیغ کی دل سے قدر کرتے ہیں، بلکہ ابھی سفر میں تھے، چار پانچ دن پہلے مدینہ منورہ کا تو وہاں مدینہ منورہ ایک جگہ میرا بیان تھا، تو میں نے ان حضرات سے کہا: جتنا تبلیغی جماعت کا دفاع میں نے کیا ہے، اتنا شاید ہی کسی عالم نے کیا ہو۔

یہ شاید اسی بات کا صلہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تبلیغ والوں کی بیٹی دی ہے، ساتھ ہی کہتے ہیں آپ کی کیسے شادی ہوئی؟ میں نے کہا کہ آپ نے کبھی یہ نہیں پوچھا کہ آپ نے دفاع کیسے کیا، تو آدمی کام جیسے کرتا ہے، اللہ تعالیٰ ایسے ہی ثمرات دیتے ہیں۔ تو میں نے کہا، اس کی برکت سے دیکھو، خدا نے دنیا میں انعام دیا، ہمارا ایک کام

جاری ہے آپ دعا فرمائیں، اللہ تعالیٰ اس کو اپنے فضل سے پورا فرمائیں۔

فضائل اعمال اور دفع شہمات:

ہماری خواہش ہے کہ فضائل اعمال ایک ایسا چھپے، جس کے اوپر حاشیہ لگا ہو، جن جن جگہوں میں فضائل اعمال پر اعتراضات ہیں، ان جگہوں پر اوپر فضائل اعمال ہو اور نیچے حاشیے میں ان اعتراضات کے جوابات ہوں، یہ بالکل لا جواب رہے گا، اور آپ دعا فرمائیں یہ کتاب مکمل بھی جلدی ہو، اس کی اشاعت کے اسباب بھی اللہ عطا فرمائیں، جب یہ فضائل اعمال آجائے پھر اپنی مساجد میں اس فضائل اعمال کو رکھیں، اس سے بعض لوگ پریشان ہوں گے، جن کو آپ اچھی طرح سمجھتے ہیں، یعنی فضائل اعمال پر اعتراضات کرنے والے۔ اور جو خوش ہیں اللہ تعالیٰ ان کو خوش رکھیں۔ اور جو پریشان ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی پریشانی دور فرمادیں۔ ہم کسی کو پریشان نہیں کرنا چاہتے۔

دعا کی توفیق بھی اللہ کے انتخاب سے ملتی ہے:

میں یہ عرض کر رہا تھا کہ گناہوں سے بچیں اور جو گناہ ہو جائے اس پر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگیں۔ اور نمبر دو یہ کہ اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگیں، اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنے کا بہت اہتمام کریں، اس کو معمول بنائیں، بہت بڑی نالائقی ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ سے مانگتے نہیں ہیں۔ اور جب بندے کو مانگنے کی توفیق مل جاتی ہے تو اس کو عطا فرما ہی دیتے ہیں اور بندہ اللہ تعالیٰ کے در پہ اسی وقت آتا ہے جب اللہ تعالیٰ بندے کا انتخاب فرمادیتے ہیں۔

رات آپ کے دروازے پر کوئی آجائے تو آپ اس کو خالی ہاتھ پھیرنا اپنی توہین سمجھتے ہیں اگر مادہ سخاوت موجود ہو تو۔ کریم کے دروازے پر کوئی جائے، کریم واپس نہیں کرتا اور اللہ تعالیٰ کے دروازے پر کوئی جائے اور خالی ہاتھ واپس آئے، یہ ہو ہی نہیں سکتا۔ حدیث مبارک میں ہے، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

یا ایہا الناس إن ربکم حی کریم یتحی أن یمد أحدکم یدیه الیه

فیردھما خائبین

(مسند ابی یعلیٰ، رقم الحدیث: 4108)

اللہ تعالیٰ حیا کرتے ہیں جب بندہ خدا سے مانگتا ہے تو ہاتھ خالی واپس لوٹاتے ہوئے حیا اور شرم محسوس کرتے ہیں۔ اس لیے اس کا اہتمام کریں کہ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگیں۔ مانگیں گے نا؟ [سامعین، انشاء اللہ] تو مانگنے کا بہت اہتمام کریں۔ میں ایک دو حدیث سنا کر بات ختم کرتا ہوں۔ ایک حدیث میں ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مامن مسلم یدعو بدعوة لیس له فیہا اثم أو قطیعة رحم إلا أعطاه الله بہا إحدى ثلاث إما أن یعجل له دعوته وإما أن یدخرها له فی الآخرة وإما أن یکشف عنه من السوء مثلها قالوا إذا نکثر قال الله أكثر

(جامع العلوم والحکم)

بندہ جب بھی دعا کرے، شرط یہ ہے کہ گناہ کی دعائے ہو اور قطع رحمی کی دعائے ہو، یہ شرط ہے جب بھی بندہ کوئی ایسی دعا کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کو تین چیزوں میں سے ایک چیز ضرور عطا فرماتے ہیں۔ نمبر 1: جو وہ دعا مانگتے ہیں اللہ تعالیٰ وہی دعا عطا فرمادیتے ہیں۔

دعا کی قبولیت کا مجرب نسخہ:

ہمارے شیخ حضرت شاہ حکیم محمد اختر دامت برکاتہم فرماتے ہیں: مجھے کچھ شوگر کی بیماری ہوئی، تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتا، اے اللہ میں تیرا مخلوق ہوں، میرا پیٹ تیرا مخلوق ہے، میرا بلبہ تیرا مخلوق ہے، اے اللہ! میرا خوراک تو ٹھیک ہیں، لہذا میرے غذا میں شکر پیدا نہ کریں تاکہ میں شوگر کے مرض سے بچ جاؤں، میں خدا سے

دعائے نکتہ، اے اللہ! میرے لیے کو ایسا بنادے کہ گرمیوں میں آم بڑے شوق سے کھاؤں اور یہ آم میرے پیٹ میں شوگر پیدا نہ کریں۔

اللہ سے بچوں جیسا مانگیں:

حضرت فرماتے ہیں، بعض لوگ کہتے ہیں، آپ خدا سے یہ دعا کرتے ہیں کہ اے خدا مجھے ایسا معدہ عطا کر دے کہ میں آم کھاؤں؟ حضرت فرماتے ہیں کہ میں نے کہا، جب حج پر جاتے ہیں، تو حاجی کیا دعا کرتا ہے؟ دعا کرو اللہ تعالیٰ مجھے حج کی توفیق دے، دعا کرو اللہ تعالیٰ میری درخواست قبول کریں، کرتا ہے نا؟ اور جب حج پہ پہنچ جائے، پھر کیا دعا مانگتا ہے، دعا کرو میرا حج قبول ہو جائے اور جب حج سے واپس آئے، تو کیا دعا کرتے ہیں؟ یہ جو میرے پاس سامان ہے یہ کسٹمز سے خیر سے نکل جائے۔

فرمایا: سارے دعائے مانگتے ہو، ہم بھی سارے دعائے مانگتے ہیں۔ اب آم کا موسم آگیا ہے تو آم کھانے کی دعا۔ تو جب چھوٹی چیزیں مانگیں گے تو کس سے مانگیں گے؟ [سامعین، اللہ تعالیٰ سے]

ایک ولی کا ایمان افروز واقعہ:

حضرت فرماتے ہیں ایک ولی تھے اللہ تعالیٰ سے رورو کر دعا کرتے تھے اللہ تعالیٰ لی مجھے کھانا چاہیے۔ کسی نے کہا، تو اتنا بڑا ہے اور روتا ہے، یہ تو بچوں کی عادتیں ہیں، روتے ہیں، کھانا مانگنے پر رونا۔ بڑے تو کھانا مانگنے پر نہیں روتے، فرمایا: فرق ہے، بچہ جب مانگتا ہے تو ابا سے مانگتا ہے اور بڑا جب مانگتا ہے تو ربا سے مانگتا ہے۔ میں نے عرض کیا: جب چھوٹا روتا ہے تو ابا سے مانگتا ہے، جب بڑا روتا ہے تو ربا سے مانگتا ہے۔ میں نے کسی کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلائے، میں تو اپنے ربا سے مانگتا ہوں۔ رب کے ہاں روتا ہوں، میں جنگل میں رہتا ہوں، میرے پاس اسباب نہیں ہے، تو اللہ تعالیٰ سے نہ مانگو، کس سے مانگوں؟

ایک نہایت دلچسپ دعا:

مانگنے کا کسی کو اللہ تعالیٰ سلیقہ عطا فرمادے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت بڑی متوجہ ہوتی ہے۔ اس پر میں نے ایک واقعہ کئی بار سنایا ہے، آج پھر سناتا ہوں۔ حیوۃ الحیوان جو کہ علامہ دمیری رحمہ اللہ کی کتاب ہے، یہ واقعہ اس میں میں نے پڑھا جس وقت میں جہلم جیل میں تھا۔ اس میں آیا ہے ایک بزرگ تھا، جب بہت مصیبت زدہ ہوتے، کوئی بیماری آتی، تکلیف آتی، تو ایک دعا مانگتے، آپ ذرا عا سنیں، وہ کیا فرماتے ہیں۔ وہ دعا یہ تھی، اے اللہ! جب مومن کی تکلیف کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پتہ چلے تو حضور ﷺ پریشان ہوتے ہیں، کیونکہ امت کے اعمال حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش ہوتے ہیں، جب مومن کی خوشی کا پتہ چلے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوتے ہیں۔

مومن کی خوشی پر شیطان نہایت پریشان ہوتا ہے اور مومن کی خوشی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی اور شیطان کی پریشانی ہوتی ہے۔ اب وہ دعا سن لیں! وہ یہ دعا مانگتے تھے ”اے اللہ! میری اس بیماری کو دور فرمادے اور شیطان کو پریشان کر دے اور مدینہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش کر دے، کہتے: اب اللہ تعالیٰ میری پریشانی دور کرے گا اپنے حبیب کے لیے۔“

دو چیزیں یاد رکھیں!

مانگنے کا طریقہ

دعا پر استقامت

سبحان اللہ! بڑوں کی باتیں بڑی ہوتی ہیں، تو حضرت فرمانے لگے کہ مجھے شوگر کا عارضہ لاحق ہو گیا اور جی چاہ رہا تھا آم کھانے کو۔ ڈاکٹروں نے منع کیا، آم نہ کھا۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی [یقین کرو، میں خلوت میں پڑھ رہا تھا، میں تڑپ

گیا، کیسے بزرگ ہیں [فرمایا: اے اللہ! میں نے تیرے کہنے پہ حرام چھوڑ دیا ہے، اب حلال تو نہ چھڑوا۔

حاجت پوری ہونے کی ایک ذوداثر دعا:

میں ساتھیوں سے کہتا ہوں جن کی شادی نہ ہو، وہ یہ دعا مانگا کریں اور بہ شرط گناہوں سے بچیں، پھر دعا مانگیں، پھر دیکھیں کہ کتنی جلدی ہوتی ہے کہ اے اللہ میں تیرے کہنے پہ حرام کے قریب نہیں جاتا، اے اللہ حلال تو عطا فرما! تو دیکھو اللہ تعالیٰ کیسے اسباب عطا فرماتے ہیں۔

یہ میں بارہا کہتا ہوں، میری باتوں کو آپ مذاق سمجھتے ہیں، خدا کی قسم گناہوں سے بچنے کا سب سے بڑا ذریعہ آج کے دور میں میں نکاح ہے۔ اور یہ ہمارا فیصلہ نہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ ہے۔ حضور خطبے میں فرماتے ہیں:

يامعشر الشباب عليكم بالباة فيانه أحسن للفرج وأغض للبصر

فمن لم يقدر على ذلك فعليه بالصوم فيانه له وجاءة

(المعجم الكبير، رقم الحديث: 10027)

جو طاققت رکھتا ہے تم میں وہ شادی کرے، جو طاققت نہیں رکھتا، وہ مسلسل

روزے رکھے، یہ اس کے لئے ڈھال ہے۔

مسلسل روزے خواہش کو کاٹ کے رکھ دیتے ہیں، جب یہ نہ ہو تو اللہ تعالیٰ

سے مسلسل دعائیں مانگو۔ یہ کام کی باتیں ہیں، ہمیں پتہ نہیں۔ لوگ اس میں شرمندگی

محسوس کرتے ہیں کہ یہ کیسی باتیں کرتے ہیں، یہ نہیں ہونا چاہیے۔ خیر میں یہ عرض

کرنا چاہتا تھا کہ اللہ تعالیٰ وہی عطا کرتے ہیں جو دعا مانگی ہے۔

مایوس نہ ہوں:

”وإما أن يدخرها له في الآخرة“ کبھی وہ نہیں دیتے بلکہ بندہ کی دعاؤں کو

ذخیرہ فرماتے ہیں۔ بدلہ آخرت میں عطا فرماتے ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ پاک دنیا میں بندے کی کوئی دعا قبول نہیں فرماتے اور اس کے بدلے قیامت میں نعمتیں عطا فرمائیں گے، اس وقت بندہ کہے گا، اے کاش! دنیا میں میری کوئی بھی دعا قبول نہ ہوئی ہوتی، سارے ثمرے آج ہی مل جاتے۔ اس لیے پریشان نہ ہوں بس مانگتے رہیں۔

اور تیسرا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو کیا عطا فرماتے ہیں: ”وَمَا أَنْ يَكْشِفَ عَنْهُ مِنَ السُّوءِ مِثْلَهَا“ کہ اللہ پاک وہی تو نہیں دیتے جو اس نے دعا مانگی ہے، لیکن اس کے بدلے میں اس پر آنے والی بلائیں اور تکالیف اور مصیبتوں کو ہٹا دیتے ہیں۔

اللہ سے زیادہ سے زیادہ مانگیں:

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، تو صحابہ تو مانگنے والے تھے، انہوں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! ”إِذَا نَكثَرَ“ پھر تو ہم اللہ تعالیٰ سے بہت مانگیں گے۔ جو مانگیں گے وہ ملے گا، ورنہ ذخیرہ ہوگا، یا تکالیف و مصائب سے تو بچ جائیں گے، جان چھوٹے گی۔ تو جواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ اَكْثَرُ“ تم جتنا زیادہ مانگتے ہو، اللہ اس سے زیادہ دیتے ہیں، تم کتنا مانگو گے؟ تم جتنا مانگ سکتے ہو، اللہ تعالیٰ اس سے بھی زیادہ عطا فرمائیں گے۔ تو خدا سے مانگنے میں بخل نہ کریں۔ میرے خیال میں بات لمبی ہوگئی۔ بات تفصیل سے اس وجہ سے کرتا ہوں کہ کون کونسی دعائیں ایسی ہیں جن کو اللہ رب العزت بہت زیادہ قبول فرماتا ہے تاکہ ان کا تذکرہ ہو۔

ان میں ایک دعا جو میں نے خطبے میں تلاوت کی، فرمایا:

إِنَّ أَسْرَعَ الدُّعَاءِ إِجَابَةٌ دَعْوَةَ غَائِبٍ لِغَائِبٍ

(سنن ابی داؤد، رقم الحدیث: 1537، باب الدعاء بظہر الغیب)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ سب سے جلدی اللہ تعالیٰ وہ دعا قبول فرماتے ہیں جو کسی بندے کی غیر موجودگی میں دعا مانگو، ہم مانگتے بعد میں ہیں، اور بتاتے پہلے ہیں، فون کرتے ہیں میں حرم میں ہوں، تیرے لیے دعا مانگ رہا ہوں، بڑا چھوٹوں کی تسلی کے لیے کہدے، میں تمہارے لیے دعا مانگ رہا ہوں، تو کوئی حرج نہیں، یہ نہیں کہ ہر بندہ کہے۔ نہیں بلکہ پتہ ہی نہیں چلے، جب پشت پیچھے اس کے لیے دعا مانگے۔ فرمایا:

إِذَا دَعَا الْمَرْءُ لِأَخِيهِ بِظَهْرِ الْغَيْبِ قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ آمِينَ وَلَكَ مِثْلُهُ

(جامع الاحادیث، رقم الحدیث: 1933)

ایک بندہ کسی کے لیے پس پشت دعا مانگتا ہے۔ فرشتہ کہتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو بھی دے دیں، اللہ تعالیٰ اس کو بھی دے دیں۔ تو دعا مانگنے کا بہت اہتمام کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو گناہوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ اور اپنے دربار سے مانگنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

گناہوں سے توبہ:

تو میں نے یہی گزارش آپ سے کرنی ہے کہ میں نے جو گناہ کیے ہیں، میں بھی توبہ کرتا ہوں۔ جو آپ نے کیے ہیں، آپ بھی توبہ فرمائیں اور نیت کریں۔ اللہ! آئندہ ہم گناہ نہیں کریں گے، بس اے اللہ! ہم آئندہ تجھے ناراض نہیں کریں گے، پوری مخلوق ناراض ہو جائے، اے اللہ تجھے ناراض نہیں کریں گے۔ خدا کی قسم! پھر دیکھو اللہ تعالیٰ کیسے عطا فرماتے ہیں۔

ہمارے ہاں یہاں علماء تشریف لائے، ہمارا اجلاس تھا تبلیغی مرکز والوں کا،

تو میں نے ان سے گزارش کی، صرف ان کے لیے نہیں، آپ سب کے لیے، خصوصاً

علماء اور طلباء، جو مسلک اور عقیدے پر کام کرتے ہیں۔ میں نے کہا یہ بات مجھے سمجھ نہیں آئی، کہ ایک بندے میں کام کی فکر بھی ہو، کام ٹھیک ہو، کام کی فکر بھی ہو، اور محنت کرے اور گناہوں سے بچ کے محنت کرے اور اللہ تعالیٰ اس کو نتیجہ نہ دے۔ ہماری سمجھ میں نہیں آتا، پس کوئی نہ کوئی خامی ضرور ہے۔ یا ہمیں کام کی فکر نہیں ہے، برائے نام کرتے ہیں، یا فکر ہوتی ہے اس فکر کے مطابق محنت نہیں ہے، یا محنت ہے مگر ساتھ ہم نے گناہوں کا دروازہ کھلا رکھا ہے۔

قبولیت دعا کے لیے ترکِ معصیت ضروری:

گرمیوں کے مہینہ میں اے سی چلایا ہوا ہو بلکہ ایک نہیں دو اے سی چلائیں، کمرہ ایسا ہو کہ سوراخ باقی رہے، کیا کمرے میں ٹھنڈک ہوگی؟ [سامعین، نہیں] ہم نیکی کا اے سی بھی چلاتے ہیں اور ساتھ گناہوں کا سوراخ بھی کھلا رکھتے ہیں۔ اب بتاؤ! اے سی سے ٹھنڈک کیسے ملے گی؟ دماغ معطر کیسے ہوگا؟ اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کیسے ہوگی؟ جب تک گناہوں والا سوراخ بند نہیں ہوتا، اس وقت تک نیکیوں کے ایئر کنڈیشن سے کمرہ ٹھنڈا نہیں ہوتا۔ میں یہ کس درد سے آپ کی خدمت میں عرض کر رہا ہوں۔

اللہ تعالیٰ تمہیں بات سمجھنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ میں پھر کہتا ہوں اللہ تعالیٰ سے توبہ کرو توبہ۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی گناہوں کو معاف فرمائیں۔ اللہ ساری انسانوں کو گناہوں سے محفوظ فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ سے مانگتے رہیں گے اللہ تعالیٰ عطا فرمادیتے ہیں۔ جب کسی کریم کے دروازے کو کھٹکھٹاتے ہیں، اللہ پاک کسی نہ کسی وقت ضرور کھول دے گا۔ اللہ سے بڑا دنیا میں کون ہوگا؟ اللہ ہم سب کو گناہوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ اللہ کریم سے دعا ہے، اللہ کریم ہم سب کو گناہوں سے محفوظ فرمائیں، اپنے دربار سے اللہ تعالیٰ مانگنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ وعلینا الالبلاغ۔

زندگی گزارنے کا طریقہ

www.ahnafmedia.com

خانقاہ اشرفیہ اختر یہ
مرکز اہل السنۃ والجماعۃ سرگودھا
یکیم نومبر 2012ء

زندگی گزارنے کا طریقہ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد فأعوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ - ﴿تَبَارَكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا وَهُوَ الْعَزِيزُ الْعَفُورُ﴾

﴿سورة الملك: 1، 2﴾

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ. اللَّهُمَّ بَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ.

میں نے آپ حضرات کی خدمت میں سورت ملک کے شروع کا حصہ تلاوت کیا ہے۔ حدیث مبارک میں سورت ملک پڑھنے کے بہت زیادہ فضائل آئے ہیں اور ترغیب بھی دی گئی ہے کہ رات کو سونے سے قبل اس سورت کو پڑھ لیا جائے۔ جو شخص اس کو پڑھنے کا اہتمام کرتا ہے، قبر میں یہ سورت اس شخص کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچا لیتی ہے۔

(جامع الترمذی: رقم 2890)

انسان جو بھی اعمال عالم دنیا میں کرتا ہے، ان اعمال کی عالم مثال میں خاص صورت ہوتی ہے۔ یہ سورت الملک بھی قبر میں خاص شکل میں آکر اللہ تبارک و تعالیٰ سے

بندہ کو بچانے کی سفارش کرتی ہے۔ ان آیات کریمہ میں اللہ نے بہت ساری باتیں ہمیں سمجھائی ہیں، میں نے اسی مقصد کے لیے ان آیتوں کی تلاوت کی ہے۔

﴿تَبَارَكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ﴾ اللہ تبارک و تعالیٰ بہت بابرکت ذات ہے، اسی کے قبضہ میں پوری دنیا کی بادشاہت و حکومت ہے۔ اللہ جس کو چاہتے ہیں، عطا فرماتے ہیں اور جس سے چاہتے ہیں چھین لیتے ہیں۔

﴿وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾ اس پر مجھے ایک واقعہ یاد آیا۔

قدرت باری تعالیٰ پر ایک واقعہ:

یہ اس وقت کی بات ہے جب میں کراچی جامعہ بنوریہ میں پڑھتا تھا اور شب جمعہ کا بیان سننے کے لیے مکی مسجد جایا کرتا تھا، بعد میں مرکز بنا تو ”مدنی مسجد“ اس کا نام رکھا گیا۔ کبھی ہمارے ہاں کراچی کے حضرات تشریف لائیں تو میں ان سے گزارش کرتا ہوں کہ جب میں تیسرے سال میں کراچی پڑھتا تھا اور اس وقت یہ مدنی مسجد (جو تبلیغی جماعت کراچی کا بہت بڑا مرکز ہے) بنا تھا۔

اللہ کا شکر ہے جب اس کانواں کھو دیا گیا تو کناں کھودنے کی سعادت اللہ تعالیٰ نے بچپن میں ہمیں عطا فرمائی تھی۔ ہم چھوٹے چھوٹے تھے، خواہش ہوتی تھی کہ ایسی نیکیاں کریں جو صدقہ جاریہ بنیں۔ وہاں مرکز کے امیر تھے، امین صاحب، فوت ہو گئے، بوڑھے تھے۔ شب جمعہ کا بیان فرما رہے تھے، انہوں نے واقعہ بیان کیا کہ دینی مدرسے میں پڑھنے والے سے شیطان کتنا پریشان ہوتا ہے۔

یہ تو آپ کے علم میں ہے کہ ابلیس کا تخت سمندر میں ہے، چھوٹے چھوٹے شیاطین صبح جاتے ہیں اور شام کو رپورٹ دیتے ہیں۔ شام والے چلے جاتے ہیں وہ صبح رپورٹ دیتے ہیں، بہت سارے شیاطین آئے، انہوں نے کارگزاری سنائی کہ فلاں بندے سے کفر کروایا، شاباش! فلاں سے زنا، شاباش! فلاں خاوند بیوی کے درمیان

جدائی کرائی، اپنے اپنے اعمال سناتے رہے اور اس سے شاباش لیتے رہے۔ امیر صاحب فرمانے لگے: ایک شیطان تھوڑی دیر بعد آیا۔ وہ تھا بھی لنگڑا قسم کا، ابلیس نے پوچھا: تو دیر سے آیا ہے، کیا کام کیا؟ اس نے کہا: میں نے یہ کام کیا کہ ایک بچہ جو روزانہ مدرسہ میں جاتا تھا آج میں نے اس کی چھٹی کروائی ہے۔ ابلیس تخت سے اتر اور اسے اپنے سینے سے لگالیا۔

شیاطین نے کہا: یہ بھی کوئی بات ہے، اگر اس نے آج چھٹی کر لی تو کل پھر چلا جائے گا۔ یہ بعض شیاطین کو اشکال ہوا کہ ہمارے سردار نے اس کو شاباش زیادہ دی ہے جس کا کام چھوٹا ہے۔ تو ابلیس نے اس سے پوچھا کہ تو نے تو اسے آج چھٹی کروائی ہے، وہ کل تو چلا جائے گا۔ اس نے کہا کہ اگر بچہ آج مدرسہ نہیں گیا تو کل بھی نہیں جائے گا۔ کیونکہ وہ سوچے گا کہ میں اگر اب جاؤں گا، تو قاری صاحب ماریں گے کہ کل کیوں نہیں آیا تھا؟ گھر بھی نہیں جائے گا کہ ماں مارے گی کہ مدرسہ کیوں نہیں گیا؟ تو ماں سمجھے گی کہ مدرسہ میں ہے اور قاری صاحب سمجھیں گے کہ گھر میں ہے اور یہ بھٹکتا رہے گا اور مدرسہ چھوڑ جائے گا، نتیجہ یہ نکلے گا کہ یہ بندہ علم دین سے محروم ہو جائے گا، تو میں نے اس لیے ایک دن کی چھٹی کروائی کہ اگلی چھٹیاں یہ خود بخود کرے گا۔

اس پر بھی شیاطین کو تعجب ہوا کہ ایک مولوی نہ بنا تو کیا ہوا؟ ابلیس نے ان کا یہ سوال اور اشکال دور کرنے کے لیے کہا کہ آؤ میرے ساتھ گشت کرو۔ تبلیغ والے اپنا گشت کرتے ہیں نیک اعمال کے لیے، شیاطین اپنے گشت کرتے ہیں گناہوں کی طرف لانے کے لیے۔ چنانچہ اس نے چند ایک شیاطین لیے اور ایک عابد کے دروازے پر دستک دی، وہ نیک اعمال کرنے والا تو تھا لیکن عالم نہیں تھا۔

گھر والوں نے دروازے سے پوچھا: کون؟ انہوں نے کہا کہ ہم نے بڑا اہم

مسئلہ پوچھنا ہے، انہیں کہیں ہماری بات سنیں۔ گھر والوں نے جواب دیا: جی حضرت اللہ اللہ کر رہے ہیں، بہت زیادہ مصروف ہیں، اس وقت بات نہیں کریں گے۔ ابلیس نے کہا: ہمارا بڑا اہم مسئلہ ہے۔ جب گھر والوں نے جا کر بتلایا کہ لوگ آئے ہیں تو وہ بزرگ تشریف لائے۔

ذکر شیخ کی ہدایت کے مطابق کیا جائے:

ہم بہت سے حضرات سے کہتے ہیں کہ آپ ذکر کریں اپنے شیخ سے پوچھ کر، ذکر کی حیثیت مقویات کی سی ہے۔ اگر آپ مقویات اور خمیرہ کھانا چاہیں، حکیم سے پوچھ پوچھ کر کھائیں گے تو وہ بتلائے گا کہ اس کو کتنی مقویات کی ضرورت ہے؟ تو وہ مقرر کر دے گا اور اگر حکیم سے پوچھے بغیر دکان پر جائیں اور پانسار سے دس پندرہ مقویات کے نسخے اٹھالیں جس میں مغزیات، دیسی گھی سب چیزیں ملی ہوئی ہوں۔ بندہ سمجھے گا کہ میں نے طاقت کی چیزیں کھائی ہیں لیکن پتا اس وقت چلے گا جب یہ بیمار ہو گا۔ جس طرح مقویات اور خمیرے حکیم سے پوچھ کر استعمال کرتے ہیں اسی طرح اذکار بھی اپنے شیخ سے پوچھ پوچھ کر کرتے رہیں۔ یہ بات عام بندوں کو سمجھ نہیں آتی۔

ہمارے ہاں ایک ساتھی تھے، مشورہ کے لیے آئے۔ میں نے مشورہ دیا۔ کہنے لگے: چونکہ میں راینونڈ پڑھتا ہوں، وہاں میرے ساتھ مسئلہ بنا تھا، پھر ان سے اجازت لی تھی تو انہوں نے کہا فلاں مدرسہ میں پڑھ لو۔ اب میرے ساتھ پھر مسئلہ بنا ہے، اب میں آپ کے پاس آیا ہوں، آپ میری بات سنیں۔

میں نے کہا: آپ گفتگو لمبی کریں گے اور اس کا نتیجہ کچھ نہیں نکلے گا۔ آپ ایسا کریں کہ سب کام چھوڑ کر تین چار دن میرے پاس ٹھہریں۔ وہ آگئے اور ایک دن میرے پاس ٹھہرے۔ دوسرے دن کہنے لگے: جی میرے گھر کام ہے۔ میں نے کہا: چاہیں تو چلے جائیں، میں نے کون سا آپ کو باندھ کے رکھا ہے؟ پھر واپس آئے

توسفارشی ساتھ لائے کہ آپ اس کو کچھ دن کے لیے اپنے پاس رکھیں۔ میں نے کہا کہ رکھ لوں گا، لیکن یہ دوبارہ نہیں آئے گا۔

فن صاحب فن سے حاصل کریں:

میں سمجھا رہا تھا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ اس کا علاج کتنا کرنا ہے، اس کو ذکر کتنا دینا ہے، اس کو کھلانا کیا ہے؟ بسا اوقات بندہ ذکر زیادہ کرتا ہے اور خوراک ہوتی نہیں جس کی وجہ سے دماغ خشک ہو جاتا ہے، وہ سمجھتا ہے کہ میں عرش کی سیر کرتا ہوں۔ وہ عرش کی سیر نہیں کرتا۔ وہ خشکی کا مریض ہوتا ہے۔ خشکی دور کر دو تو وہ عرش سے نیچے آجائے گا۔ تو اس لیے اپنے شیخ سے پوچھ کر چلنا ضروری ہے۔

میں ابھی سفر میں تھا۔ ایک ساتھی مجھے ملا اور اپنے اذکار بتلائے کہ میں یہ یہ پڑھتا ہوں اور میں نے آپ سے مشورہ کرنا ہے۔ میں نے کہا: آپ نے کسی سے بیعت بھی کی ہے؟ کہنے لگا: نہیں۔ میں نے کہا کہ مجھ سے مشورہ کرنا ہے تو مجھ سے بیعت کر لو اور اگر کسی اور سے بیعت کرو تو اس سے مشورہ کر لو۔ کہنے لگا: کیوں؟ میں نے کہا کہ میرے پاس آؤ گے تو میں نے سب سے پہلے تیرے ذکر چھڑانے ہیں، تو کہے گا کہ اتنے ذکر کرتا تھا، آپ نے چھڑا دیئے تو تجھے تکلیف ہوگی۔

جب آپ کسی کو شیخ و پیر سمجھیں گے تو پھر جب وہ ذکر دے گا تو کرنے میں لطف آئے گا اور اگر چھڑائے گا تو بھی لطف آئے گا۔ جس طرح حکیم پر اعتماد ہوتا ہے، وہ نسخہ بدل دے، تو مریض کو تکلیف نہیں ہوتی۔ ذکر کریں لیکن ساتھ سب سے اہم چیز کہ آپ گناہوں کو چھوڑ دیں۔ بندہ گناہ کرے پھر ذکر کرے، اس پر ثواب تو ملے گا لیکن فائدہ نہیں ہوگا۔

مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمہ اللہ کا فرمان:

مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمہ اللہ، شیخ الاسلام

مفتی محمد تقی عثمانی صاحب کے بھی استاد تھے اور مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب کے بھی استاد تھے۔ بہت بڑے صوفی تھے۔ حضرت فرمایا کرتے تھے کہ دیکھو ذکر کی مثال تو مقویات کی سی ہے، مقویات کے لیے ضروری ہے کہ پہلے آدمی کا معدہ ٹھیک ہو۔ اگر معدہ ٹھیک نہ ہو تو پھر اس کو دیسی گھی پلاؤ اس کو کچھ نفع نہ ہوگا، اگر معدہ اور اندر کا نظام ٹھیک ہو تو خشک روٹی کھلاؤ گے تو اس کو لگے گی اور طاقتور بن جائے گا۔

اگر آدمی گناہوں کی لت سے بچ جائے پھر صرف فرائض پڑھے تو بھی اللہ کا ولی ہے اور ولایت کے اعلیٰ مقامات ملے کر تا چلا جائے گا اور اگر گناہ نہیں چھوڑے گا پھر ذکر کرے گا تو اس سے انسان کو نفع نہیں ہوتا۔ بہت سارے حضرات کہتے ہیں کہ سال ہو گیا، بیعت کی لیکن مجھے نفع نہیں ہوا۔ فائدہ کیسے ہوگا؟

گناہ؛ فیض شیخ میں رکاوٹ ہیں:

میں نے جب حضرت اقدس عارف باللہ مولانا حضرت شاہ حکیم محمد اختر دامت برکاتہم العالیہ سے بیعت کی، ہم اشرف المدارس میں بیٹھے تھے۔ مجھے ابھی تک یاد ہے عصر کی نماز کے بعد کا وقت تھا تو حضرت نے فرمایا: چلو بیعت کرتے ہیں۔ عصر کے بعد جب ہم بیٹھے بیعت کرنے کے لیے تو ہوا شمال و جنوب کی چل رہی تھی، بیچ میں دیوار تھی، ہوا نہیں لگ رہی تھی۔

حضرت نے فرمایا: یہاں ہوا نہیں لگ رہی، چلو اوپر چلتے ہیں۔ وہاں زبردست ہوا چل رہی تھی۔ اس وقت حضرت فرمانے لگے: دیکھو ہوا چل رہی تھی لیکن اس دیوار کی وجہ سے اس ہوا کے فیض سے محروم تھے بالکل اسی طرح مرید شیخ کے پاس رہتا ہے لیکن گناہ کبیرہ کرتا ہے تو جس طرح دیوار ہوا کے چلنے کے باوجود رکاوٹ بن رہی تھی اسی طرح مرید کے گناہ شیخ کے فیض میں رکاوٹ بنتے ہیں، وہ سمجھتا ہے کہ میرے شیخ میں کمال نہیں، گناہ چھوڑے گا تو فائدہ ہوگا۔ ایک آدمی اپنے

حکم سے دوائی لیتا ہے ساتھ پر ہیوز نہ کرے تو دوائی اثر نہیں کرتی۔ اسی طرح شیخ کی مجلس میں ذکر کرتا رہے لیکن گناہوں سے نہ بچے تو پھر ذکر کیا اثر کرے گا۔ اللہ ہمیں گناہوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔

بقیہ قصہ:

خیر دروازے پر دستک دی بزرگ تشریف لائے۔ ابلیس نے ان سے مسئلہ پوچھا: حضرت! یہ فرمائیں کہ سوئی کے ناکہ سے اللہ تعالیٰ اونٹ گزار سکتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ گزار سکتے ہیں، اس لیے کہ ”إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ“ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہیں، ابلیس نے کہا: کیسے گزاریں گے؟ فرمایا کہ ناکہ بڑا کر دیں گے یا اونٹ کو چھوٹا کر دیں گے۔ ابلیس نے کہا: نہیں، سوئی کا ناکہ بھی بڑا نہ کریں اور اونٹ کو بھی چھوٹا نہ کریں۔ اب گزار سکتے ہیں یا نہیں؟

عابد نے کہا: تیرا دماغ ٹھیک ہے؟ اللہ قادر ہیں یا تو سوئی کا ناکہ بڑا کر دیں گے یا اونٹ کو چھوٹا کر دیں لیکن یہ تو نہیں کہ ناکہ بھی بڑا نہ کریں اور اونٹ کو بھی چھوٹا نہ کریں پھر بھی گزار دیں، تو مذاق کرتا ہے؟! ابلیس نے کہا: جاؤ جا کر سو جاؤ۔ پھر ابلیس ایک عالم کے مکان پر لے گیا۔ وہ سوئے ہوئے تھے۔ دیکھا عابد عبادت کر رہا ہے اور عالم سویا ہوا ہے، لیکن پھر بھی عالم افضل ہے عابد سے۔ اس لیے کہتے عالم کی نیند عابد کی عبادت سے بہتر ہے۔

علماء کرام کے اوقات کا خیال رکھیں:

آپ جمعہ کے دن آئیں، میں اپنی بات نہیں کرتا میں تو ملتا ہوں، وقت دیتا ہوں، کسی عالم کے پاس جائیں اور وہ نہ ملے۔ کیوں؟ جی وہ آرام کر رہے ہیں تو غصہ نہ کیا کریں۔ وہ اس لیے آرام کرتا ہے کہ وہ سوچتا ہے، میں دو گھنٹے آرام کروں گا، دو گھنٹے مطالعہ کروں گا، میرا بیان ہزار بندوں نے سنا ہے۔ تو اس کا سونا بھی آپ کے لیے

ہے، کہ آرام کرے گا تو کھل کر بیان کرے گا، ورنہ دور سے آنے والے لوگوں کو نفع نہ ہو گا۔ لیکن ہمیں یہ بات سمجھ میں نہیں آتی۔

مولانا صاحب سوئے ہوئے تھے۔ وہ تہجد میں لگے ہوئے ہیں اور یہ سوئے ہوئے ہیں۔

دروازہ کھٹکھٹایا، گھر والوں نے بتلایا کہ وہ تو آرام کر رہے ہیں۔ ابلیس نے کہا کہ بڑا ضروری مسئلہ ہے، بڑی دور سے آئے ہیں۔ مولوی صاحب تشریف لائے۔ پوچھا: کیا کام ہے؟ انہوں نے وہی مسئلہ پوچھا کہ بتاؤ اللہ پاک سوئی کے ناکہ کو بڑا کیے بغیر، اونٹ کو چھوٹا کیے بغیر گزار سکتے ہیں یا نہیں؟ فرمایا: ہاں گزار سکتے ہیں۔ کہا: کیسے؟ فرمایا: ”وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ“ ہیں، گزار سکتے ہیں۔ کہا: کیسے؟ فرمایا: اگر بات عقل میں آئے پھر مانیں تو پھر ہم نے عقل کی بات مانی خدا کی قدرت کو تو نہیں مانا۔ عقل میں نہ آئے پھر بھی مانے، اس کا نام خدا کی قدرت کو ماننا ہے۔

ابلیس نے کہا: ٹھیک ہے جا کر سو جائیں اور اپنے چیلوں سے کہا: چلو اب بتاؤ بات سمجھ میں آئی؟ کہنے لگے: نہیں، تو ابلیس کہنے لگا: بزرگ صبح اٹھے گا اور لوگوں کو بتائے گا کہ رات کو یہ واقعہ پیش آیا، میں نے یہ جواب دیا خود بھی کفر پر مرا، پورے محلہ کو بھی کافر بنا دے گا۔ مولانا صاحب فجر کی نماز پڑھائیں گے یہ واقعہ بتلائیں گے، خود بھی توحید پر جائیں گے اور پورے گاؤں کو توحید پر لے آئیں گے۔ اس نے بچہ کو مولوی بننے سے روک دیا اس نے بہت بڑا کام کیا ہے۔

علاقے کے علاقے بدلتے ہیں ایک عالم کے وجود سے۔ اللہ ہمیں ان کی قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے [آمین]

زندگی اور موت پیدا کرنے کا مقصد:

اگلی بات فرمائی ”الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ“ اللہ نے موت کو بھی پیدا

فرمایا اور اللہ نے زندگی کو بھی پیدا فرمایا۔ کیوں پیدا فرمایا؟ اللہ یہ دیکھنا چاہتے ہیں: ”أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا“ کہ تم میں سے اچھا عمل کون کرتا ہے؟

ایک عجیب نکتہ:

حضرت حکیم صاحب فرماتے ہیں کہ میں خود یہ آیت اپنے شیخ سے پڑھ رہا تھا، میرے شیخ مولانا عبد الغنی پھولپوری رحمہ اللہ نے مجھ سے پوچھا: بتاؤ! پہلے زندگی ہے یا موت؟ میں نے کہا: پہلے زندگی ہے پھر موت۔ فرمایا: جب پہلے زندگی پھر موت ہے تو اللہ کو یوں فرمانا چاہیے تھا کہ ”الَّذِي خَلَقَ الْحَيَاةَ وَالْمَوْتَ“۔ اب ادب دیکھو فرماتے ہیں: میں نے شیخ سے کہا: آپ ہی جواب عنایت فرمائیں۔ شیخ نے کہا: اللہ رب العزت نے موت کو پہلے اس لیے بیان کیا کہ موت بھی ہے اور زندگی بھی ہے لیکن جو بندہ موت کو سامنے رکھ کر زندگی گزارتا ہے اس کے جینے کا انداز اور ہوتا ہے اور جو زندگی کو سامنے رکھ کر زندگی گزارتا ہے اس کے جینے کا انداز اور ہوتا ہے۔

آج دنیا میں اسی لئے جھگڑے چل رہے ہیں۔ اللہ کرے جو بات میں سمجھانا چاہتا ہوں، وہ مجھے اور آپ کو سمجھ آجائے اور سب کو اس پر عمل کی توفیق مل جائے۔

زندگی گزارنے کے طریقے:

دنیا میں زندگی گزارنے کے لیے دو طریقے ہیں:

1: آدمی زندہ رہے جینے کے لیے۔

2: آدمی زندہ رہے مرنے کے لیے۔

جو آدمی جیتتا ہے جینے کے لیے اس کے جینے کے انداز اور ہوتے ہیں اور جو

آدمی جیتتا ہے مرنے کے لیے اس کے جینے کے انداز اور ہوتے ہیں۔

آج دو مسئلے ہیں۔ ایک ہماری ذات کا اور دوسرا ہماری اولاد کا کہ میرا مکان

اچھا ہو، میری اولاد کا مکان بھی اچھا ہو، میں بھی اچھی زندگی گزاروں اور میری اولاد

بھی اچھی زندگی گزارے، میں بھی خوشحال رہوں اور میری اولاد بھی خوشحال ہو۔

جینے کے لیے جینا:

جہاں تک اپنی ذات کا مسئلہ ہے آج پوری دنیا میں ایک لڑائی شروع ہے، آپ سیاسی جماعتیں دیکھ لیں، یونینیں دیکھ لیں، پوری دنیا میں ایک ہی لڑائی جاری ہے، وہ لڑائی کیا ہے؟ اسے کہتے ہیں ”حقوق کی جنگ“۔ ہمارا حق ہے حکومت نہیں دیتی، حکومت کہتی ہمارا حق ہے وہ نہیں دیتے، وکیل کہتے ہمارا حق ہے، عدالت نہیں دیتی، استاد کہتا ہے: شاگرد میرا حق نہیں دیتا، شاگرد کہتا ہے: استاد میرا حق نہیں دیتا۔ پوری دنیا میں حقوق کی جنگ ہے۔ یہ جنگ ان کی ہے جو دنیا میں جیتے ہیں جینے کے لیے۔ ان کو ایک ہی فکر ہے کہ اپنا حق کیسے لے لیں اور اب تو اپنے حق سے بڑھ کر یہ ہے کہ دوسرے کا حق کیسے چھین لیں؟

اگر بات یہیں تک ہوتی کہ اپنا حق لینا ہے تو گنجائش تھی لیکن دوسرے کا حق چھیننا اس کی تو کوئی گنجائش ہی نہیں ہے۔ لیکن جو بیس گھنٹے ہماری ایک ہی فکر ہے کہ میں اپنا حق کیسے لے لوں یا دوسرے کا حق کیسے چھین لوں؟ یہ ان کی زندگی ہے جو جیتا ہے جینے کے لیے اس کو یہی فکر ہے کہ میرا مال کسی کے پاس نہ رہ جائے، میں لے کر مروں گا، مر جاؤں گا لیکن ایک مر لہ نہیں چھوڑوں گا۔ یہی وجہ ہے کہ کبھی لڑائی ہوتی ہے آٹھ آٹھ آنے پر۔

دو واقعات:

ایک واقعہ سرگودھا جیل میں دیکھا، بالکل ہمارے قریب گاؤں ہے۔ وہاں کا ایک آدمی جیل میں پچیس سالہ سزا کاٹ رہا ہے، وجہ کیا کہ ایک بندہ آیا اس نے اپنی سائیکل کو پنچر لگوا اور پیسے نہیں دیئے۔ اس نے پپ مارا اور بندہ مر گیا۔ یہ آج سے بارہ پندرہ سال پہلے کی بات ہے، اس وقت پنچر کتنے کا لگتا تھا؟ آٹھ آنے یا ایک روپے

کا اور پرسوں اخبارات میں آپ نے خبر پڑھی ہوگی، کراچی میں پٹرول پمپ پر دو لڑکے آئے، پٹرول ڈلوایا موٹر سائیکل میں تیس روپے کا۔ کہا: ہم نہیں دیتے پیسے، گارڈ کھڑا تھا، اس نے فائر مارا۔ ایک مر گیا ایک زخمی ہو گیا۔

اب جب مر گیا تو وہ کھڑا معافیاں مانگ رہا ہے کہ مجھے معاف کر دو، اب معافی کا کیا مطلب؟ اب تجھے سزائے موت ہوگی اور آپ نے اپنے دیہاتوں میں دیکھا ہے لڑائی کس پر ہے ایک بٹے پر، پانی کی باری پر، بکریاں کھیت میں آگئیں اس پر لڑائی، یہ ساری لڑائیاں کیوں ہیں؟ کہ بندہ جیتتا ہے جینے کے لیے۔

مرنے کے لیے جینا:

اور جو آدمی جیتتا ہے مرنے کے لیے وہ یہ نہیں سوچتا کہ میں نے کس کس سے لینا ہے بلکہ وہ سوچتا ہے کہ میں نے کس کس کو دینا ہے؟ اس کی خواہش یہ ہے کہ جب میں دنیا سے جاؤں تو میرے ذمے کسی کا قرض نہ ہو، میں اپنا نامہ اعمال صاف کر کے اللہ کے ہاں پہنچ جاؤں۔ جو جیتتا ہے جینے کے لیے وہ دیکھتا ہے کہ لوگ مجھے کیا کہیں گے؟ داڑھی رکھ لی لوگ کیا کہیں گے؟ پگڑی باندھ لی لوگ کیا کہیں گے؟ حرام کام چھوڑ دیا تو لوگ کیا کہیں گے؟ اور جو جیتتا ہے مرنے کے لیے وہ دیکھتا ہے میں نے یہ کام کر لیا تو میرا اللہ کیا کہے گا؟

حضرت تھانوی رحمہ اللہ کا مرید کو جواب:

حکیم الامت حضرت مولانا شاہ اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ لوگوں کے امراض کو جانتے تھے، ایک شخص نے خط لکھا۔ مرید کا خط اور شیخ کا جواب سنو۔ مرید نے کہا: حضرت! آپ کی بیعت کر لی ہے، پھر میں نے داڑھی رکھ لی ہے، داڑھی رکھنے پر لوگ ہنستے ہیں۔ جواب سنو، فرمایا: آج لوگ ہنستے ہیں، اگر داڑھی تو نے برقرار رکھی تو پھر قیامت کے دن تجھے رونا نہیں پڑے گا۔

آج ہم دیکھتے ہیں کہ لوگ کیا کہیں گے، یہ نہ کیا تو لوگ کیا کہیں گے؟ پوری جنگ اس بات پر ہے کہ لوگ کیا کہیں گے؟ آج تھوڑے سے لوگ ہیں تھوڑی سی بدنامی کا ڈر ہے اور قیامت کے دن حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک آنے والے اربوں کھربوں لوگ جمع ہوں گے، کیا وہ ذلت برداشت کر لیں گے؟

اللہ ان کے سامنے پوچھ لیں کہ یہ کام کیوں کیا تھا؟ نبی کی سنت کو کاٹ کر گندی نالی میں کیوں بہایا تھا؟ میں نے تجھے سو دیے تجھے ساڑھے ستانوے نظر نہیں آئے تجھے اڑھائی کا بوجھ نظر آتا ہے؟ کتنا ظالم ہے اس کو زکوٰۃ بوجھ نظر آتی ہے، اڑھائی جو دیتا ہے وہ بھی اپنے لیے نہیں بندوں کے لیے اور اس پر بھی وعدہ ہے کہ میں اس کو کئی گنا ضرب دے کر تجھے واپس کر دوں گا۔

جینے کے لیے جینے والوں کی فکر:

جو جینے کے لیے جیتا ہے اس کی کوشش ہوتی ہے کہ سب سے لے لوں اور جو مرنے کے لیے جیتا ہے اس کی کوشش ہوتی ہے کہ میں سب کو دے دوں۔ اس لیے جینے کے لیے جینے والے کی فکر اور ہوتی ہے اور مرنے کے لیے جینے والے کی فکر اور ہوتی ہے۔

حضرت امی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہمارے گھر میں بکری کا بھنا ہوا گوشت کہیں سے آیا۔ میں نے سارا گوشت تقسیم کر دیا، صرف ایک کندھے کا گوشت بچا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو میں نے عرض کیا کہ سارا گوشت میں نے تقسیم کر دیا ہے، صرف یہ کندھے کا گوشت باقی ہے۔ تو اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا: ”لَا، كُلُّهَا لَكُمْ إِلَّا كَتِفَهَا“۔ فرمایا: نہیں، سارا بچا ہے سوائے اس کندھے کے۔

کیونکہ جو صدقہ کر دیا وہ تو بیخ گیا اس کندھے کا مسئلہ ہے کہ اس کا کیا بنے گا۔
 کیونکہ قرآن کا وعدہ ہے: ”مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللَّهِ بَاقٍ“ [النحل: 96]
 جو تمہارے پاس ہے وہ فنا ہو گا اور جو خدا کے پاس چلا گیا وہ باقی رہے گا۔ اس لیے میں گزارش کرتا ہوں کہ صدقہ کرنے کا مزاج بنایا کرو، صدقہ کرنے کا یہ معنی نہیں کہ ایک ارب روپیہ دیں، ایک کروڑ دیں، ایک لاکھ دیں، یہ مزاج چھوڑیں ایک روپیہ موجود ہے وہی دے دیں۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا: ”اتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ“

(صحیح البخاری: 1417)

کہ جہنم کی آگ سے بچو اگرچہ کھجور کا ایک ٹکڑا ہی کیوں نہ دے دو۔
 شیطان دھوکہ دیتا ہے کہ ایک روپیہ صدقہ کیا کرنا ہے، سو دیں گے۔ سو موجود ہے اس کا کیا صدقہ کرنا، ایک لاکھ روپیہ دیں گے۔ شیطان بڑی نیکی کا جھانسنہ دے کر چھوٹی نیکی سے محروم کر دیتا ہے۔ تھوڑا بہت جو موقع پر موجود ہے وہ اللہ کے نام پر دے دو۔ اللہ پاک مزید توفیق عطا فرمائیں گے۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے واقعات:

1: امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ بہت بڑے امام ہیں۔ بہت بڑے زاہد، بہت بڑے عابد، بہت بڑے فقیہ اور بہت بڑے تاجر بھی تھے۔ ایک مرتبہ ایک خاتون ریشم لے کر آئی۔ امام صاحب نے پوچھا: کتنے کا ہے؟ کہنے لگی سو درہم کا، فرمایا: یہ زیادہ کا ہے، کہنے لگی: دو سو درہم۔ آپ نے فرمایا: اور بھی زیادہ کا ہے۔ اس نے کہا: تین سو درہم۔ فرمایا: اب بھی زیادہ کا ہے۔

اب بتلاؤ دکاندار کی خواہش ہوتی ہے، میں سستا مال لوں اور اس کو مہنگا بیچوں۔ امام صاحب فرما رہے ہیں: یہ مہنگا ہے تو سستا بیچ رہی ہے۔ آخر چار سو درہم تک

بات گئی۔ فرمایا: نہیں، یہ اس سے بھی مہنگا ہے۔ تو وہ عورت کہنے لگی: آپ مجھ سے مذاق کرتے ہیں؟ فرمایا: مجھے مذاق کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ جاؤ کسی مرد کو بلا لاؤ، وہ مرد کو بلا لائی تو امام صاحب نے پانچ سو درہم میں اس ریشم کو خرید لیا۔

(عقود الجمان مترجم: ص 318، 319)

سو درہم کی ریشم پانچ سو درہم میں لے رہے ہیں، کیوں؟ یہ دیہاتی عورت ہے اسے پتہ نہیں قیمت کا۔ تو میں اسے دھو کہ کیوں دوں؟ یہ امام اعظم تھے۔

2: امام اعظم رحمہ اللہ ایک آدمی کے دروازے کے پاس دھوپ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ گرمی کا موسم ہے اور آپ دیوار کے سایہ میں نہیں بیٹھے ہوئے تھے؟ تو حضرت امام یحییٰ بن ابی زائدہ رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا: آپ سائے میں کیوں نہیں آئے؟ تو فرمایا: اس سائے میں بیٹھنا جائز نہیں ہے۔ کہا: کیوں؟ فرمایا: مالک مکان پر میرا قرض ہے اور جس بندہ سے قرض لینا ہو اس سے نفع اٹھانا سود ہوتا ہے۔ میں اس کے مکان کے سائے میں بھی نہیں بیٹھوں گا، کہیں یہ قیامت میں سود میں شمار نہ کیا جائے۔

(عقود الجمان مترجم: ص 321)

فکرِ آخرت سے دنیا بنتی ہے:

اب فکر ہے کہ میں نے مرنا ہے۔ اللہ کی قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ اگر مجھے اور آپ کو مرنے کی فکر ہو جائے، تو پھر آپ خود کہیں گے کہ میں نے فلاں کے پیسے دینے ہیں، فلاں کے پیسے دینے ہیں۔ اس لیے کہ آدمی کسی کا بوجھ لے کر مر جائے یہ بہت نقصان کی بات ہے۔

تو میں نے پہلی فکر یہ بتائی کہ جو جیتا ہے مرنے کے لیے اس کی فکر یہ ہوتی ہے کہ میں نے کس کس کے دینے ہیں اور جو جیتا ہے جینے کے لیے اس کی فکر یہ ہوتی ہے کہ میں نے کس کس سے لینے ہیں۔ دوسری فکر میں نے بتائی کہ جو آدمی جیتا ہے

جینے کے لیے اس کی فکریہ ہوتی ہے کہ لوگ کیا کہیں گے اور جو جیتتا ہے مرنے کے لیے اس کی فکر کیا ہے ”میرا اللہ کیا کہے گا، میرا رسول کیا کہے گا، میں نے کل ان کے سامنے جانا ہے، کس منہ سے ان کے سامنے جاؤں گا، کون سی شکل لے کر جاؤں گا“

ایمان سے بتاؤ! بندہ اگر پندرہ ہزار روپے پر پولیس کا ملازم ہو اور اس کو پتہ ہو کہ آئی جی بغیر ٹوپی کے آنے کو پسند نہیں کرتا، وہ آئی جی کے سامنے ننگے سر جاسکتا ہے؟ بتاؤ کبھی بھی جائے گا؟ [نہیں۔ سامعین] اور اللہ کے دربار میں ننگے سر کیوں ہے؟ بندہ کو فکر نہیں، دل میں خدا کی عظمت نہیں، وگرنہ بندہ کٹ جاتا کبھی ننگے سر خدا کے دربار میں نہ جاتا۔ اللہ ہمیں بات سمجھنے کی توفیق دے۔ اس پر میں ایک دلچسپ واقعہ عرض کرتا ہوں۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا ایمان افروز جواب:

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ازدار ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے بعض صحابہ کو خاص لقب ملے ہیں، جیسے حضرت ابو بکر کو ”صدیق“، حضرت عمر کو ”فاروق“، حضرت عثمان کو ”ذوالنورین“، حضرت علی کو ”اسد اللہ“، حضرت حذیفہ کو لقب ملا ”صاحب سر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم“ یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ازدار۔ کتنا بڑا لقب ہے۔ ایک جگہ جمعہ تھا میں نے اور باتیں بھی کیں، ایک یہ بھی کی میں نے کہا: لوگ فضائل اعمال کی تعریف کرتے ہیں اور فضائل اعمال سے جو مسائل نکلتے ہیں، ان پر توجہ نہیں دیتے۔ فضائل اعمال میں واقعہ لکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں جب کوئی جنازہ ہوتا، تو پوچھتے کہ اس جنازہ میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ ہیں یا نہیں؟ اگر حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ ہوتے تو جنازہ پڑھتے، وگرنہ جنازہ نہ پڑھتے، فرماتے اس لیے کہ اللہ کے نبی نے منافقین کا حال حضرت حذیفہ کو بتا دیا تھا کہ کون

کون منافق ہیں۔ اگر حذیفہ نہ آئے تو سمجھنا، منافق کا جنازہ ہے اور عمر منافق کا جنازہ نہیں پڑھے گا۔

(فضائل اعمال: ص 118 حکایات صحابہ، آٹھواں باب)

میں نے کہا: بتاؤ اس فضائل اعمال سے کیا پتہ چلا کہ ہر بندے کا نماز جنازہ نہیں پڑھا کرتے۔ جب ہم کہتے ہیں کہ فلاں کا پڑھو، فلاں کا نہ پڑھو، تو کہتے ہیں شرارتی ہے، امت میں توڑ پیدا کرتا ہے۔ میں نے کہا حضرت عمر رضی اللہ عنہ، معاذ اللہ امت میں توڑ پیدا کرتے تھے؟ اللہ کے نبی جو نام لے کر بتلاتے تھے، فلاں منافق ہے، وہ معاذ اللہ توڑ پیدا کرتے تھے؟ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ کی فضائل اعمال امت کو توڑنے کے لیے یا جوڑنے کے لیے؟ [جوڑنے کے لیے۔ سامعین]

مرکز کا کام حضرت حذیفہ الیمان والہ:

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے راز دار تھے۔ چلو بات چل پڑی، آپ کو سمجھانے کے لیے کہتا ہوں، علماء تو سمجھتے ہیں یہ جو ہمارے ہاں مرکز اہل السنۃ والجماعۃ کے نام سے ادارہ ہے، ہم یہ بات سمجھانے کے لیے کہتے ہیں، اس مرکز کا کام حضرت حذیفہؓ والا ہے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے:

”كَانَ النَّاسُ يَسْأَلُونَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْخَيْرِ
وَكُنْتُ أَسْأَلُهُ عَنِ الشَّرِّ“

(صحیح البخاری رقم: 7084)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ کرام خیر کی بات پوچھتے اور میں شر کی باتیں پوچھتا تھا۔

وہ خیر کی باتیں پوچھتے حاصل کرنے کے لیے اور میں شر کی باتیں پوچھتا، امت کو بچانے کے لیے۔ آپ کسی بھی حکیم کے پاس جائیں، حکیم دوادیتا ہے ساتھ

پر ہیز بھی بتاتا ہے یا نہیں؟ [بتاتا ہے۔ سامعین] کہتا ہے یہ تمہارے لیے خیر ہے، یہ شر ہے۔ تو ہمارے اس مرکز کا کام حضرت حدیفہ رضی اللہ عنہ والا ہے کہ امت کو بتاؤ، یہ فتنہ ہے اس سے بچو اور یہ دنیا کا مشکل کام ہے۔ اس پر غیر تو کیا ابنوں کا مزاج بھی بدل جاتا ہے۔ ”یہ کوئی زمانہ ہے ان باتوں کا، امت کو لڑاتے ہیں“ نہ بابا! ہم امت کو لڑاتے نہیں صحیح راستہ بتاتے ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور لوگوں کی ملامت:

حضرت حدیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے راز دار ہیں۔ دسترخوان پر بیٹھے تھے۔ سامنے ایران کے جرنیل بیٹھے ہیں، مذاکرات تھے۔ حضرت حدیفہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے کھانے کا لقمہ زمین پر گرا۔ حضرت حدیفہ رضی اللہ عنہ نے اٹھایا، صاف کیا۔ جب صاف کر کے کھانے لگے، ساتھ بیٹھے آدمی نے کہنی ماری: یہ لوگ کیا کہیں گے کہ ان کو کھانے کا طریقہ نہیں آتا۔

حضرت حدیفہ رضی اللہ عنہ نے بڑا پیارا جواب دیا۔

(میں جب پہلی بار افریقہ سفر پر گیا، تو میں چپاٹا جا رہا تھا۔ میرے میزبانوں نے کہا، راستہ میں ایک جگہ آتی ہے، لوگ وہاں آپ کو اتاریں گے، کھانا کھلائیں گے، پھر آگے گاڑی پر چھوڑ آئیں گے۔ میں وہاں اترا، وہ لے گئے کھانے کے لیے۔ یہ وہ لوگ تھے جو ہندوستان ضلع گجرات کے ہیں۔ ان کی عادت کیا ہے؟ وہ کھانے سے پہلے میٹھا کھاتے ہیں اور کھانا بعد میں کھاتے ہیں، ہمارے ہاں کھانا پہلے میٹھا بعد میں۔

انسانی معدہ، اللہ کی ایک عظیم نعمت:

اب یہ کھانے سے پہلے میٹھا کیوں؟ معدہ کا مزاج یہ ہے کہ یہ مٹھاس کو بڑی جلدی قبول کرتا ہے۔ اگر کسی کھانے میں مٹھاس نہ ہو تو معدہ اس کھانے کو قبول کرتا ہی نہیں ہے۔ ہمارے ہاں میٹھے کا مطلب کھنڈ [چینی، شوگر] گڑ وغیرہ ہے، ایک میٹھے

کی خاص مقدار جو معدہ کو چاہیے، وہ گندم میں موجود ہے، چاول میں موجود ہے۔ اگر ان میں میٹھے کا وجود ختم ہو جائے تو معدہ خوراک قبول ہی نہ کرے۔ یہ معدہ کا مزاج ہے اور معدہ کا مزاج ہے یہ مکھی کبھی قبول نہیں کرتا۔ آپ نے دیکھا اگر منہ میں مکھی آئے تو باہر پھینکتے ہیں یا نہیں؟ خود باہر پھینکتے ہیں، بوٹی اندر جاتی ہے، لیکن مکھی اندر کیوں نہیں جاتی؟ یہ معدے کا مزاج ہے، مکھی قبول نہیں کرتا، مٹھاس قبول کر لیتا ہے۔

قاسم العلوم والخیرات مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ دارالعلوم دیوبند کے بانی فرمایا کرتے تھے، جس طرح معدہ مٹھاس کو قبول کرتا ہے، اسی طرح صدیق صداقت کو قبول کرتا ہے، جس طرح معدہ مکھی قبول نہیں کرتا اسی طرح صدیق کذب قبول نہیں کرتا۔ اب یہ نانوتوی رحمہ اللہ کا مسئلہ تب سمجھ میں آئے گا جب معدہ کا مزاج سمجھ میں آئے گا۔

اب گجراتی لوگ پہلے میٹھا کیوں کھاتے ہیں؟ تاکہ کھانا زیادہ کھائیں۔ ہم لوگ میٹھا بعد میں کیوں کھاتے ہیں کہ بعد میں میٹھا کھانا سنت ہے۔ کیوں؟ پہلے میٹھا کھائیں گے بھوک زیادہ لگے گی، بعد میں میٹھا کھائیں گے، جو کھایا ہوگا ہضم ہوگا۔ اللہ کے نبی یہ نہیں چاہتے کہ آپ زیادہ کھائیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے ہیں کہ جو کھایا ہضم ہو جائے۔ سنت کی حکمت سمجھ میں آئی؟

میں بتا رہا تھا کہ دسترخوان لگا تو انہوں نے مٹھائی رکھ دی، ساتھ کھانا بھی رکھ دیا۔ اب میں نے مرغ کی ٹانگ نکالی تو مجھ سے پہلے کراچی کے مولوی صاحب وہاں تھے، آہستہ سے مجھے کہنے لگے: یوں نہ کرو۔ میں نے کہا: کیوں؟ کہنے لگے: یہ سمجھیں گے اس کو کھانے کا طریقہ نہیں آتا، یہ پہلے میٹھا کھاتے ہیں بعد میں سالن کھاتے ہیں۔ میں نے کہا: میں سمجھو گا ان کو کھانے کا طریقہ نہیں آتا۔ بات تو صرف اتنی ہے وہ

ہمارے بارے میں سمجھیں ہم ان کے بارے میں سمجھیں۔

بات حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی چل رہی تھی

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے تاریخی جملہ ارشاد فرمایا جس کو تاریخ نے

سینہ میں محفوظ کر رکھا ہے، فرمایا: ”اترك سنة حبیبی لہولاء الحمقاء“

ان بے وقوفوں کی وجہ سے محبوب کی سنت کو چھوڑ دوں؟ یہ کیسے ہو سکتا

ہے؟

مسلمانوں کو عیسائی پادری کے دوکار آمد مشورے:

آپ میں سے کوئی بندہ یورپ جائے۔ وہاں جائے کہ یہ جو یہاں سے یورپ جاتے ہیں، ان کو گھاس کوئی نہیں ڈالتا، میں مذاق نہیں کرتا اور جب کوئی ہم جیسا پگڑی باندھ کر کندھے پر چادر رکھ کر جائے، تو انگریز بھی دیکھتا ہے کہ یہ کون ہے؟ جو ہمارے نظام سے متاثر نہیں ہے۔ ایک عیسائی پادری راینونڈ آیا۔ چالیس دن لگا کر چلا گیا۔ وہ جماعت میں وقت لگانے آیا تھا، تبلیغی نظام کو دیکھنے کے لیے۔ جب وہ جانے لگا تو اس نے کہا: میں تمہیں دو نصیحتیں کرتا ہوں، دو کام کبھی نہ چھوڑنا۔

1: جب پاکستان سے باہر جاؤ اپنا لباس کبھی نہ بدلنا۔ ہم لوگ تمہارے لباس

سے بہت متاثر ہوتے ہیں۔

2: جب باہر آؤ، وقت پر اذانیں دے کر نمازیں پڑھنا۔ یہ ہمارے کلیجے کو

چیر دیتی ہیں۔

ابھی تین دن پہلے کی بات ہے، ایک ساتھی مجھے کہنے لگا: ایک بات

دکھاؤں؟ میں نے کہا: دکھاؤ۔ تو اس نے کسی چینل پر دکھایا کہ امریکہ میں پاکستانی

کیمونٹی کا اسکول ہے اور یہاں سے انٹرویو کرنے کے لیے جانے والی لڑکی ہے۔ آپ

حیران ہوں گے، پاکستانی کیمونٹی کا اسکول ہے، لڑکیوں کا بھی اسکول، ٹیچر کا بھی

اسکراف، ہیڈ مسٹر یس کا بھی اسکراف اور پاکستانی کپڑوں میں اور جو یہاں سے انٹریو کے لیے گئی، وہ پینٹ شرٹ میں پھر رہی ہے، یعنی وہ امریکہ میں رہ کر بھی مسلمان اور یہ پاکستان میں رہ کر بھی کافروں کی طرح کالباس پہنے ہوئے۔ اب بتاؤ امریکہ والے ان سے متاثر ہوں گے یا ان سے؟ اس کو تو کنجری سمجھیں گے۔ میری باتوں کو سخت نہ سمجھنا۔ وہ سمجھیں گے یہ ہماری طرح ہیں، جیسے ہم ویسے یہ ہیں۔

سوچ کا فرق ہے:

میں نے کہا: جو جیتا ہے جینے کے لیے، اس کی فکر کیا ہوتی ہے؟ لوگ کیا کہیں گے اور جو جیتا ہے مرنے کے لیے، اس کی فکر کیا ہوتی ہے؟ میرا اللہ کیا کہے گا؟ میرا رسول کیا کہے گا؟ اب آپ بتائیں، مرنے کے لیے جینا ہے آپ نے یا جینے کے لیے جینا ہے؟

اس پر میں آپ کو ایک شعر سناتا ہوں، اس کو ذہن میں رکھا کریں:

لوگ سمجھیں مجھے محروم وقار و تمکین

مگر وہ نہ سمجھیں کہ میری بزم کے قابل نہ رہا

لوگ جیسا بھی سمجھیں، لیکن اللہ یہ سمجھیں کہ یہ میرا ہے۔ تو بس یہ دعا

کریں کہ اللہ ہمارا بن جائے، لوگوں کی کوئی پرواہ نہیں۔ ہمارے شیخ فرماتے ہیں:

جو تو میرا تو سب میرا، آسماں میرا زمیں میری

اک تو نہیں میرا، تو کوئی شئی نہیں میری

اللہ کی قسم آپ اللہ کے بن جائیں، پوری زمین آپ کی ہے۔ جیسا کہ پہلے بھی

میں نے سنایا، جگر مراد آبادی شاعر، شرابی تھا، بعد میں اللہ سے توبہ کی، اللہ والا بن گیا،

حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت کی، شراب چھوڑ دی، بدل گیا۔ جب جگر

مراد آبادی واپس آیا۔ جگر کو ڈاکٹروں نے کہا: جگر! شراب پیو ورنہ مر جاؤ گے، تمہارا

معدہ شراب کا عادی ہے۔ تو جگر نے پوچھا: اگر میں شراب پیتا رہا تو کتنے سال تک جی سکتا ہوں؟ تو انہوں نے کہا: اگر شراب پیو گے تو چھ، سات سال زندہ رہ جاؤ گے۔

جگر چونکہ بیعت ہو گیا تھا، اب دل میں اللہ کی محبت کی چوٹ لگ گئی تھی، جگر انہیں کہنے لگا: میں شراب پی کر زندہ رہوں، اس سے بہتر ہے کہ شراب چھوڑوں اور ابھی مر جاؤں۔ کیوں؟ شراب پیوں گا تو میرا اللہ ناراض ہوگا، شراب چھوڑوں گا تو میرا اللہ خوش ہوگا، خدا کو ناراض کر کے زندہ رہنے سے بہتر ہے، اللہ کو راضی کروں اور فوراً مر جاؤں۔ شراب چھوڑ دی پھر چھ سال نہیں کئی سال تک زندہ رہا۔ موت و حیات تو اللہ کے اختیار میں ہے۔

رنج و غم دور کرنے کا نسخہ:

میں اللہ کی قسم اٹھا کر یہ بات کہتا ہوں، میں یہ بات کس درد کے ساتھ آپ کو سمجھاؤں! مرنے کے لیے تم جینا شروع کر دو، اللہ دل کو غموں سے آزاد کر دے گا۔ دنیا جہاں کا نقصان ہوگا، آپ کا دل نغمکین نہیں ہوگا۔

ہمارے شیخ کا بڑا پیار جملہ ہے، فرماتے ہیں: بتاؤ! دنیا والے ایک گھڑی کو واٹر پروف بنا سکتے ہیں، کیا اللہ غم پروف دل نہیں بنا سکتے؟ ایسا دل جس میں غم جائے ہی نہ۔ کبھی اللہ والے کے چہرے پر غم آتا ہے؟ اس کے دل میں غم نہیں ہوتا۔ اللہ دل کی وہ خوشیاں عطا کرتے ہیں کہ دنیا اس کو تصور بھی نہیں کر سکتی۔

میں تمہیں یہ بات کس درد سے سمجھاؤں؟ ہمارے ہاں معاملات چلتے ہیں آپ کے سامنے ہیں ہم نے شعبان میں ہال بنایا، ساڑھے سات لاکھ لگائے۔ گر گیا، سب پریشان تھے۔ میں قسم اٹھاؤں مسجد میں تو جھوٹا نہیں ہوں گا، ہمیں رتی برابر بھی دکھ نہیں ہوا۔ میں نے کہا: خدا نے بنایا تھا، گر گیا پھر بن جائے گا۔ دو مہینے بھی نہیں گزرے اس سے بہتر بن گیا۔ آپ کے سامنے ہے، میرے دو سال میں کتنے ایکسڈنٹ

ہوئے ہیں۔ ابھی تازہ ہوا تھا، کتنی مہنگی گاڑی تھی۔ طلبہ میرے پاس موجود تھے، ان سے پوچھ سکتے ہو، اگر مجھے رتی برابر بھی دکھ ہوا ہو۔ یہ ٹوٹ جاتی، اللہ اور دیتا۔ کچھ اللہ پر اعتماد کرنا سیکھو۔

والد پر اعتماد ہے، اللہ پر نہیں:

مجھے ایمان سے بتاؤ! باپ اپنے بیٹے کو کہتا ہے: بیٹا دیکھو، مجھے خوش کر دو میرے مرنے کے بعد جائیداد ساری تیری ہے۔ مجھے خوش کر دو فیکٹری ساری تیری، اللہ کہتا ہے: مجھے خوش کر دو ساری کائنات تیری ہے۔ اللہ پر اعتماد نہیں ہے، باپ پر اعتماد ہے، خدا پر اعتماد کر کے دیکھو، اللہ کیسی خوشیاں عطا کرتے ہیں۔

ابھی کل کی بات ہے میں نے ایک ساتھی کو کہا: کیا کر رہے ہو؟ کہنے لگا: فلاں کام کرتا ہوں۔ میں نے کہا: بھائی صدقہ بھی نکالتے ہو؟ کہنے لگا: جب سے آپ نے کہا، نکالتا ہوں۔ میں نے کہا: کہاں پر؟ کہنے لگا: جہاں ضرورت ہو۔ میں نے کہا: ضرورت تو ہمارے ہاں بھی بہت ہے۔ کہنے لگا: چھڈو جی تمہانوں کی ہٹری لوڈ اے؟ [چھوڑیے جی آپ کو کیا ضرورت ہے؟] وجہ کیا ہے؟ ہمارے چہرے پہ غم نظر نہیں آتا تو سمجھتے ہیں ان کو ضرورت ہی نہیں ہے۔ میں نے کہا ضرورت ہوتی ہے لیکن ہم بھیک نہیں مانگتے، رات کو اٹھ کر خدا کے حضور روتے ہیں، اس سے مانگتے ہیں، اللہ پھر کوئی ترتیب بنا دیتے ہیں۔ اللہ ہمیں سمجھنے کی توفیق دے۔

موت سامنے ہو تو گناہ نہیں ہوتے:

میں عرض کر رہا تھا کہ موت کو سامنے رکھو، پھر گناہ چھوڑنے بہت آسان ہیں۔ مسئلہ صرف اعمال کا نہیں ہماری زندگی کا مسئلہ بھی ہے۔ موت سامنے رکھ کر جنمیں گے، تو ڈاکے پڑنے پر کبھی ہارٹ اٹیک نہیں ہوگا، مکان گرنے پر ہارٹ اٹیک نہیں ہوگا، کیوں؟ یقین ہے اس میں اللہ نے خیر رکھی ہے۔

ہماری ذات، ہماری اولاد:

میں نے عرض کیا تھا کہ ایک معاملہ ہے ہماری ذات کا، دوسرا معاملہ ہے ہماری اولاد کا۔ ذات کے بارے میں دو باتیں بتلائیں۔ جو شخص دنیا میں جیتتا ہے جینے کے لیے، اس کو فکر ہوتی ہے، میں مر گیا تو میری اولاد کا کیا بنے گا؟ اور جو جیتتا ہے مرنے کے لیے اس کی فکر ہوتی ہے، میری اولاد مر گئی، تو اس کا کیا بنے گا؟ ہم میں سے ہر ایک کو یہ فکر ہے کہ میں مر گیا تو اولاد کا کیا بنے گا؟ چلو میٹرک کرے، بی اے کرے، ایم / اے کرے، کوئی محنت و مزدوری کرے، ”بیٹا! جتنی دیر میں زندہ ہوں اتنی دیر تک بہاریں ہیں، میں مر گیا تو تجھے کسی نے پوچھنا تک نہیں“

والدین یہی بات کہتے ہیں نا؟ کیا جو خدا تجھے پوچھتا ہے تیری اولاد کو نہیں پوچھے گا؟ اس سے پوچھو: جب تیرا باپ مرا پھر تجھے خدا نے چھوڑ دیا تھا؟ ہمارا دادا مر گیا، خدا نے باپ کو نہیں چھوڑا، باپ مر گیا تو ہمیں نہیں چھوڑا، ہم مر گئے تو خدا ہماری اولاد کو چھوڑ دیں گے؟ ہم کیسی بات کرتے ہیں؟ اولاد کے جینے کا فکر کرو ہم اس سے منع نہیں کرتے لیکن اولاد کے مرنے کا بھی فکر کرو، وگرنہ بڑا نقصان ہوگا۔

اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بات پر یقین کرو۔ ہم مسلمان نہیں کریں گے تو کون یقین کرے گا؟ قیامت کے دن جب جہنم میں اولاد جائے گی تو کہے گی اللہ میرے والدین کو دو گنا عذاب دے۔ یہ ہمیں دین پر لگاتے ہم لگ جاتے، ہم جو دین پر نہیں لگے تو یہ میرے باپ اور میری ماں کا تصور ہے۔ کیوں قیامت میں خدا کی عدالت میں مجرم بن کے کھڑے ہوتے ہو؟ اس لیے آج طے کرو کہ ہم اپنی زندگی بھی بدلیں گے اور اپنی اولاد کی زندگی بھی بدلنے کی فکر کریں گے۔

اولاد، والدین کا عکس ہوتے ہیں:

میری بات کا مطلب سمجھیں، کیونکہ آپ لوگ مولوی نہیں ہیں نا، اس لیے

میں اس کی شرح کر دیتا ہوں، ہم اپنی زندگی نہیں بدلتے، اولاد کی فکر کرتے ہیں۔ یہ ہمارے اپنے گاؤں کا واقعہ ہے۔ بیٹھک میں بیٹھے تھے ہم چار بھائی، باتیں کر رہے تھے۔ ایک آدمی آیا اور کہنے لگا: مولوی صاحب ان بچوں کو مسجد لے جاؤ، نہ جائیں تو جوتے لگاؤ۔ میں نے کہا: تجھے کیا لگائیں؟ خود نماز پڑھ نہیں رہے، بچوں کو جوتے لگاؤ، بچوں کو جوتے لگانے کا کیا مطلب؟

جب باپ نماز پڑھے گا تو بیٹا جائے گا یا نہیں؟ ماں نماز پڑھے گی تو بیٹی پڑھے گی یا نہیں؟ مجھے کوئی ایسا گھر بتائیں کہ باپ گانا نہ سنے، بیٹا پھر بھی سنے۔ پہلے جوانی میں ماں فلمیں دیکھتی ہے، پھر بوڑھی ہوتی ہے توبہ کرتی ہے، تو اولاد دیکھتی ہے، گھر میں ٹیلی ویژن لایا کون ہے؟ ٹیلی ویژن تو ماں لائی ہے جہیز میں، ٹیلی ویژن تو باپ لایا ہے۔ یہ گھر میں کیبل کا کنکشن کس نے دیا ہے؟ پھر کہتا ہے کہ بیٹا ٹھیک نہیں ہوتا۔ اس لیے کہتا ہوں کہ اس بات کو سمجھو، خود بدلو اور اولاد کو بدلنے کی فکر کرو۔ ہم خود نہیں بدلتے لیکن اولاد کے بدلنے کی فکر کرتے ہیں۔ ایسے اولاد نہیں بدلتی، باپ بدل جائے، اولاد بدل جاتی ہے۔ بہت کم ایسے ہوتا ہے کہ باپ بدلے، پھر بھی اولاد نہ بدلے۔ اس لیے کہتا ہوں کہ پہلے خود کو بدلو، بعد میں مسئلہ اولاد کا ہے۔ اللہ ہم سب کو مرنے کے لیے زندہ رہنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔ اس لیے قبر و آخرت کو سامنے رکھیں۔

میں انہی باتوں پر اپنی گفتگو ختم کرتا ہوں۔ میں بھی توبہ کرتا ہوں، آپ بھی توبہ کریں۔ کسی بندے کا حق دینا ہے، تو اللہ کے لیے حق کو جلدی ادا کریں اور اگر استعداد نہیں ہے، تو اس سے معافی مانگو۔ اگر معاف نہیں کرتا تو لکھ کر اپنے گھر رکھو اور اولاد کو کہہ دو: میں نے فلاں فلاں کا دینا ہے، جب اللہ توفیق عطا فرمائے دے دینا۔ وصیت کر کے مر جاؤ۔ امید ہے اللہ کوئی نہ کوئی صورت پیدا فرمادیں گے۔ اللہ ہم سب کو یہ باتیں سمجھنے اور ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اللہ تک پہنچنے کا ذریعہ

www.ahnafmedia.com

خانقاہ اشرفیہ اخترئیہ

مرکز اہل السنۃ والجماعۃ سرگودھا

6 دسمبر 2012ء

اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا ذریعہ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد! فَأَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ
الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ ﴿اللّٰهُ يَجْتَبِيْ اِلَيْهِ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِيْ اِلَيْهِ
مَنْ يُنَبِّئُ﴾

﴿سورة الشوری: 13﴾

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰی اِبْرٰهِيْمَ وَعَلٰی
اٰلِ اِبْرٰهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ
عَلٰی اِبْرٰهِيْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرٰهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔

میں نے آپ کے سامنے سورۃ الشوریٰ کی ایک آیت تلاوت کی ہے۔ اللہ
رب العزت نے اس آیت میں اپنی ذات تک پہنچنے کے دو راستے بتائے ہیں۔ ہر انسان
کی اصل منزل اللہ کی ذات ہے۔ اللہ ہی خالق ہے، اللہ ہی مالک ہے، اللہ تمام انسانوں
کی اصلی منزل ہے۔

اس آیت میں اللہ نے اپنے تک پہنچنے کے دو طریقے بیان فرمائے ہیں۔ ایک
”اجتنباء“ اور دوسرا ”انابت“ ہے۔ بسا اوقات بندہ محنت نہیں کرتا اور اللہ بغیر محنت
کے بندہ کو اپنے تک پہنچا دیتے ہیں اور بسا اوقات انسان محنت کرتا ہے اور محنت کرنے
کے بعد اللہ اس کو اپنی ذات تک پہنچاتے ہیں۔ دونوں طریقے چلتے ہیں۔ اس کو کبھی
یوں بھی کہتے ہیں کہ ایک چیز ہوتی ہے ”وہب“ اور ایک چیز ہوتی ہے ”کسب“۔
مثلاً قرآن میں اللہ نے چار طبقات وہ بیان فرمائے ہیں جو انسانیت کے سب سے اعلیٰ
طبقے ہیں۔

1: نبیین
2: صدیقین
3: شہداء

4: صالحین عنی انبیاء، صحابہ، شہداء اور اولیاء۔

اسے یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ پہلا مقام نبوت، دوسرا مقام صحابیت، تیسرا مقام شہادت اور چوتھا مقام ولایت ہے۔

ان میں دو مقام ”مقام وہب“ ہیں اور دو مقام ”مقام کسب“ ہیں۔ نبوت اور صحابیت مقام وہب ہیں اور شہادت اور ولایت مقام کسب ہیں۔ نبوت اور صحابیت محنت اور اعمال سے نہیں ملتی بلکہ اللہ تعالیٰ کی عطا سے ملتی ہے اور شہادت و ولایت کا مقام انسان کو محنت سے ملتا ہے۔ انسان محنت کرتا ہے تو اللہ اس کو عطا فرمادیتے ہیں۔ میں سمجھا رہا تھا کہ ایک ”وہب“ ہے اور ایک ”کسب“ ہے۔ دونوں کو ایک مثال سے سمجھیں:

وہب اور کسب کی مثال:

ہمارے شیخ حضرت اقدس عارف باللہ مولانا شاہ محمد حکیم اختر دامت برکاتہم نے ایک بہت پیاری مثال ارشاد فرمائی ہے۔ حضرت فرمانے لگے کہ شاہ محمد احمد رحمہ اللہ ایک بہت بڑے شیخ تھے اور بہت بڑے آدمی تھے۔ ہمارے شیخ حضرت اقدس حکیم صاحب نے شاہ محمد احمد رحمہ اللہ کی خدمت میں تین سال مستقل صحبت میں گزارے۔

ہمارے ہاں سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ ہم جس شخص سے بیعت کا تعلق جوڑتے ہیں، اس کی مجلس میں نہیں بیٹھتے، کبھی کبھی اس کی مجلس میں آ بھی جائیں، تو مستقل اس کی صحبت میں نہیں بیٹھتے۔ اس کا نتیجہ کیا نکلتا ہے کہ جو رنگ شیخ کا مرید پر چڑھنا چاہیے، وہ نہیں چڑھ پاتا۔

خیر میں جو بات عرض کر رہا تھا کہ حضرت شاہ محمد احمد رحمہ اللہ کی صحبت میں حضرت حکیم صاحب دامت برکاتہم نے تین سال گزارے ہیں۔

تین سال کا عرصہ بہت بڑا عرصہ ہے، حضرت چونکہ کالج میں پڑھتے

تھے؛ جامعہ طیبہ کالج علیگڑھ میں۔ تو حضرت کی خانقاہ میں رہتے، وہاں سے کالج جاتے اور کالج سے پھر خانقاہ جاتے۔ پوری رات خانقاہ میں گزارتے، پھر وہاں سے کالج اور کالج سے خانقاہ۔ تو جو ان کی جوانی کا عرصہ تھا، وہ بوڑھے شیخ کے حوالے کیا۔ یہ وہی شاہ محمد احمد رحمہ اللہ ہیں، جنہوں نے مرزا غالب کے شعر کا بڑے پیارے انداز میں جواب دیا تھا۔ مرزا غالب نے شعر کہا تھا:

عشق نے غالب نکما کر دیا
ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے

حضرت شاہ محمد صاحب نے اس کا جواب دیا، فرمایا:

عشق نے کما کر دیا احمد
آدمی تھے ورنہ ہم بس نام کے

کیونکہ غالب عشق مجازی پہ مرتا تھا اور شاہ محمد احمد عشق حقیقی پہ روتے تھے، تو ظاہر ہے کہ اپنے میدان میں وہ ٹھیک کہہ رہا ہے اور اپنے میدان میں یہ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ یہ شاہ محمد احمد وہ ہیں جنہیں ”پر تاب گڑھی“ کہتے ہیں۔ دوسرے شیخ شاہ عبدالغنی پھولپوری ہیں۔ ان کی خدمت میں حکیم صاحب نے اٹھارہ سال گزارے۔ دیکھو ”اٹھارہ سال“ بات کہنی بڑی آسان ہے۔

تذکرہ حضرت حکیم محمد اختر دامت برکاتہم:

ہم حضرت کی خدمت میں تھے، تو حضرت فرمانے لگے: آج لوگوں کو تعجب ہوتا ہے کہ حکیم اختر بوڑھے کے پاس لوگ اپنی جوانیاں لٹاتے ہیں۔ کسی کو یہ نہیں پتا کہ اختر نے اپنی جوانی ایک بوڑھے کے قدموں میں اٹھارہ سال لٹائی ہے، یہ تو کسی کو نہیں پتا۔ آج لوگ میری سہولتیں، راحتیں دیکھتے ہیں، لیکن یہ نہیں پتا کہ میں نے شیخ کی خدمت کتنی کی ہے؟

حضرت حکیم صاحب نے ”معارف مثنوی“ کتاب لکھی اور حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ کے ہاں تقریظ کے لیے لے گئے۔ حضرت بنوری فرماتے ہیں: جب یہ معارف مثنوی میرے پاس آئی، تو مجھے پتا چلا کہ حکیم اختر مولوی ہے، ورنہ میں یہ سمجھتا تھا کہ یہ مولانا عبدالغنی پھولپوری کا نوکر ہے۔ ”خادم“ تو بڑا عزت والا لفظ ہے، حضرت فرماتے ہیں: میں سمجھتا تھا کہ نوکر ہے، کیوں؟ حضرت کی دو انیاں کوٹنی، حضرت کے نسخے کوٹنے اور حضرت کے سر پر مالش کرنی، لنگی باندھ کے ان کی خدمت میں لگد رہتے تھے، تو لوگ سمجھتے کہ یہ حضرت کا نوکر ہے۔

معارف مثنوی لکھی، تو پتہ چلا کہ یہ شخص نوکر نہیں ہے بہت بڑا عالم ہے۔ بندوں کو یہ بات سمجھ نہیں آتی۔ جب تک آدمی خدمت کر کے اپنے آپ کو شیخ کے وجود میں فنا نہ کر دے۔ اس وقت تک کامیابی انسان کو نہیں ملا کرتی۔

تذکرہ شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمہ اللہ:

آپ نے نام سنا ہے، حضرت شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ کا، یہاں خانقاہ ڈھڈیاں میں ان کی قبر ہے۔ یہ رائے پور کے نہیں تھے۔ دراصل ان کے شیخ تھے شاہ عبدالرحیم رحمہ اللہ، یہ اپنے شیخ میں اس قدر فنا تھے کہ لوگ ان کو بھی شاہ عبدالقادر رائے پوری کہتے ہیں۔ ایک مرتبہ ریلوے اسٹیشن پہ لوگ بہت بڑی تعداد میں آئے ہوئے تھے۔ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے کسی سے پوچھا کہ یہ رش کیوں ہے؟ جواب ملا کہ شاہ عبدالرحیم رحمہ اللہ کے جانشین، شاہ عبدالقادر رائے پوری تشریف لائے ہیں، تو لوگ ان کی زیارت کے لیے جمع ہوئے ہیں۔ حضرت تھانوی نے فرمایا کہ ہم بھی زیارت کرتے ہیں کیونکہ بڑے آدمی ہیں۔

جب ان کی مجلس میں پہنچے تو حکیم الامت حضرت تھانوی نے سوال کیا کہ

آپ حضرت کے جانشین ہیں اور ہم نے آپ کو کبھی بھی حضرت کی خانقاہ میں رائے پور میں نہیں دیکھا، تو آپ کیسے جانشین بنے، اور اتنی بڑی نسبت آپ کو کیسے ملی ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ جب کبھی آپ خانقاہ میں آئے تھے، تو ایک وہاں ”کالو“ ہوتا تھا، میں وہی کالو ہوں۔

یہ بات کسی کو سمجھ نہیں آتی، میں یہی روتا ہوں کہ خدمت بہت بڑی بات ہے، آدمی کو خدمت کرنا سمجھ نہیں آتی۔ تو انہوں نے کہا کہ میں وہی ہوں جس کو لوگ ”کالو“ کہتے تھے۔ میں وہی عبدالقادر ہوں، دیکھا اللہ نے کتنا مقام عطا فرمایا۔

ایک نکتہ:

میں ایک بات نکتہ کے طور پر عرض کرتا ہوں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا سب سے بڑا کمال ”صحابیت“ ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا مقام سب سے بڑا ہے۔ اس پر آپ ایک دلیل ذہن نشین فرمائیں! صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا مقام سب سے بڑا ہے۔ صحابہ کرام کا بڑا مقام ہے، لیکن واحد وہ صحابی جن کو قرآن نے ”صحابی“ کہا وہ حضرت ابو بکر صدیقؓ ہیں:

إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا ﴿التوبة: 40﴾

تو ان کا مقام سب سے بلند ہونا چاہیے۔ یہ حضرت ابو بکرؓ کا اعزاز ہے۔

شاہ محمد احمدؒ اور شاہ ابرار الحق رحمہ اللہ ہر دوئی، ہمارے حکیم صاحب کے شیخ ہیں۔ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے دنیا سے وفات پا جانے والے سب سے آخری خلیفہ حضرت شاہ ابرار الحق ہیں۔ میں نے الحمد للہ ان کی زیارت کی ہے، میں دعویٰ نہیں کرتا لیکن شاذ و نادر بندے ایسے ہوں گے، جنہوں نے یہ منظر دیکھا ہو، جو میں نے درجہ ثالثہ والے سال دیکھا کہ شاہ ابرار الحق ہر دوئی کھڑے ہیں اور ہمارے مرشد حضرت حکیم اختر دامت برکاتہم اور مفتی رشید احمد دونوں ڈنڈا لگا چلا رہے تھے۔

شاہ صاحب کھڑے دیکھ رہے تھے، ایک بوڑھا شیخ کھڑا دیکھ رہا ہے اور دوسرے بوڑھے ڈنڈا چلانا سکھا رہے ہیں۔

یہ منظر ہم نے درجہ ثالثہ میں دیکھا ہے اور کر اچی سے بہت دور صبح سیر کے لیے سپہ بانی وے پر گئے اور اپنے شیخ کو گتکا چلا کر سکھایا۔ اب بتاؤ اگر کوئی ابھی شیخ اپنے کسی مرید کو کہے تو وہ کیسے تیار ہو گا وہ کہے گا میں اتنا بڑا معزز آدمی اور مجھے کام کہہ دیا ہے۔ تو اپنے شیخ کو بڑھاپے میں ڈنڈا چلا کر سکھا رہے ہیں، کیوں؟ کہ ہمارا شیخ بوڑھا اس سے خوش ہو گا۔ اپنے شیخ کو اس سے خوش کریں۔

خیر میں حضرت شاہ محمد احمد کا واقعہ عرض کر رہا تھا کہ حضرت کسی کی عیادت کے لیے تشریف لے جا رہے تھے۔ ساتھ شاہ ابرار الحق بھی ساتھ تھے۔ راستے میں مولانا محمد احمد صاحب نے فرمایا: یہاں ہمارے ایک دوست حکیم سلمان صاحب ہیں، ان کو بھی ساتھ لے چلو۔ ان کو لینے کے لیے گئے تو وہ سو رہے تھے۔ فرمایا کہ ان کو اٹھا دو۔ حکیم صاحب فرماتے ہیں کہ اصل میں تو اٹھانا تکلیف کا سبب تھا، اگر ان کو نہ اٹھاتے تو ان کو تکلیف زیادہ ہوتی۔

اب بتاؤ! رات کو آپ کے گھر کوئی بڑا آدمی آئے اور آپ سو رہے ہوں اور وہ واپس چلا جائے۔ جب آپ کو پتہ چلے تو آپ نے رونا ہے یا نہیں؟ کہ ہمیں اٹھا دیتے۔ الغرض، کہا کہ ان کو اٹھاؤ اور انہیں ساتھ لے کر چل پڑے۔ اس پر ہمارے مرشد کے مرشد حضرت ابرار الحق نے فرمایا کہ اسے کہتے ہیں: ”جبنا“ حکیم سلمان سوئے پڑے ہیں اور ان کو اٹھا کر ساتھ ملایا۔ میں ”وہب“ بتا رہا تھا کہ آدمی محنت نہیں کرتا بلکہ محنت کسی مقام تک پہنچتا ہے۔

آگے نکلے تو آگے ان کے میزبان تھے، ڈاکٹر صاحب، ان کی کار میں جانا تھا۔ جب ان کی کار تک پہنچے، ڈاکٹر صاحب نے دروازہ کھولا اور کہا کہ اندر آجائیں۔ یہ دیکھ

کر مولانا ابرار الحق ہر دوئی کہنے لگے کہ اسے کہتے ہیں: ”انابت“ دیکھو ہم تھوڑا سا چلے ہیں، تو کار کا دروازہ کھلا تو ہم بیٹھے۔ کبھی اللہ کسی آدمی کو کھینچ لیتے ہیں۔ جیسے یہ سوئے ہوئے تھے۔ توشیح نے اٹھایا، اور کبھی اللہ تعالیٰ محنت کرنے کی وجہ سے منزل تک پہنچا دیتے ہیں جیسے یہ گئے اور ڈاکٹر صاحب نے گیٹ کھولا اور یہ گاڑی میں بیٹھ گئے۔

چند واقعات:

تو میں بات یہ سمجھا رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے دو راستے ہوتے ہیں۔ ایک راستہ یہ ہے کہ اللہ کسی کو کھینچ لے اور بغیر بندے کی محنت کے کھینچ لے اور دوسرا راستہ یہ ہے، کہ بندہ محنت کرے اور محنت سے اپنے مولا کو پالے۔ یہ دونوں طریقے قرآن کریم نے بیان فرمائے ہیں۔ اس پر میں چند ایک واقعات بیان کرتا ہوں۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا واقعہ:

ہمارے اکابر میں سے وہ حضرات جن کو اللہ پاک نے خود کھینچا ہے۔ ان میں سے پہلا واقعہ حضرت ابو بکر صدیق کا ہے۔ ان کا ”اجتباء“ ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو کھینچا ہے۔ امام سیوطی رحمہ اللہ نے ”الخصائص الکبریٰ“ میں یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مکہ سے چلے اور شام کے علاقے میں تجارت کے لیے گئے۔ راستے میں ابو بکر رضی اللہ عنہ کو خواب آیا اور انہوں نے اپنا خواب ایک عیسائی راہب، عالم کو بیان کیا کہ تعبیر بیان کریں۔

خواب آئے تو تعبیر کے لیے ہر بندہ کو بیان نہ کیا کریں۔ حدیث میں دو لوگ بتائے ہیں کہ ان کو بیان کرنا چاہیے؛ ایک حبیب اور دوسرا البیب۔

(جامع الترمذی: کتاب الرؤیا، باب تعبیر الرؤیا)

یعنی دوست ہو یا عقلمند ہو، اس کے علاوہ کسی بندے سے خواب کی تعبیر کبھی

بھی نہ پوچھیں۔

اس لیے کہ حدیث میں آتا ہے کہ آدمی جب خواب دیکھتا ہے تو بندے اور آسمان کے درمیان خواب لٹکا رہتا ہے، جیسا معبر تعبیر دیتا ہے خواب اس کے مطابق صادق آتا ہے۔

مولانا قاری محمد طیب کا واقعہ:

حضرت قاری محمد طیب صاحب نے خطباتِ حکیم الاسلام میں اس پر کئی واقعات نقل فرمائے ہیں۔ میں صرف ایک واقعہ ذکر کرتا ہوں۔ مولانا مظہر نانوتوی نے خواب دیکھا کہ بریلی شہر سے بطخیں اڑیں، ہندوستان میں دو شہر ہیں، ایک کانام بریلی ہے اور دوسرے کانام لٹے بانس بریلی ہے۔ احمد رضا خان بریلی شہر کا نہیں تھا، بلکہ لٹے بانس بریلی کا تھا، یعنی بریلی وہ بھی ٹیڑھی۔ سیدھی بریلی کا نہیں تھا۔

تو یہ خواب دیکھا کہ بریلی شہر سے بطخیں اڑیں اور ان کے گھر آکر رکیں۔ انہوں نے قاسم العلوم والخیرات، حجۃ اللہ فی الارض، مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ بریلی شہر سے بطخیں اڑی ہیں اور میرے گھر آکر رکی ہیں۔ مولانا قاسم نانوتوی فرمانے لگے کہ بریلی شہر میں تمہیں ملازمت ملے گی۔ اگر تم ہمیں مٹھائی کھلاؤ، تو بیس روپے ماہانہ ملازمت ملے گی اور اگر تم مٹھائی نہ کھلاؤ، تو گیارہ روپے والی ماہانہ ملازمت ملے گی۔ اس نے کہا میں مٹھائی کھلاؤں گا۔ آپ بیس روپے والی تعبیر دے دیں۔

ہمارے مشائخ نے مٹھائی کھانی تھوڑی ہے، وہ اپنی ظرافتِ طبع اور اپنے مرید کو خوش کرنے کے لیے ایسی بات کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ میں مٹھائی کھلاتا ہوں۔ تو حضرت نے فرمایا کہ تمہیں کچھ ہی دنوں میں بیس روپے ماہانہ والی ملازمت کے لیے کال آجائے گی۔ کچھ ہی روز گزرے تھے، انہوں نے درخواست پہلے ہی دی ہوئی تھی ملازمت کے لیے، تو بریلی شہر سے ان کے گھر میں تار آگئی کہ بیس

روپے ماہانہ پر آپ کو ملازمت مل گئی ہے، بیس روپے ماہانہ ڈیوٹی پر دفتر میں بیٹھ جائیں۔ اس دور میں جو بھی تار یا خط ہوتے تھے، اس کے ذریعے خبر آگئی۔ انہوں نے حضرت نانوتوی سے پوچھا کہ حضرت! آپ نے جو تعبیر بتائی۔ وہ تو بالکل ٹھیک ہے، لیکن یہ جو آپ نے کہا کہ مٹھائی نہ کھلاؤ تو گیارہ روپے اور اگر مٹھائی کھلاؤں تو بیس روپے یہ کیا ماجرا ہے؟

حضرت فرمانے لگے کہ حدیث میں ہے کہ خواب کی تعبیر مفسر کی تعبیر کے مطابق ہوتی ہے۔ تم نے خواب میں بطخیں دیکھیں ہیں اور عربی زبان میں بطخ کو ”بط“ کہتے ہیں۔ ”ط“ مشدد اور فارسی میں بطخ کو ”بط“ کہتے ہیں۔ ”ط“ مخفف۔ ”ط“ مشدد ہو تو ”ط“ دو ہوتی ہیں اور ”ط“ مخفف ہو، تو ”ط“ ایک ہوتی ہے۔

اور حروف ابجد کے اعتبار سے ”ب“ کے عدد 2 اور ”ط“ کے 9 بنتے ہیں۔ تو میری مرضی ہے فارسی ”بط“ لوں یا عربی والی ”بط“ لوں۔ فارسی والی لوں، تو پھر 11 ہوں گے اور عربی والی لوں تو پھر عدد 21 ہوں گے۔ اس لیے میں نے فارسی والی ”بط“ کی بجائے عربی والی بطّی ہے۔ اس لیے تمہیں بیس روپے والی ملازمت مل گئی، میں معبر ہوں، اور تعبیر دینے میں میری مرضی ہے، جس بھی زبان میں تعبیر دے دوں، اس لیے میں نے دو صورتیں بتائی۔

تعبیر کا فن:

اب یہ خواب کی تعبیر ایک فن ہے، جو ہر بندے کے پاس نہیں ہوتی۔ ابھی چند دن قبل کی بات ہے، ایک مولانا صاحب نے کہا کہ میں نے دو خواب دیکھے ہیں، ان کی تعبیر پوچھنی ہے، اس نے خواب بیان کیا۔ خواب تو میں نے سن لیا۔ لیکن میں نے کہا کہ میں تعبیر اپنے مرید کے علاوہ کسی کو بتاتا نہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ بسا اوقات خواب میں ایسی چیزیں ہوتی ہیں، دوسرے سے کہیں گے تو وہ الجھن کا شکار ہوں گے اور

مرید خوش ہو گا، میرے شیخ کو میرے عیوب کا پتہ چلا ہے، اب انشاء اللہ وہ میری اصلاح فرمائیں گے۔ وہ کہنے لگا مجھے آپ بتادیں، میں نے کہا کہ آپ کے خواب کی تعبیر یہ ہے، کہ آپ دینی کام کرتے ہیں لیکن گناہوں کے ساتھ۔ گناہوں سے توبہ کرو اور خالص دین کا کام کرو۔ ان کا خواب یہ تھا کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں بیت اللہ کا طواف کرتا ہوں، حالت جنابت کے ساتھ۔

اب یہ تعبیر کیسے بنتی ہے؟ آپ کو یہ بتانے کی ضرورت نہیں۔ میں آپ کو صرف یہ بات بتا رہا ہوں کہ ہر بندے کے سامنے خواب کا تذکرہ نہ کیا کریں۔ اپنے خواب کو سنبھال کر رکھا کریں۔ جیسی تعبیر دے گا ویسی بات فٹ ہو جائے گی۔ اللہ ہمیں بات سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا خواب:

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے خواب دیکھا اور عیسائی عالم کے سامنے اس کا تذکرہ کیا۔ عیسائی راہب نے کہا: اس کی تعبیر یہ ہے کہ ”یبعث نبی من قومک تکون وزیرہ فی حیاتہ و خلیفتہ بعد موتہ“

کہ تمہاری قوم میں سے ایک نبی مبعوث ہو گا، تم زندگی میں اس کے نائب اور اس کی وفات کے بعد اس کے خلیفہ ہو گے۔

یہ تعبیر تھی سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے اس خواب کی تعبیر کو سنا۔ آگے لکھا ہے: فأسرہا أبو بکر حتی بعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ اس تعبیر کو چھپا لیا یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی، تو ابو بکر نے آپ سے پوچھا: ”یا محمد! ما الدلیل علی ماتدعی؟“ [آپ کے اس دعوی نبوت پر کیا دلیل ہے؟] کیونکہ ابھی تک کلمہ نہیں پڑھا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: الرؤیا التي رأیت بالشام۔ میری نبوت پر دلیل تیرا وہ خواب ہے جو تو نے شام میں دیکھا ہے۔

صدق اکبر نے کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو گئے۔ اس روایت میں ہے: فعانقه وقبیل
مابین عینیه۔ چمٹ گئے اور پیشانی کا بوسہ لیا۔

(الخصائص الکبریٰ: ج 1 ص 51)

محدثین + نے لکھا ہے کہ صدیق اکبر واحدہ شخص ہیں جنہوں نے کلمہ پڑھا
تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بوسہ لیا اور جب دنیا سے گئے تب بھی بوسہ لیا۔ جب
آئے تب بھی ماتھا چوما اور جب گئے تب بھی ماتھا چوما۔ اب بتاؤ اس سے بڑی کیا دلیل
ہوگی کہ لوگ مجھ سے پوچھتے ہیں، شیخ کا ہاتھ چومنا جائز ہے؟ بندے کو بڑا تعجب
ہوتا ہے کہ لوگ یہ پوچھتے ہیں کہ چومنا جائز ہے؟ اللہ تعالیٰ ہمیں بات سمجھنے کی توفیق
عطا فرمائیں۔

ایک علمی بحث:

آپ حضرات نے ہمیشہ سنا ہے کہ باقی حضرات نے کلمہ پڑھا ہے اور دلیل
مانگی اور ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بغیر دلیل مانگے کلمہ پڑھا ہے۔ یہاں دلیل سے مراد
”معجزہ“ ہے، یعنی بغیر معجزہ مانگے کلمہ پڑھا ہے، باقی معجزہ مانگتے تھے پھر کلمہ پڑھتے
تھے۔ یہ اصول اپنی جگہ ٹھیک ہے اور ابو بکر کا دلیل مانگنا اپنی جگہ ٹھیک ہے۔
بسا اوقات ایسے ہوتا ہے کہ ایک اصول نہ سمجھنے کی وجہ سے بندے کو غلط فہمی پیدا ہوتی
ہے، اصول اپنی جگہ بجا ہوتے ہیں اور نصوص و معاملات اپنی جگہ درست ہوتے ہیں۔
میں اس پر مثالیں دیتا ہوں۔

مثال نمبر 1:

مجھے ایک شخص کہنے لگا کہ ”ہدایہ“ کا مصنف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا
گستاخ ہے۔ میں نے کہا: کیوں گستاخ ہے؟ کہنے لگا کہ یہ لکھتا ہے: عند ابی حنیفۃ
رضی اللہ عنہ۔ یہ گستاخی ہے۔ میں نے پوچھا گستاخی کیسے ہے؟ تو وہ کہنے لگا کہ صحابی

ہو تو رضی اللہ عنہ کہا جاتا ہے اور غیر صحابی ہو تو رحمۃ اللہ علیہ، جو لقب صحابی کا تھا اس نے غیر صحابی کو دے کر صحابہ کی توہین کی ہے۔ میں نے کہا کہ غیر صحابی کو رضی اللہ عنہ کہنا صاحب ہدایہ کا طریقہ نہیں ہے خود قرآن کریم کا طریقہ ہے، اس کا جواب قرآن میں ہے۔ میں نے کہا، پارہ 11 رکوع 2 میں ہے:

وَالسَّابِقُونَ الْأُولُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ
يَا حَسَنًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ.

﴿التوبة: 100﴾

[ترجمہ: اور مہاجرین اور انصار میں سے جو لوگ پہلے ایمان لائے، اور جنہوں نے نیکي کے ساتھ ان کی پیروی کی، اللہ ان سب سے راضی ہو گیا ہے اور وہ اس سے راضی ہیں] تو اللہ نے انصار و مہاجرین صحابہ اور ان کے تابعین کو بھی ”رضی اللہ عنہم“ فرمایا ہے، لہذا اب تو یہ بھی کہہ دے کہ اللہ رب العزت گستاخ صحابہ ہے معاذ اللہ۔ اب چپ ہو گیا۔

پھر مجھے کہنے لگا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اصول غلط ہے۔ میں نے کہا: اصول بھی ٹھیک ہے، وہ کہنے لگا: پھر قرآن غلط ہے؟ میں نے کہا: قرآن بھی ٹھیک ہے۔ کہنے لگا: آخر مطلب کیا ہے؟ تو میں نے کہا: اسی مطلب اور سمجھنے کا نام ”فقہ“ ہے، جس سے خدا نے تمہیں محروم رکھا ہے۔ پھر میں نے کہا کہ علماء نے یہ ضابطہ کہ صحابی کو رضی اللہ عنہ اور غیر صحابی کو رحمۃ اللہ علیہ کہا جائے اس لیے بیان فرمایا کہ مثلاً ایک نام کے تین آدمی ہیں؛ میں مثال کے طور پر کہتا ہوں کہ ”محمد“ ایک نام ہے، اس نام کے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہیں، صحابی بھی ہیں اور بعد کے ولی بھی ہیں۔ محمد رسول اللہ نبی ہیں، محمد بن حنفیہ صحابی ہیں اور محمد بن حسن الشیبانی آپ کو ولی مل جائیں گے۔ اب اگر کوئی کہے کہ محمد نے فرمایا تو کیسے پتہ چلے کہ یہ کون سے محمد ہیں؟ تو ضابطہ سے معلوم ہوا کہ اگر ”صلی اللہ علیہ وسلم“ ہو گا تو سمجھو اللہ کے نبی ہیں، اگر

”رضی اللہ عنہ“ ہوگا تو صحابی ہیں اور اگر ”رحمۃ اللہ علیہ“ ہوگا، تو آہ سمجھو کہ اللہ تعالیٰ کے ولی ہیں۔

یہ اصطلاحات اس لیے تاکہ بعد والے کو دھوکہ نہ ہو۔ اگر رضی اللہ عنہ ہو گا تو صحابی اور رحمۃ اللہ علیہ ہو تو بعد کے آدمی ہوں گے۔ ”امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ“ کہا جائے تو کسی کے ذہن میں شک نہیں پڑتا کہ نبی ہو گا یا صحابی ہوگا۔ لہذا اگر غیر صحابی کی شہرت اتنی زیادہ ہو کہ اگر ”رضی اللہ عنہ“ کہہ بھی دیں تو شہرت زیادہ ہونے کی وجہ سے پتہ چل جائے گا کہ صحابی نہیں ہے۔ ایسے شخص کو رضی اللہ عنہ کہنا بالکل صحیح ہے۔ اب قرآن، ضابطہ، ہدایہ سب ٹھیک ہیں۔

مثال نمبر 2:

ایک شخص کہنے لگا کہ آپ یوں کہتے ہیں کہ فقہ حنفی قرآن و حدیث کا مغز ہے، یہ تو قرآن و حدیث کی توہین ہے۔ میں نے کہا: کیسے؟ کہنے لگا: کہ بادام میں ایک چھلکا اور ایک مغز ہوتا ہے، اصل چیز مغز ہوتا ہے چھلکا نہیں، تو تم نے قرآن و حدیث کا مغز فقہ حنفی کو کہہ کر قرآن و حدیث کو چھلکا کہا اور فقہ کو مغز کہا، یہ تم نے قرآن و حدیث کی توہین کی ہے۔ میں نے کہا اس کا نام توہین ہے تو تم نبی کریم ﷺ پر فتویٰ لگاؤ، معاذ اللہ۔ وہ مجھے کہنے لگا کہ وہ کیوں؟ میں نے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”الدعاء مخ العبادۃ“

[جامع الترمذی: ابواب الدعوات، باب فضل الدعوة]

کہ دعا عبادت کا مغز ہے۔ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع، قیام، سجدہ کو چھلکا فرمادیا اور دعا کو مغز کہہ دیا، تو تیرے اصول کے مطابق اللہ کے نبی نے رکوع، سجدے کی توہین کی ہے۔ اب خاموش ہو گیا کیونکہ جو اب نہیں، میں نے کہا تم ”الدعاء مخ العبادۃ“ کو ہی نہیں سمجھے۔

ہمارے ہاں ایک مرض چلا ہے کہ فرض پڑھیں گے، سلام پھیریں گے اور دوڑیں گے، دعا ہی نہیں مانگتے۔ اللہ کے بندے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

”الدُّعَاءُ فَحُّ الْعِبَادَةِ“

(سنن الترمذی، رقم الحدیث: 3371، باب ماجاء فی فضل الدعاء)

کیسی تجھے جلدی ہے، پانچ منٹ میں چار رکعت پڑھ لی ہیں اور پانچ سیکنڈ میں دعا مانگنے کے لیے تیار نہیں ہے۔ اس کی مثال بالکل ایسے ہی ہے کہ کوئی آدمی پورا مہینہ مزدوری کرے اور ماں 31 تاریخ کو پوچھے: بیٹا تنخواہ لائے ہو؟ تو وہ کہے کہ نہیں لایا، اماں پوچھے: کیوں؟ تو وہ کہے کہ اماں! اتنی لمبی لائن لگی ہوئی تھی، چار گھنٹے تنخواہ کے لیے کھڑا ہونا پڑتا۔ کیسے کھڑا ہوتا؟ تو وہ کہے گی: الو! 31 دن تو نے ملازمت کر لی اور چار گھنٹے تو کھڑا نہیں ہو سکتا تھا؟ اسی طرح پانچ منٹ میں چار رکعت پڑھ لی ہیں اور پانچ سیکنڈ میں دعا نہیں مانگ سکتا؟ اور کہتا ہے کہ مجھے جلدی ہے۔

میں نے کہا تو ”الدُّعَاءُ فَحُّ الْعِبَادَةِ“ کو نہیں سمجھا۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اس عبادت سے مقصود اللہ سے کچھ لینا ہے، اسی طرح فقہ قرآن و حدیث کا مغز ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن و حدیث سے مقصود شریعت پر عمل کرنا ہے اور اسی کا نام فقہ حنفی ہے۔

مثال نمبر 3:

ایک مثال اور یہ ہے کہ اہل السنۃ والجماعۃ کا نظریہ ہے کہ نبی کریم ﷺ مدینہ منورہ میں ہیں اور آپ کا فیض پورے عالم میں ہے۔ یہ ہمارا عقیدہ ہے۔ اہل بدعت کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ کے نبی ہر جگہ میں ہیں۔ ان کی دلیل بخاری کی روایت ہے کہ جب انسان قبر میں دفن ہوتا ہے، اس کے پاس فرشتے آتے ہیں اور اس سے

پوچھتے ہیں:

1: مَنْ رَبَّنَا : 2: مَا هَذَا الرَّجُلُ الَّذِي يُعِثُّ فِيكُمْ

بعض روایات میں ہے کہ من نبیک، ما دینک۔

سنن ابی داؤد، رقم الحدیث: 4755، باب فی المسئلۃ فی القبر)

اس کی مثال ایسے ہے جیسے کوئی آدمی ”87 چک“ میں فوت ہوا، اور

نبی ﷺ مدینہ منورہ میں ہیں۔ اور عربی میں دو لفظ ہیں، کوئی دور ہو تو اسے ”ذالک“

کہتے ہیں اور اگر قریب ہو تو ”ہذا“۔ یعنی اگر دور ہو تو وہ، اگر قریب ہو تو یہ۔ فرشتہ کہتا

ہے ”ما تقول فی هذا الرجل“ اگر اللہ کے نبی 87 چک کے قبرستان میں نہ ہوتے، تو

فرشتہ کہتا ”ما تقول فی ذلک الرجل“ اس شخص کے بارے میں کیا کہتا ہے؟ حالانکہ

فرشتے نے پوچھا ”ما تقول فی هذا الرجل“ اس شخص کے بارے میں تو کیا کہتا ہے؟

اہل بدعت کی دلیل کی وضاحت:

یہ دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہاں 87 چک میں ہیں۔ ایک سینٹ میں

لاکھوں موتیں ہوتی ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ لاکھوں قبروں میں نبی ﷺ تشریف

لاتے ہیں۔ تو حاضر ناظر تو ہوئے نا۔ میں نے کہا: نہیں۔ وہ کہتا کیوں نہیں؟ میں نے کہا

تیرے خلاف قرآن موجود ہے۔ ابراہیم علیہ السلام کی قوم بتوں، ستاروں، سورج کو

بھی پوجتی تھی۔ قرآن میں ہے: ”فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ رَأَى كَوْكَبًا“

[الانعام: 76] جب رات چھا گئی ابراہیم علیہ السلام نے ستارے کو دیکھا۔ اور قوم کو

سمجھانے کے لیے فرمایا ”هَذَا رَبِّي“ یہ رب ہے۔ ”فَلَمَّا أَفَلَ قَالَ لَا أُحِبُّ الْآفِلِينَ

[الانعام: 76] جب ستارہ غروب ہو گیا تو کہا کہ ڈوبنے والے خدا نہیں ہوتے۔ یہ

کیسا رب ہے؟

ابراہیم علیہ السلام نے ”ہذا“ کہا۔ حالانکہ ستارہ دور ہے ذلک کہنا چاہیے تھا۔

جیسے فرشتے نے یہاں ہذا کہا وہاں ابراہیم علیہ السلام نے دور والے کو ہذا کہا۔ اور کہا ”ما تقول فی هذا الرجل“ کہنے لگا کیا پھر اصول غلط ہے؟ میں نے کہا کہ اصول بھی ٹھیک ہے، وہ کہنے لگا کہ پھر ابراہیم علیہ السلام نے ”ہذا“ کیوں کہا تو میں نے کہا کہ یہ ہمارے ذمہ ہے، یہ تمہیں سمجھ نہیں آئے گی۔ اسی لیے تو تم پھسلتے ہو۔

ایک اور ضابطہ:

میں نے کہا کہ ایک اور ضابطہ ہے کہ جس چیز کو دیکھا جا رہا ہے وہ دور ہو لیکن دیکھنے والے اور اس چیز کے درمیان کوئی حجاب نہ ہو تو اسے ہذا کہتے ہیں۔ ابراہیم م زمین پر ہیں اور ستارے آسمان پر ہیں۔ درمیان میں کروڑوں کلومیٹر کا فاصلہ ہے لیکن حجاب نہیں تھا۔ اس لیے ابراہیم علیہ السلام نے ”ہذا“ فرمایا۔ اسی طرح میت سرگودھا میں ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں ہیں، درمیان میں حجاب نہیں تھا اس لیے کہا ما تقول فی هذا الرجل۔

آدم بر سر مطلب:

بات یہاں سے چلی تھی کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پوچھا ”ما الدلیل علی ماتدعی یا محمد“ جب یہ ثابت ہے کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بغیر دلیل کے کلمہ پڑھا، تو آپ نے یہ دلیل کیسے پیش کر دی تو میں نے کہا، وہ بات بھی ٹھیک ہے اور یہ بات بھی ٹھیک ہے۔ کیونکہ مطالبہ دلیل دو قسم کا ہوتا ہے:

1: ازراہ محبت 2: ازراہ مخالفت

دونوں میں فرق ہے مثلاً ایک بچے نے تلاوت کی، آپ کو پسند آئی، آپ کہتے ہیں کہ ماشاء اللہ اس بچے نے کس قاری صاحب سے پڑھا ہے؟ ایک اور نے پڑھا اس کا اعراب اور لہجہ صحیح نہیں تھا، تو آپ کہتے ہیں ”ائیں کس قاری صاحب تو پڑھیا

اے؟“ سوال ایک ہی ہے، لیکن پہلا پوچھنا بطور محبت تھا اور دوسرا پوچھنا بطور نفرت تھا، پہلا بطور موافقت کے تھا اور دوسرا بطور مخالفت کے تھا۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے پوچھا بطور محبت اور موافقت کے، اس پوچھنے کو پوچھنا نہیں کہتے۔ دوسروں نے بطور مخالفت کے دلیل مانگی تھی، ابو بکر نے بطور موافقت پوچھا ہے کہ حضور آپ کے دعویٰ نبوت پر کیا دلیل ہے؟ ایسا لگتا ہے کہ دعویٰ دل میں اتر چکا ہے، لیکن پھر پوچھتے ہیں، کیا دلیل ہے۔ دونوں میں فرق واضح ہو گیا۔

حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کا واقعہ:

مضمون یہ چل رہا تھا کہ کبھی اللہ بندے کو توفیق عطا فرماتا ہے بغیر بندے کی محنت کے، جیسے اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو چنا ہے۔ دوسرا واقعہ حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کا ہے۔ یہ صحابی ہیں بڑے پائے کے۔ حضرت وحشی نے ابھی کلمہ نہیں پڑھا تھا، غلام تھے حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کے۔ وحشی مکہ میں ہیں، اور ادھر جب میدان احد سجا۔ تو چونکہ ہندہ کے والد میدان بدر میں قتل ہوئے تھے تو ہندہ نے کہا کہ میرے والد کو حمزہ رضی اللہ عنہ نے قتل کیا ہے۔ اگر تو نے میرے باپ کے قاتل حمزہ رضی اللہ عنہ کو قتل کرے گا تو میں تجھے اپنا تمام زیور اتار کر دے دوں گی، حضرت جبیر بن مطعم نے کہا کہ اگر تو حضرت حمزہ کو قتل کیا تو تجھے آزاد کر دوں گا۔ وحشی چھوٹے نیزے کے بڑے ماہر تھے۔ انہوں نے تاک کر نیزہ مارا، حضرت حمزہ شہید ہو گئے اور وحشی آزاد ہو گئے اور مکہ سے نکل گئے۔ وحشی کو یہ غم تو تھا کہ مسلمان فاتح بننے کے بعد مجھے قتل کریں گے اور انتقام لیں گے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا، جسم کے ٹکڑے کیسے گئے، مثلہ کیا گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا شدید دکھ ہوا۔

لیکن ایک وقت آیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ تم وحشی کے پاس جاؤ اور اس کو اسلام کی دعوت دو۔ یہ اللہ تعالیٰ کا انتخاب ہے۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ نے ”مرقاۃ شرح مشکوٰۃ“ میں واقعہ یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ جاؤ اسے دعوت دو۔ جب گئے، تو وحشی کہنے لگے: میں تو کلمہ نہیں پڑھتا، اس لیے کہ قرآن میں ہے کہ جو قتل کرتا ہے، زنا کرتا ہے، شرک کرتا ہے وہ جہنم میں جائے گا اور دوہرا عذاب پائے گا، تو سارے کر توت تو میں نے کیے ہیں، میں کیسے کلمہ پڑھوں؟ وحشی کا اشکال لے کر واپس پہنچے تو اس پر آیت اتری:

إِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَأُولَٰئِكَ يُبَدِّلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ.

﴿الفرقان: 70﴾

فرمایا کہ وحشی کو جا کر بتاؤ کہ اللہ کا حکم آگیا ہے کہ جو ایمان لائے، نیک اعمال کرے اور گزشتہ گناہوں پر توبہ کرے تو اللہ اس کے گناہوں کو بھی نیکیوں سے بدل دیتے ہیں۔ وحشی کے پاس پیغام پہنچا، تو وحشی کہنے لگے: ہذا شرط شدید۔ کہ گناہوں کو بھی چھوڑوں اور توبہ بھی کروں، یہ میرے بس میں نہیں ہے، اتنا مشکل معاملہ مجھ سے نہیں ہوتا۔ پھر قرآن کی آیت اتری: إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ

﴿النساء: 48، 116﴾

کہ اللہ شرک کے علاوہ جو گناہ چاہے معاف فرادے گا۔ وحشی نے پھر کہا کہ ابھی معافی کا وعدہ نہیں ہے، اللہ چاہیں تو معاف کریں گے ورنہ نہیں اور مجھے کیا پتہ میری معافی چاہیں گے یا نہیں؟ وحشی کے لیے قرآن کی آیت پھر اتری:

قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ

﴿الزمر: 53﴾

کہ مایوس نہ ہو میں تمہارے سارے گناہ معاف کر دوں گا۔ وحشی نے کہا کہ اب ٹھیک ہے میں مسلمان ہوتا ہوں۔ اسے کہتے ہیں: ”اللَّهُ يَجْتَبِي إِلَيْهِ مَنْ يَشَاءُ“
 اتنا بڑا قاتل! اور اللہ کی رحمت آئی کہ خدا اسلام کی طرف لا رہے ہیں اور وہ دوڑ رہے ہیں، بالآخر کلمہ پڑھا اور وحشی سے حضرت وحشی رضی اللہ عنہ بنے۔ پھر حضرت وحشی خود فرماتے ہیں کہ جب میں جاہل تھا زمانہ جاہلیت میں:

”قد قتلت في جاهليتي خيبر الناس وقتلت في الاسلام شر الناس“

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ المصابیح)

لہذا وحشی نے عجیب کام کیا، کہتے ہیں کہ جب مسلمان ہو تو جی چاہتا تھا کہ جتنا بڑا مسلمان جرنیل شہید کیا ہے تو اتنا بڑا کوئی کافر قتل کروں گا تا کہ بدلہ، کفارہ ہو جائے میرے گناہ کا۔ مسیلمہ کذاب جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے بعد دعویٰ نبوت کیا ہے۔ اس کے قاتل کا نام وحشی رضی اللہ عنہ ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میرا ضمیر مطمئن ہوا کہ میں نے حمزہ رضی اللہ عنہ کو تو شہید کیا تھا، لیکن بدلے میں کافر بہت بڑا مارا ہے۔

حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ کا واقعہ:

تیسرا واقعہ فضیل بن عیاض کا ہے۔ ابتداءً یہ ڈاکو تھے، شرابیں پیتے تھے، لوٹ مار کرتے تھے لیکن جب خدا نے بدلا ایک گھر گئے، ڈاکہ ڈالنے کے لیے، دیوار پھلانڈی، تہجد کا وقت تھا، آگے گھر میں تلاوت ہو رہی تھی، وہاں یہ آیت سنی:

أَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَخْشَعُوا قُلُوبَهُمْ لَذِكْرِ اللَّهِ ﴿١٦﴾ الحدید: 16

[ترجمہ: جو لوگ ایمان لے آئے ہیں، کیا ان کے لیے اب بھی وقت نہیں آیا کہ ان کے

دل اللہ کے ذکر کے لیے سوج جائیں؟]

یہ آیت سنی اور کہا: دوبارہ پڑھو، اور بالآخر تائب ہو کر واپس آگئے۔ یہ اللہ کا نظام ہے۔

حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ کا واقعہ:

حضرت جنید بغدادی کو خدا نے چنا، یہ شاہی پہلوان تھے ان کا نام چلتا تھا، بادشاہ نے اعلان کیا کہ اس سے کوئی پہلوان کشتی کرے، یہ سرکاری مال کھاتا ہے، اس کی کشتی تو دیکھیں کہ پہلوان کتنا بڑا ہے؟ جب اعلان ہوا تو بوڑھا آدمی اسی (80) سال کا، کا پنتے وجود کے ساتھ میدان میں سامنے آگیا۔ اس نے کہا: میں کشتی کروں گا، جنید بغدادی نے کہا: میں تیری ہڈی پسلی ایک کر دوں گا، اپنی اوقات تو دیکھ، ہم سے کشتی کرے گا؟ تو اس نے کہا: ہاں میں کشتی کروں گا۔

جب میدان میں آئے، کشتی کرنے لگے تو کشتی سے پہلے اس بوڑھے نے جنید بغدادی کے کان میں کہا: جنید! میں سید ہوں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں سے ہوں، بوڑھا ہوں، گھر میں فاقے ہیں، میں تو کشتی نہیں کر سکتا، اگر آج تو گر جائے گا، تو حضور کی نسل کو کھانا مل جائے گا، میں نے تجھ سے کشتی کیا کرنی ہے؟! جب یہ بات ان کے کان میں کہی، تو جنید بغدادی نے دو چار ٹیڑھے میڑھے داؤ پیچ کیے اور پھر گر گئے اور بوڑھا ان کے سینے پر سوار ہو گیا۔

جنید بغدادی کی شکست کا اور بوڑھے کی فتح کا اعلان ہو گیا۔ دیکھو! کتنا بڑا سرکاری پہلوان اور شکست کا اعلان، لیکن اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کے لیے قربانی دی ہے، رات خواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، فرمایا: جنید! تم نے ہماری نسل کا خیال کیا ہے، پوری دنیا میں میں تیری شہرت کے ڈنکے بجو ادوں گا۔ آج دنیا میں کون سا ایسا بندہ ہو گا جو جنید بغدادی کو نہ جانتا ہو۔ ایک چھوٹا سا واقعہ پیش آیا اور اللہ نے کایا پلٹ دی۔

اللہ کسی یوں چن لیتا ہے اور کسی کو محنت کرنی پڑتی ہے اللہ ہم سب کو بلا مشقت اپنی محبت عطا فرمائے، اللہ بلا مشقت رضاء و جنت عطا فرمائے۔ لیکن اگر کوئی

مشقت آجائے تو خود کو تیار کریں اور خندہ پیشانی سے برداشت کریں۔

میں نے کئی بار آپ کی خدمت میں گزارش کی ہے، لہذا اسی مجلس میں فیصلہ کرو کہ جو گزشتہ گناہ ہیں اللہ معاف فرمادیں، آئندہ نہیں کریں گے، نیت کرو، نیت میں کیا حرج ہے۔ اللہ جس کو چاہیں گے اسی کو عطا فرمائیں گے۔ اب بتاؤ موت کے وقت کا کوئی پتہ ہے، اچانک مرجائیں اور چہرے پہ داڑھی نہیں ہے، تو بتاؤ اللہ کے رسول کو کیا جواب دیں گے؟ شراب پی کے اچانک مرجائیں تو بتاؤ اللہ کو کیا جواب دیں گے؟ اللہ نے موت کا وقت مقرر کیا ہے، لیکن بندے کو بتایا نہیں ہے۔ اس وجہ سے تاکہ بندہ ہر وقت تیار رہے، کسی وقت بھی موت کا فرشتہ آسکتا ہے۔ میں اس لیے گزارش کرتا ہوں کہ اللہ کے سامنے پہنچنا ہے اور پہنچنے کے دوزریعے ہیں؛ کبھی اللہ چن لیتا ہے اور کبھی محنت کرنی پڑتی ہے۔

حضرت جی مولانا محمد الیاس رحمہ اللہ کا ملفوظ:

مجھے حضرت جی مولانا محمد الیاس رحمہ اللہ کا ملفوظ یاد آیا جو ہماری فکر کے سو فیصد خلاف ہے۔ حضرت نے بڑی عجیب بات فرمائی، فرمانے لگے کہ ہم کبھی محنت کرتے ہیں، محنت کر کے بندے کو دین پہ لاتے ہیں اور بعض بندے بغیر محنت کے مل جاتے ہیں، جو بغیر محنت کے ملے اس کی قدر زیادہ کرنا، اس کی وجہ یہ ہے کہ جو تیری محنت سے آیا وہ تیری محنت کا نتیجہ ہے اور جو تیری محنت کے بغیر ملا وہ خدا کی عطا ہے۔ اللہ کی عطا کو معمولی نہ سمجھنا، ہم کہتے ہیں کہ یہ میری محنت سے آیا ہے اور یہ خود آیا ہے، حالانکہ وہ خود نہیں آیا خدا کی عطا ہے اور خدا کی عطا کی قدر کرو۔

اللہ ہمیں حقیقی محبت عطا فرمائے، ہمیں سلوک کی منزلیں ملنے کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اللہ ہمیں گناہوں سے بچائے، اللہ ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے محبت کی توفیق عطا فرمائے۔ و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین۔

فکر آخرت کے تقاضے

www.ahnafmedia.com

خانقاہ اشرفیہ اختر یہ

مرکز اہل السنۃ والجماعۃ سرگودھا

5 جنوری 2013ء

فکر آخرت کے تقاضے

الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونؤمن به ونتوكل عليه
ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيئات اعمالنا من يهده الله فلا مضل له
ومن يضلل فلا هادي له ونشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له ونشهد ان
سيدنا ومولانا محمدا عبده ورسوله. اما بعد. اما بعد فاعوذ بالله من الشيطان
الرجيم. بسم الله الرحمن الرحيم. اعلموا انما الحياة الدنيا لعب ولهو وزينة
وتفاخر بينكم وتكاثر في الاموال والاولاد

﴿سورة الحديد: 20﴾

قال النبي صلى الله عليه وسلم: الموت تحفة المؤمن

(کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال، رقم 42138)

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرٰهِيْمَ وَعَلٰى
اٰلِ اِبْرٰهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ. اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ
عَلٰى اِبْرٰهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرٰهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ.

احسانات خداوندی کی بارش:

اللہ رب العزت کا بہت بڑا کرم اور احسان ہم پر یہ ہے کہ اس نے ہمیں
انسان بنایا، حق جل مجدہ کا بہت بڑا کرم و احسان یہ ہے کہ ہمیں مسلمان بنایا، اللہ تعالیٰ کا
بہت بڑا کرم و احسان ہے کہ ہمیں خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی بنایا۔
یہ تین نعمتیں حق جل مجدہ کی ہم پر بنیادی نعمتیں ہیں، اس کے علاوہ کتنی نعمتیں ہیں جن

کے بارے میں قرآن کریم کا اعلان ہے:

﴿سورة ابراهيم: 34﴾
 وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَتَ اللَّهِ لَا تَحْصُوهَا
 اگر تم اللہ کی نعمتیں شمار کرو تو تم شمار نہیں کر سکتے۔

میں موت کے موقع پر اس قدر نعمتوں کا تذکرہ اس لیے کر رہا ہوں کہ اگر انسان کے ذہن میں اللہ رب العزت کے انعامات ہوں تو پھر اللہ کی طرف سے دی گئی ہلکی ہلکی تکالیف انسان کو محسوس نہیں ہوتیں، اور اگر بندہ اللہ کی طرف سے آنے والی تکالیف کا تذکرہ تو کرے لیکن نعمتوں کا تذکرہ نہ کرے تو یہ بہت بڑی ناشکری، ناانصافی اور زیادتی ہوگی۔

عام انسان کا مزاج:

اللہ رب العزت نے عام انسان کا مزاج یہ بیان فرمایا: فَأَمَّا الْإِنْسَانُ إِذَا مَا ابْتَلَاهُ رَبُّهُ فَأَكْرَمَهُ وَنَعَّمَهُ فَيَقُولُ رَبِّي أَكْرَمَنِ

﴿سورة الفجر: 15﴾

کہ جب اللہ انسان کو نعمتیں عطا فرمائے تو انسان کہتا ہے: اللہ نے میرے اوپر بہت بڑا کرم فرمایا ہے۔

وَأَمَّا إِذَا مَا ابْتَلَاهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهُ فَيَقُولُ رَبِّي أَهَانَنِ

﴿سورة الفجر: 16﴾

اور جب اللہ اس کو امتحان میں ڈالے اور کچھ نعمتیں لے لے تو یہ کہتا ہے: خدا نے مجھے ذلیل کر کے رکھ دیا ہے۔

کس قدر ظلم کی بات ہے کہ اللہ عطا فرمائے تو خوشی کا اظہار کرے اور اللہ کچھ لے لے، تو انسان اس پر دکھ کا اظہار کرے، ایک ہوتا ہے طبعاً دکھ اور خوشی کا محسوس ہونا اور ایک ہوتا ہے دکھ اور خوشی کا ضرورت سے زیادہ اظہار کرنا، دو باتیں

الگ الگ ہیں۔

رضابالقضاء:

حضرت الشیخ مجدد الف ثانی سرہندی فاروقی رحمہ اللہ اپنے ایک مکتوب میں ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک وقت میرے اوپر ایسا آیا کہ اگر کوئی خوشی کا موقع ہوتا تو مجھے خوشی محسوس نہ ہوتی اور اگر کوئی دکھ کا موقع ہوتا تو مجھے کوئی دکھ محسوس نہ ہوتا، لیکن میں نے بتکلف اپنے اوپر خوشی کا اظہار بھی کیا اور دکھ کا اظہار بھی کیا۔ کیوں؟ اس لیے کہ خوشی کے موقع پر خوش ہونا اور دکھ کے موقع پر غم زدہ ہونا رسول اکرم ﷺ کی سنت ہے تو اگر اتنی بڑی سنت مجھ سے چھوٹ جائے تو کتنا بڑا دکھ ہوگا، اس لیے فرماتے کہ خوشی کے موقع پر میں بتکلف خوش ہوتا اور غم کے موقع پر تکلف کر کے غم کا اظہار کرتا، حالانکہ مجھے نہ خوشی پر خوشی محسوس ہوتی نہ دکھ پر دکھ محسوس ہوتا یعنی میں رضابالقدر کی ایسی کیفیت سے گزر رہا تھا کہ میرے سامنے دکھ اور خوشی کے اسباب مساوی ہو گئے تھے۔ اللہ رب العزت ہمیں یہ بات سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

دکھ انسان پر آتا ہے لیکن دکھ کے وقت بھی اللہ کے انعامات و احسانات کو یاد رکھے تو پھر دکھ بندے کو ضرورت سے زیادہ محسوس نہیں ہوتا اور بنیادی بات جو یاد رکھنے کی ہے وہ میں نے عرض کی کہ ہم انسان بھی ہیں، مسلمان بھی ہیں اور خاتم الانبیاء محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی بھی ہیں۔ کچھ انسانیت کے تقاضے ہیں اور کچھ تقاضے مسلمان ہونے کے ہیں اور پھر کچھ تقاضے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہونے کے ہیں۔ اللہ انسان کو جتنا بڑا منصب عطا فرمائے، اتنے بڑے منصب کا انسان کو خیال بھی رکھنا چاہیے۔

منصب کا تقاضا:

حضرت محمد بن ادریس شافعی رحمہ اللہ کے بارے میں ہے کہ جب حجام کے

پاس جاتے اپنی حجامت بنوانے کے لیے، تو اس وقت کے حساب سے حجام کی جو اجرت ہوتی تھی، حضرت کئی گنا اس سے زیادہ دیتے۔ کوئی شخص پوچھتا کہ حضرت مزدوری مثلاً دس درہم تھی، آپ نے پچاس کیوں دیئے؟ تو حضرت امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے: یہ میرے منصب کا تقاضا ہے۔ میں زائد اس لیے دیتا ہوں کہ اس کے دل میں علماء کی عظمت بیٹھے۔ عالم وہ نہیں جو حجام کے پاس جائے اور کہے: ”میرے کولوں وی دس لیزے نیں“ [مجھ سے بھی دس روپے لینے ہیں] اپنے علم کو درہم پر فروخت کرتا ہے۔ یہ عالم کی غیرت کے خلاف ہے۔

انسانیت کا تقاضا:

میں بتا رہا تھا کہ بعض چیزیں ایسی ہیں کہ جن کا تعلق انسانیت کے ساتھ ہے، بحیثیت انسان بندہ ان کاموں کو نہیں کر سکتا۔ اس پر ایک آپ چھوٹی سی مثال ذہن نشین فرمائیں۔ مسئلہ بھی ہے اور مثال بھی کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار کم و بیش انبیاء کرام علیہم السلام میں سے کسی نبی کے حرم میں فاحشہ، بدکردار اور زانیہ عورت نہیں آئی، لیکن ایسے انبیاء گزرے ہیں کہ جن کے حرم میں کافرہ عورتیں آئی ہیں۔ حضرت لوط علیہ السلام نبی ہیں اور بیوی کافرہ ہے، حضرت نوح علیہ السلام نبی ہیں اور گھر میں دیکھیں ایمان نہیں، بیوی کافرہ ہے۔

(سورۃ التحریم: 10 مع تفسیر معارف القرآن ج 8 ص 506)

نبی کے حرم میں فاحشہ اور بدکردار عورت نہیں آتی لیکن نبی کے حرم میں کافرہ عورت آئی ہے۔ وجہ کیا ہے؟ بحیثیت انسان کفر عیب شمار نہیں ہوتا البتہ بحیثیت انسان فاحشہ اور زانیہ ہونا عیب شمار ہوتا ہے۔ اللہ نبی کے حرم میں اس کو نہیں لاتے جس پر بحیثیت انسان کوئی بد نما داغ لگا ہو، مطلب یہ کہ انسان کافر تو ہو سکتا ہے لیکن انسان کو بے حیاء نہیں ہونا چاہیے، تو بعض تقاضے انسانیت کے ہوتے ہیں۔

بعض تقاضے بحیثیت مسلمان اسلام کے ہوتے ہیں۔ اسلام کے تقاضے بہت سارے ہیں۔ میں سارے عرض کرنا چاہوں گا بھی تو میرے بس میں نہیں ہیں کیونکہ اگر کوئی ایسا عذر پیش نہ آیا تو ان شاء اللہ العزیز ٹھیک گیارہ بجے ہم نے جنازہ شروع کر دینا ہے۔ اس لیے کہ آپ کو ہمارے مزار کا پتہ ہے کہ ہم ایسے مواقع پر وقت کی پابندی کا بہت خیال کرتے ہیں اور آنے والے حضرات کو بلاوجہ تنگ نہیں کرتے۔

خیر میں عرض کر رہا تھا کہ ہم انسان بھی ہیں، مسلمان بھی ہیں اور پیارے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی بھی ہیں۔ انسانیت کا تقاضا یہ ہے کہ جو شخص کسی پر احسانات کرے اس کے احسانات کا شکریہ ادا کرنا چاہیے اور اگر احسانات کرنے والا کبھی تکلیف دے، تو اس کی تکلیف کا احسانات کے مقابلے میں زیادہ تذکرہ نہیں کرنا چاہیے۔ اس پر ایک واقعہ لکھا ہے۔

یہ میرے آقا کے احسانات کے خلاف ہے:

ایک آقا کا غلام تھا۔ ایک دن آقا اپنے غلام سے کہنے لگا: میں ککڑی کا ٹٹا ہوں اور تم کھاؤ، ککڑی کہتے ہیں: ”تر“ کو، مالک نے ککڑی کا ٹٹنی شروع کر دی، غلام نے کٹی ہوئی ککڑی کو کھانا شروع کر دیا۔ اچانک آقا نے اس میں سے ایک ٹکڑا چکھا تو وہ کڑوا نکلا، آقا نے تعجب سے غلام سے کہا: تو کڑوی ککڑی کھا رہا ہے، تو نے بتایا کیوں نہیں کہ ککڑی کڑوی ہے؟ غلام نے جواب دیا: جس آقا کے ہاتھ سے روزانہ میٹھی چیزیں کھاتا ہوں، ایک دن کڑوی آگئی تو اس کو کڑوی کہہ دوں، یہ میرے آقا کے احسانات کے خلاف ہے۔

اللہ رب العزت احسانات کی بارش برسائیں اور ابتلاء کے طور پر تھوڑی سی تکلیف آجائے تو بندے کو خوشی سے برداشت کرنا چاہیے کہ یہ میرے مالک کی طرف سے ہے، اس لیے کہ خدا بندے سے پیار کرتا ہے تو بندہ خدا سے پیار کرتا ہے، اگر اللہ

بندے سے پیار نہ کرے تو خدا کی قسم بندہ خدا سے پیار کر ہی نہیں سکتا۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتے ہیں: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَنْ يَرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ

﴿المائدہ: 54﴾

اگر تم مرتد ہو گئے اور تم نے دین چھوڑ دیا تو اللہ رب العزت کو تمہاری ضرورت نہیں، اللہ تمہارے بدلے ایسی قوم کو لائیں گے کہ اللہ ان سے پیار کرے گا اور وہ اللہ سے پیار کریں گے۔

مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ اللہ نے اپنی محبت کا تذکرہ پہلے کیوں فرمایا کہ اللہ ان سے پیار کرتا ہے؟ دراصل یہ اس محبت کا صلہ ہے جو خدا نے پیار کیا، اگر خدا بندے سے پیار نہ کرتے، تو بندہ خدا سے پیار کر ہی نہیں سکتا۔

(التفسیر الکبیر للرازی: ج 6 ص 21 وغیرہ)

اس لیے اللہ احسانات کی بارش برسائیں اور کچھ امتحان، ابتلاء عطا فرمادیں تو اس پر بندے کو دل چھوٹا نہیں کرنا چاہیے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لخت جگر حضرت ابراہیم کا انتقال ہوا تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو مبارک بہہ پڑے، بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا: وانت یا رسول اللہ؟

اللہ کے نبی! یہ ہم کیا دیکھ رہے ہیں، آپ کی آنکھوں سے بھی آنسو بہہ پڑے؟ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انہا الرحمة

(صحیح البخاری: رقم 1303)

یہ رحمت ہے، یہ اللہ کی طرف سے جو باپ کے دل میں محبت ہوتی ہے یہ اس محبت کا اظہار ہے، اس کو نوحہ سے تعبیر نہیں کیا جاسکتا، یہ من جانب اللہ محبت

ہے، اپنے اختیار میں نہیں ہوتا۔

عبدالرحیم؛ میرالخت جگر:

خیر ایک دو باتیں میں نے اس لیے عرض کی ہیں کہ جس طرح کسی بھی شخص کی اولاد جائے، اس اولاد کے جانے پہ جو دکھ والد یا والدہ کو ہوتا ہے یہ دکھ بتانے کی ضرورت نہیں ہے اور میں اپنے طلباء سے گزارش کر رہا تھا کہ اولاد، اولاد میں فرق ہوتا ہے۔ میری ساری اولاد میں سے مجھے سب سے زیادہ محبت اسی [عبدالرحیم] سے تھی۔ اس کی کتنی وجہیں ہیں؟ میں وہ بہت ساری وجہیں بتاؤں گا تو طلباء تو سمجھیں گے باقی لوگ اس کو نہیں سمجھیں گے کہ اس محبت کی وجہ کیا ہے؟

حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان میں سب سے زیادہ محبت حضرت یعقوب علیہ السلام کے دل میں حضرت یوسف علیہ السلام کی ڈالی تھی، کیوں؟ اس لیے کہ امتحان حضرت یوسف کی وجہ سے لینا تھا۔ پہلے دل میں محبت ڈالی، پھر بیٹے کی وجہ سے صدمہ دیا، یہ دیکھنے کے لیے کہ میرا یعقوب اس موقع پر شریعت کا کتنا خیال کرتا ہے؟! اللہ نے پہلے ہمیں ”عبدالرحیم“ کی محبت دی ہے، اس کے بعد ابتلاء دیا ہے۔ اللہ ہم سب کو ابتلاؤں سے محفوظ رکھے۔ ہم بہت کمزور ہیں۔ امتحانات سے خدا ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ آمین

خیر میں گزارش یہ کر رہا تھا اور اس بات کو اچھی طرح سمجھیں کہ بحیثیت انسان ہمیں انسانیت کے تقاضوں کا بھی خیال رکھنا چاہیے۔ بحیثیت انسان ہمارے ذمہ ہے انسان کا خیال کرنا، غریب کا خیال کرنا حتیٰ کہ جانوروں اور چوپایوں کا خیال کرنا۔ یہ انسانیت کا تقاضا ہے۔

مسلمان ہونے کا تقاضا:

اگلا معاملہ ہے بحیثیت مسلمان ہونے کا کہ جو احکام اللہ رب العزت نے

ہمارے ذمے لگائے ہیں ان احکام کو ہم بجالائیں۔ اگلا مسئلہ ہے رسول اکرم ﷺ کے امتی ہونے کا، نبی پاک کے چونکہ امتی ہیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں۔ قیامت تک اب کسی نبی نے پیدا نہیں ہونا، اب ہمارے ذمے کام یہ ہے کہ ہم شریعت کے نظریات و مسائل خود سیکھیں اور آگے امت کو یہ نظریات اور مسائل سکھائیں۔ یہ ہماری ذمہ داریوں میں شامل ہے۔ پہلی امتوں کی ذمہ داریوں میں شامل نہیں تھا کہ وہ پوری دنیا میں دین کی اشاعت کی محنت کریں، یہ ہماری ذمہ داری میں شامل ہے۔

اس تمہید کے بعد میں اس کا خلاصہ عرض کرتا ہوں کہ ہم چونکہ مخلوق ہیں، اللہ ہمارا خالق ہے اور ہمارا مالک ہے، مالک کو اپنی مملوک میں اور خالق کو اپنی مخلوق میں تصرف کا پورا حق حاصل ہوتا ہے۔ لہذا مالک کو یہ کہنا کہ آپ نے ایسا کیوں کیا ہے؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے دل سے اس کو مالک مانا ہی نہیں ہے۔ خالق پر اعتراض کرنا کہ آپ نے ایسا کیوں کیا ہے؟ اس کا معنی کہ ہم نے دل سے خالق مانا ہی نہیں ہے۔ جب مان لیا تو پھر اعتراضات کے دروازے بند کر دینے چاہئیں۔

موت کی خبر سنیں تو کیا کریں؟

جب کسی کی موت کی خبر سنیں تو شریعت کا حکم یہ ہے کہ زبان سے دو جملے

کہیں: **إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ**

یہ دو جملے کیوں کہتے ہیں؟ اس لیے کہ جب کسی آدمی کو صدمہ پہنچے، کسی کی

موت پر آدمی کو دکھ ہو تو یہ دکھ اور صدمے دو قسم کے ہوتے ہیں۔

پہلا صدمہ: یہ ہوتا ہے کہ یہ جلدی گیا ہے، اس کو ابھی نہیں جانا چاہیے

تھا، بچہ ہے جو ان ہوتا، بوڑھا ہوتا، بلکہ بوڑھا ہو تب بھی لوگ رو پڑتے ہیں کہ

نہیں! اس کو کچھ سال اور زندہ رہنا چاہیے تھا۔

آپ میں سے وہ حضرات جو میری سابقہ زندگی سمجھتے ہیں؛ میرے احباب اور رشتہ دار، یہ لوگ میری بات صحیح سمجھیں گے، بقیہ کو شاید سمجھ نہ آئے۔ جن مشکلات سے میں گزرا ہوں انہیں باہر کے لوگ نہیں جانتے، میری برادری جانتی ہے یا شاید رشتہ دار جانتے ہیں یا میرے قرب و جوار کے لوگ جانتے ہیں۔ ان مشکلات کے دور میں ہمارے والد اور والدہ کی دعائیں شامل تھیں۔

میں ایک جملہ کہنے لگا ہوں کہ اب جب بھی خواتین ہمارے گھر آتی ہیں، وہ حسرت سے یہ بات کہتی ہیں: اے کاش! اس کی ماں زندہ ہوتی، اُس نے اس کے دکھ دیکھے تھے، آج اس کے سکھ بھی دیکھتی، جس نے جیلیں دیکھی ہیں وہ آج بہاریں بھی دیکھتی۔ یہ بات میں نے کیوں کی؟ یہ بتانے کے لیے کہ ہماری عموماً خواہش ہوتی ہے کہ اسے ابھی نہیں مرنا چاہیے، کچھ دیر بعد مرے، ان عورتوں کی خواہش تھی کہ اس کی ماں پہلے فوت نہ ہوتی، کچھ سال گزار کے فوت ہوتی۔ تو بندے کے دل میں ایک صدمہ یہ ہوتا ہے کہ ابھی نہ مرتا، کچھ عرصے بعد مرتا۔

دوسرا صدمہ: یہ ہوتا ہے کہ یہ ہر وقت میرے پاس تھا، اب مجھ سے جدا ہو گیا۔ اس سے قبل بھی میرا ایک بیٹا ”عبید اللہ بہادر“ فوت ہوا ہے، ایک چھوٹی بیٹی ”عقیفہ“ فوت ہوئی ہے۔ یقین کریں بعض باتیں میں سمجھانا چاہوں ممکن ہی نہیں کہ سمجھا سکوں، طلباء جو میرے پاس رہتے ہیں وہ تو سمجھتے ہیں، باہر والوں کو قلبی کیفیات سمجھانا بہت مشکل ہے۔

مجھے یاد ہے میں گھر میں وضو کر رہا تھا اور چھوٹا بچہ ”عبید اللہ“ یا ”عبد اللہ“ مجھے یاد نہیں، ساتھ کھڑا تھا، دل میں فوراً ایک حدیث مبارک آئی کہ نبی کریم ﷺ نے جو اعلان فرمایا ہے کہ اگر کسی کی دو اولادیں فوت ہو گئیں تو جنت میں والدین کو لے کر جائیں گی۔ امی عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا: حضرت! اگر کسی کی ایک ہو؟ فرمایا ایک

فوت ہو گئی تو بھی والدین کو جنت میں لے کر جائے گی۔ (جامع الترمذی: رقم 1062)
اب غیر شعوری طور پر اور بغیر میرے چاہنے کے، ایسے ہی میرے دل میں
خیال آیا کہ میرا بھی کوئی بیٹا چلا جائے، اور جب خیال آتا تو میں خود کو جھٹکتا کہ یہ بھی
کوئی خیال لانے والی بات ہے۔ اور تھوڑے مغفرت کے راستے موجود ہیں۔

خیر میں بتا رہا تھا کہ بیٹا بھی چلا گیا، بیٹی بھی چلی گئی، بندہ اللہ سے پیار کی باتیں
کرتا ہی ہے، تو میں کہتا: اے اللہ! جو مغفرت کا نصاب اولاد کی وفات والا ہوتا ہے، ہمارا
تو وہ نصاب بھی پورا ہو گیا ہے، یہ تو نصاب کے اوپر کا ایک بیٹا ہے نا۔ اور دیکھو! یہ اللہ کا
کرم ہی ہے کہ اللہ نصاب سے اوپر بھی نعمتیں عطا فرمادیں۔ خیر جو بات میں کہنے لگا تھا
کہ وہ چونکہ چھوٹے تھے ایک چھ ماہ کا، ایک چار ماہ کا، میرا وقت ان کے ساتھ نہیں گزرا،
میری بیوی کا وقت گزرا ہے۔ میں کبھی آیا چلا گیا، کبھی آیا چلا گیا۔ یہ جو بیٹا [عبدالرحیم]
فوت ہوا سو اتین سال کا، اس کا وقت میرے ساتھ گزرا ہے اور جس کا وقت ساتھ گزرا
ہو، اس کے جانے پہ دکھ بہت ہوتا ہے۔

میں بتا رہا تھا کہ صدمے میں دو باتیں ہوتی ہیں۔

1: ابھی نہیں جانا چاہیے تھا، کچھ دیر بعد جاتا۔

2: مجھ سے جدا ہو گیا۔

ان صدموں کا علاج:

یہ ہر وارث کے صدمے ہوتے ہیں۔ شریعت نے دونوں کا علاج بتایا
ہے، فرمایا زبان سے کہو: "إِنَّا لِلَّهِ" اے اللہ! ہم مملوک ہیں، تو مالک ہے، ہمارے ذہن
میں تھا، آج نہیں جانا چاہیے تھا، مالک کی مرضی آج بلائے، مالک کی مرضی دس سال
بعد بلائے اور دوسرا بندے کے ذہن میں خیال تھا کہ مجھ سے جدا ہو گیا۔ اس کا علاج
بتایا: "وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ" کہ اپنی زبان سے کہو، یہ ہمیشہ کے لیے تم سے جدا نہیں

ہوا، تھوڑی دیر کے لیے جدا ہوا ہے، کل وہ گیا تھا، آج ہم جانے والے ہیں۔ بیٹا امریکہ جاتا ہے، ماں اس کے جانے پہ روتی ہے: پتر تو امریکہ چلا ایں [بیٹا تو امریکہ جا رہا ہے] بیٹا کہتا ہے: اماں! چار سال کی بات ہے، گرین کارڈ مل جانا ہے اور میں نے تجھے بھی بلا لینا ہے۔ ماں خوش ہو جاتی ہے۔ یہ بیٹا تسلی دیتا ہے کہ میں نے بلا لینا ہے۔ تو جب جانے والے پر دکھ تھا، تو اللہ نے بتا دیا کہ وہ گیا، تو تم بھی جانے والے ہو۔ تو اس سے انسان کے دونوں صدے ختم ہو جاتے ہیں بشرطیکہ انسان میں انسانیت موجود ہو۔

طبعی صدے کا آنا اور بات ہے اور اس صدے کا بتکلف اظہار کرنا اور بات ہے۔ تو پہلی بات میں نے یہ عرض کی کہ ہم چونکہ انسان ہیں اور بحیثیت انسان ہمیں اللہ کے احسانات کا تذکرہ کرنا چاہیے تو پھر اللہ کی طرف سے آنے والی چھوٹی تکالیف بھول جاتی ہیں۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دنیوی معاملات میں اپنے سے چھوٹوں کو دیکھا کرو اور دینی معاملات میں اپنے سے بڑے کو دیکھا کرو۔ دنیوی معاملات میں چھوٹوں کو دیکھنے کا مطلب یہ ہے کہ مثلاً آپ کے پاس گاڑی ہے تو اس کو دیکھیں جس کے پاس موٹر سائیکل ہے، آپ کے پاس دو گاڑیاں ہیں اس کے پاس ایک ہے اور دینی معاملات میں بڑے کو دیکھو، وہ تہجد پڑھتا ہے میں صرف فرض پڑھتا ہوں۔ تو دینی معاملات میں اوپر والے کو دیکھو تو دین پر عمل کی توفیق ہوگی اور اپنا فسق و فجور بندے کے دماغ میں آئے گا اور دنیوی معاملات میں چھوٹے کو دیکھو تو اس سے اللہ پاک شکر کی توفیق عطا فرمائیں گے۔

خیر میں ایک بات عرض کر رہا تھا کہ بحیثیت انسان انسانیت کے تقاضے یہ ہیں کہ اللہ کے احسانات کو ذہن میں رکھیں اور چھوٹی موٹی تکالیف کو نظر انداز کریں، اس پر اللہ بہت چیزیں عطا فرماتے ہیں۔ اپنی رحمتوں اور برکتوں سے انسان کو بہت

نوازتے ہیں۔

بحیثیت مسلمان ہماری ذمہ داری:

بحیثیت مسلمان اس موقع پر ہمارے ذمہ کیا ہے؟ دیکھیں انسان کو صدمہ پہنچتا ہے لیکن اس صدمے پر ایسے صبر کرے جیسے اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ چاہتے ہیں۔ پھر اس صدمے پر اجر ملتا ہے۔ اگر دکھ کا سارا اظہار اس نے کر دیا پھر اس صدمے پر اجر کیا ملتا ہے؟! رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لیس منا من ضرب الحدود أو شق الجيوب أو دعا بدعوى الجاهلية

(صحیح مسلم: رقم الحدیث 103)

فرمایا وہ شخص ہم میں سے نہیں جو گریبان کو پھاڑے، اپنے منہ کو نوچے اور جاہلوں کی طرح اونچی آواز سے بین کرے۔ اس کا ہم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

بندے نے اپنے رخسار کو بھی نوج لیا، اپنے گریبان کو بھی پھاڑ لیا، اونچی آواز سے بین بھی کر لیا تو جو پابندی تھی وہ سارے کام کر لیا، اب بتاؤ! خدا سے اجر کس بات کا لینا ہے؟! بحیثیت مسلمان بندے کو چاہیے کہ کسی موقع پر تکلیف آجائے تو اسے ایسے بیٹھل کرے جیسے اللہ چاہتے ہیں تو پھر اللہ اس پر انعامات عطا فرماتے ہیں۔ بیٹے یا کسی عزیز کے جانے کا انسان کو دکھ اور صدمہ بہت ہوتا ہے لیکن اس صدمے کو ایسے سنبھالے جیسے اللہ پاک چاہتے ہیں۔ اللہ مجھے اور آپ کو بحیثیت مسلمان اسلامی احکامات پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

ہم چونکہ مسلمان ہیں ہمارے ذمے یہ بات ہے کہ جب کوئی انسان بیمار ہو تو اس کی بیمار پرسی کریں اور اس کا علاج معالجہ کریں، لیکن جائز حدود میں رہ کر کریں۔ اگر اللہ صحت عطا فرمائے تو شکر ادا کریں۔ اگر اللہ بیماری بڑھادیں اور اللہ اس بیماری کو موت کا سبب بنا دیں تو اس پر صبر کریں۔ اگر موت آجائے تو ہمارے ذمے ہے اس کو

غسل دینا، کفن دینا، اس کا جنازہ پڑھنا اور اس کو قبر میں لے جا کر دفن کے بعد دعا مانگنا، پھر اس کے بعد اس کے لیے ایصالِ ثواب کرنا اور اس کے گھر والوں کے ساتھ تعزیت کرنا، یہ کام ہمارے ذمے بحیثیت مسلمان ہیں۔ ایصالِ ثواب میت کے لیے ہے، تعزیت اہل میت کے لیے۔

ہم اس بات کو سمجھتے نہیں ہیں تو الٹا کام کرتے ہیں۔ پوچھو: بھائی کہاں چلے ہو؟ تو کہتے ہیں: فلاں کے گھر چلے ہیں، وجہ پوچھیں تو کہتے ہیں: فاتحہ پڑھنے۔ فاتحہ تو آپ گھر بھی پڑھ سکتے تھے، وہاں جانے کی کیا ضرورت تھی؟ لہذا جب کوئی پوچھے کہ کہاں جاتے ہو؟ تو کہا کرو، تعزیت کرنے کے لیے، تعزیت کا مطلب ہے تسلی دینا۔

ایک ہوتا ہے ثواب اور ایک ہوتا ہے ایصالِ ثواب، ”ثواب“ کا معنی ہوتا ہے، بندہ عمل کرے اور اجر خود لے، ”ایصالِ ثواب“ کا معنی ہے کہ عمل کرے اور اجر کسی اور کو دے۔ ہم اہل السنۃ والجماعۃ ثواب کے بھی قائل ہیں اور ایصالِ ثواب کے بھی قائل ہیں۔ ایصالِ ثواب میت کے لیے ضرورت ہے اور تعزیت میت کے گھر والوں کی ضرورت ہے۔

آپ حضرات آئے ہیں تو آپ کے آنے پر ہمارا دکھ یا تو ختم ہو جائے گا یا کم ہو جائے گا۔ تو تعزیت ہوتی ہے رشتہ داروں سے اور لواحقین سے، یہ گھر بیٹھے نہیں ہوتی، ان کے پاس جانا پڑتا ہے، نہ جاسکیں تو ٹیلی فون کر دیں، میسج کر دیں، خط لکھ دیں، ای میل کر دیں، جو ذریعہ میسر ہو استعمال کریں اگر عذر ہو۔

چند مسائل:

آخری بات کہ ہم صرف مسلمان نہیں بلکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہیں۔ ان مسائل کو خود سمجھنا اور دوسروں کو یہ مسائل سمجھانا، مسائلِ زندگی میں لانا اور امت کو یہ مسائل بتانا، یہ ہماری ذمہ داری میں شامل ہے۔ اس لیے میں دو

یائین مسئلے عرض کرتا ہوں ان کو ذہن نشین فرمائیں:

[1]: جب انسان وفات پا گیا، تو ہمارے ذمے اس کو غسل دینا اور کفن دینا ہے۔ غسل دینے میں بھی خیال کریں کہ خلاف شریعت نہ ہو، اور کفن دینے میں خیال کریں کہ خلاف شریعت نہ ہو۔ میں یہ بات اس لیے کہہ رہا ہوں کہ مجھے اپنے گاؤں کا پتہ چلا، لوگوں نے بتایا اور تعجب ہوا کہ یہاں پر عورتوں کو سبز کپڑوں کا لباس پہنا کر دفن کیا جاتا ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ تم سفید لباس پہنا کرو اور وَكْفِنُوا فِيهَا مَوْتَاكُمْ

(سنن ابی داؤد، رقم الحدیث 3880 باب فی الامر بالکفل)

اور اپنے مردوں کو بھی تم سفید لباس میں کفن دیا کرو۔

یہ سفید کفن مرد کا بھی ہے اور عورت کا بھی ہے، بچے کا بھی اور بوڑھے کا بھی

ہے۔ لہذا سفید کفن ہی میں دفننا چاہیے۔ (احکام میت: ص 45)

[2]: ہمارے ہاں یہ رواج ہے کہ ایک مصلیٰ لیں گے اور وہ بھی ساتھ دفن کر دیں

گے، یہ خلاف شریعت ہے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ج 4 ص 305)

[3]: ہمارے بعض علاقوں میں رواج یہ ہے کہ درود ماہی، درود تاج میت کے

ساتھ دفن کرتے ہیں۔ میت کے ساتھ دفن کرنے کا گناہ ہو گا، جہاں اللہ کا نام لکھا ہے

جب خدا کے نام کو کیڑے کاٹیں گے اور مٹی کھائے گی تو یہ مسلمان کے لیے ذلت کا

مسئلہ ہے۔ (احکام میت: ص 203)

[4]: بعض لوگ کفن پر کلمہ لکھتے ہیں، کفن پر کچھ نہ لکھیں۔ [احکام میت: ص 203]

[5]: بعض لوگ دفن کرتے وقت میت کو سیدھا لٹاتے ہیں اور میت کا چہرہ قبلے کی

طرف کرتے ہیں۔ اس بات کا خیال رکھیں کہ پوری میت کو قبلے کی طرف کریں، میت

کو دائیں کروٹ لٹا کر اور اس کے پیچھے کچی اینٹیں رکھ کر اس کی پوری کروٹ قبلے کی

طرف کریں۔ یہ میت کو دفنانے کا سنت طریقہ ہے۔ [بہشتی زیور: ص 494]
 [6]: غسل اور کفن دے دیا تو زیادہ دیر تک میت کو گھر میں نہ رکھیں،
 اس کو جتنا جلد ہو سکے تو دفنانے کی کوشش کریں۔

(سنن ابی داؤد: رقم الحدیث 3161)

ایک غلط فہمی کا ازالہ:

اگر کسی کے ذہن میں یہ خیال آئے کہ مولانا صاحب مسئلہ بتا رہے ہیں کہ جلدی دفن کرو، اور اپنا بیٹا مغرب کو فوت ہوا اور دوسرے دن گیارہ بجے جنازہ ہو رہا ہے، شاید شریعت کے خلاف کر رہے ہیں۔ اس کی وجہ یہ نہیں ہے بلکہ وجہ یہ ہے کہ مغرب سے تھوڑی دیر پہلے فوت ہوا جب ہم لاہور سے چلے تو لاہور سے آتے آتے دو، اڑھائی گھنٹے لگ جاتے ہیں۔ رات کو دفن کرنا بہت مشکل ہے اور سردی میں لوگوں کو جنازے میں لانا بڑا مشکل ہے۔

ہم ایسی کوشش کرتے ہیں کہ آپ حضرات کو تکلیف نہ ہو۔ میں نے کہا صبح آٹھ بجے کر لیں، ہم آٹھ بجے اس لیے چاہتے تھے کہ لوگ دفاتر میں اور اپنے کاموں پر پہنچ جائیں، مجھے حضرات نے کہا کہ چھٹی کا دن ہے آپ گیارہ بجے رکھیں تاکہ لوگ آرام سے آئیں اور آرام سے چلے جائیں۔ انتظامی امور کی وجہ سے ہم نے تاخیر کی ہے۔ خدا گواہ ہے، اپنی کسی ضرورت کی وجہ سے تاخیر نہیں کی۔ آپ حضرات کی سہولت و آسانی کے لیے ہم نے ایسا کیا۔

[7]: میت کو جلدی دفن کریں اور جنازے کے بعد دعا مانگنا دفن سے

پہلے، یہ سنت کے خلاف ہے اور بدعت ہے۔ (راہ سنت: ص 206)

سنت کے خلاف کرنے پر گناہ ملتا ہے اور سنت کے مطابق کرنے پر اجر و ثواب ملتا ہے۔ اگر آپ میں سے کسی بندے نے میت کے لیے دعا کی ہے جنازے

کے بعد اور دفن سے پہلے تو میں آپ کو وصیت کرتا ہوں کہ آپ اس گناہ سے توبہ کریں کہ اے اللہ! اس سے قبل جو ہم کر چکے ہیں اسے معاف فرمادے اور آئندہ اس بدعت کا ارتکاب نہیں کریں گے۔

بہت سارے لوگ سمجھتے ہیں کہ ہم نے دعا ہی کی ہے کوئی غلط کام تو نہیں کیا۔ دعا وہاں کریں جہاں پیغمبر نے فرمائی ہے جس موقع پر نبی سے ثابت نہ اس موقع پر دعا نہ کریں۔ اس موقع پر دعائیں مانگنا شریعت کے خلاف ہے اور جہاں دعا نہیں مانگی اس پر التزام کریں اور اس کو اہل السنۃ والجماعۃ سے خارج کہیں، یہ جائز نہیں ہے۔ دعا میت کے دفن کرنے کے بعد کرنی ہے۔ میت کے دفن کرنے کے بعد اس کے سر کی جانب سورۃ بقرہ کا پہلا رکوع اور اس کے پاؤں کی جانب بقرہ کا آخری رکوع پڑھیں (کنز العمال: ج 15، ص 255)

اس کے بعد دعائیں اور اس کے بعد واپس آئیں۔

[8]: اس کے بعد قتل کرنا، ساتواں کرنا، چالیسواں کرنا، یہ سب بدعات

میں شامل ہیں اور خلافت شریعت ہیں۔ (راہ سنت: ص 270)

اپنی زندگی سنت کے مطابق گزاریں، کل قیامت کے دن حضور اکرم

ﷺ کو منہ دکھانا ہے، لہذا سنت کے مطابق کام کریں۔

میں اس لیے گزارش کر رہا ہوں کہ جیسے آپ کے علم میں ہیں ہمارے اس

ادارے کا نام مرکز اہل السنۃ والجماعۃ ہے۔ اگر ہم ہی اہل السنۃ والجماعۃ کی بات نہیں

کریں گے، تو اہل السنۃ والجماعۃ کے مسئلے آپ کو کون بتائے گا؟ ہم اس کا خیال نہیں

کرتے کہ لوگ کیا کہیں گے؟ ہماری سب سے بڑی پریشانی یہ ہے کہ قیامت کے دن

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا فرمائیں گے؟ اللہ کے نبی فرمادیں کہ یہ ہمارے ہیں تو

اس پر ہم خوش ہیں۔ شادی کا موقع ہو یا غم کا موقع ہو، ہمیں رسول اکرم ﷺ کی

سنت کو تھامنا چاہیے۔ اس لیے جنازے کے متصل بعد دفن سے پہلے دعا خلاف سنت ہے اور بدعت ہے۔ رسم قل، ساتواں، چالیسواں، سالانہ، ختم، یہ سب بدعات ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔

لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ وہابی ہیں اور ایصال ثواب کے قائل نہیں ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ ہم ایصال ثواب کے قائل ہیں لیکن پورے گاؤں کو دکھلا کر ایصال ثواب کے قائل نہیں ہیں، اللہ توفیق عطا فرمائے ایک لاکھ روپیہ مسجد میں دے دو اور کہہ دو کہ اے اللہ! اس کا ثواب میری ماں یا باپ کو دے دے۔ تو کون انکار کرتا ہے؟ لیکن ہمارا ایصال ثواب اس وقت تک نہیں ہوتا جب تک گھر میں پڑھنے کے لیے کوئی نہ آئیں، جیسے کرائے کے قائل ہوتے ہیں کہ پیسے دو اور بندہ مروالو۔ اسی طرح یہ ختمی ہیں، پیسے دو اور قرآن پڑھو الو۔

ایک مرتبہ چائے نہ پلاؤ تو وہ دوبارہ تمہارے گھر آ کر قرآن پڑھنے کا نام بھی نہیں لیں گے۔ جب چائے پکتی ہے تو 15 پارے ختم ہوتے ہیں اور جب کھانا تیار ہوتا ہے تو پورا قرآن ختم ہو جاتا ہے۔ تو جس قدر دکھ اس کو ہے جس کا باپ یا ماں فوت ہوئے ہیں، اتنا دکھ کسی اور کو نہیں ہے، خود پڑھے اور خود بخشنے۔ میں یہ مسائل اس لیے عرض کیے ہیں کہ بحیثیت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہمارے ذمہ ہے کہ ہم ان مسائل کو سمجھیں اور ان مسائل کی آگے اشاعت کریں۔

اہل السنۃ والجماعۃ کا نظریہ:

ہمارا اہل السنۃ والجماعۃ کا نظریہ یہ ہے کہ جس جگہ اور گڑھے میں میت کو دفن کرتے ہیں اسی کا نام ”قبر“ ہے، کوئی تمہیں دھوکہ نہ دے کہ ”علین“ اور ”سجین“ کا نام قبر ہے بلکہ اسی جگہ کا نام قبر ہے۔ تمہیں لوگ کہیں گے کہ فلاں بندہ تھا اس کو آگ نے جلا دیا، راکھ ہو گیا، اس کی قبر کدھر ہے؟ فلاں بندہ تھا وہ سمندر میں گرا

اس کی قبر کدھر ہے؟ فلاں کو جانور نے کھالیا اس کی قبر کدھر ہے؟ آپ قبر کا معنی یاد رکھیں کہ میت اور میت کے اجزاء کے مقرر کو قبر کہتے ہیں جہاں میت ہو یا میت کے اجزاء ہوں اسی کا نام ”قبر“ ہے۔ جس جگہ دفن ہے وہی قبر یا جلا کر راکھ کو اڑا دیا تو جہاں جہاں اس کے ذرے ہیں یہ ساری اس کی قبر ہے۔

عذاب اور ثواب آپ نے نہیں دینا اللہ نے دینا ہے، اللہ اجزاء کو جمع کر کے بھی دے سکتے ہیں اور پھیلے ہوئے اجزاء کو بھی عذاب دے سکتے ہیں۔ قبر میں عذاب و ثواب روح اور جسم دونوں کو ہوتا ہے۔ اگر نیک ہے تو روح اور جسم دونوں کو ثواب ہوتا ہے اگر بد ہے تو روح اور جسم دونوں کو عذاب ہوتا ہے۔ نہ صرف جسم کو اور نہ صرف روح کو بلکہ دونوں کو ہوتا ہے۔

میت سے سوال و جواب:

جب میت کو دفن کر کے واپس آئیں تو حدیث میں آتا ہے کہ جب دفن کر کے واپس آتے ہیں تو چلنے کی وجہ سے جو توں کی جو آواز پیدا ہوتی ہے اس آواز کو بھی میت سنتی ہے۔ یہ روایت صحیح بخاری میں موجود ہے۔ [صحیح البخاری: ج 1 ص 183]

میت کی روح کو لوٹا دیا جاتا ہے اس سے تین سوال ہوتے ہیں۔ 1: من ربك؟، 2: من نبیک؟، 3: ما دینك؟، تیرا رب کون ہے؟ تیرا نبی کون؟ تیرا دین کیا ہے؟ اگر میت جواب دے کہ میرا رب اللہ اور میرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور میرا دین اسلام ہے تو فرشتہ آسمان سے آواز دیتا ہے کہ: **فَيُنَادِي مُنَادٍ مِنَ السَّمَاءِ أَنْ صَدَقَ عَبْدِي فَأَقْرِشُوهُ مِنَ الْجَنَّةِ**، اس کو جنت کا بچھونا دو، **وَأَلْبَسُوهُ مِنَ الْجَنَّةِ** اس کو جنت کا لباس دو، **وَافْتَحُوا لَهُ بَابًا إِلَى الْجَنَّةِ** میت یہاں اور جنت وہاں رہتی ہے جنت کا دروازہ اس کے لیے کھول دو، **فَيَأْتِيهِ مِنْ طَيْبِهَا وَرَوْحِهَا**، جنت کی خوشبو اس قبر میں پہنچ جاتی ہے۔ (مُصَنَّفُ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ، رَقْمُ 12185)

اور فرشتہ کہتا ہے: نہ کنوٰۃ العروس

(ترمذی: باب عذاب القبر)

ایسے سو جا جیسے پہلی رات کی دلہن سوتی ہے۔

دلہن کی طرح سو جا:

میں ایک نکتہ عرض کرتا ہوں کہ فرشتہ یہ بھی کہہ سکتا ہے: ”نہ سو جا، یہ کیوں کہا کہ دلہن کی طرح سو جا؟ اس کی حکمت کیا ہے؟ ایک وجہ یہ ہے کہ عورت جتنی بھی بڑی ہو، خاندان جتنا بھی بڑا ہو، دولت اور حسن و جمال والی ہو، عورت کو دنیا میں کسی چیز میں راحت نہیں ہوتی، اگر راحت ملتی ہے تو شوہر کے پہلو میں ملتی ہے۔ آدمی جتنا بھی نیک ہو، جتنا بھی بڑا ہو، اس کو راحت قبر کے پہلو میں ملتی ہے۔

دوسری حکمت یہ ہے کہ اگر کسی عورت کو آپ کا دل کرتا ہے دیکھ نہیں سکتے، میج نہیں کر سکتے، خط نہیں لکھ سکتے، لیکن وہی عورت کلمہ نکاح کے ساتھ آجائے تو پورا خاندان باہر کھڑا ہوا ہے اب اس کو ہاتھ لگانے میں کوئی ڈر نہیں، بالکل اسی طرح قبر ظلمت کا گھر ہے، خلوت کا گھر ہے، وہاں جاتے ڈر لگتا ہے جیسے عورت کو چھوتے، دیکھتے ڈر لگتا تھا، کلمہ نکاح کے ساتھ آجائے تو ڈر نہیں۔ قبر میں جانے سے ڈر لگتا ہے کلمہ ایمان کے ساتھ آجائے تو کوئی ڈر نہیں، اس لیے فرمایا: نہ کنوٰۃ العروس، تجھے بھی کوئی ڈر نہیں۔ سوال و جواب ہو جاتے ہیں میت کی روح نکال دیتے ہیں میت سو جاتی ہے یہ مسئلہ عام امتی کا ہے انبیاء کا نہیں ہے۔ جب نبی کی روح لوٹا دی جائے تو نہ اللہ کے نبی سے سوال و جواب ہوتا ہے اور نہ پھر نبی کی روح نکالی جاتی ہے۔ اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ ہے کہ انبیاء قبروں میں زندہ ہیں۔ یہاں سے درود پڑھو تو قبر تک پہنچایا جاتا ہے اور قبر پر پڑھو تو نبی کو سنا دیا جاتا ہے۔ اللہ ہم سب کو اہل السنۃ والجماعۃ کے مسلک پر کار بند رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

”قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ“
کے متعلق تین مضامین

www.ahnafmedia.com

خانقاہ اشرفیہ اختر یہ
مرکز اہل السنۃ والجماعۃ سرگودھا
7 فروری 2013ء

”قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ“ کے متعلق تین مضامین

الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونؤمن به ونتوكل عليه و
نعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيئات اعمالنا من يهده الله فلا مضل له
ومن يضلل فلا هادي له ونشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له ونشهد ان
سيدنا ومولانا محمدا عبده ورسوله. اما بعد فاعوذ بالله من الشيطان
الرجيم. بسم الله الرحمن الرحيم: قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحى إِلَيَّ أَنَّمَا
إِلَهُكُمْ إِلَهٌ وَاحِدٌ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ
بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا۔

﴿الكهف: 110﴾

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى
آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ. اللَّهُمَّ بَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ
عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ.

دجالی فتنہ سے حفاظت:

میں نے جو آیت کریمہ تلاوت کی ہے، یہ سورہ الکہف کی آخری آیت ہے۔
کل جمعہ کا دن ہے۔ اللہ رب العزت جمعہ کے دن ہمیں معمولات نبوت کو پورا کرنے
کی توفیق عطا فرمائے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر عمل کرنا ہی نجات کا
ذریعہ ہے۔ دجال کا فتنہ بہت سخت ہے۔ بڑے بڑے لوگوں کے دل اس سے کانپ

جائیں گے۔ جو دجال کے فتنہ سے بچنا چاہے اس کے لیے بہترین طریقہ یہ ہے کہ وہ جمعہ کے دن سورہ کہف کی تلاوت کرے۔ ﴿تفسیر ابن کثیر تحت سورۃ الکہف﴾

اللہ ہم سب کو توفیق عطا فرمائے۔ [آمین]

بغیر الارم اٹھنے کا حیرت انگیز نسخہ:

سورت الکہف کی آخری [قُلْ لَوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا سے آخر سورت

تک] آیات کی ایک خوبی اور خصوصیت ہے جو حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان فرمائی کہ جو شخص رات کسی وقت اٹھنا چاہے اس آیت کو پڑھے اور اس وقت کی نیت کرے، اللہ اس کو اس وقت اٹھادے گا۔ بغیر الارم کے اٹھنے کا بندوبست اللہ نے فرمایا ہے۔ ﴿معارف القرآن: ج ۵ ص ۶۶۳ عن الثعلبی﴾

اللہ ہمیں اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔

میں یہ بات بطور کارگزاری کے عرض کرتا ہوں۔ میرا حمد اللہ تعالیٰ پورے

ملک اور بیرون ملک معمول ہے کہ جس وقت کی نیت کر کے سوتا ہوں اسی وقت اللہ پاک اٹھادیتے ہیں۔ اس کا اندازہ ان کو ہوتا ہے جو سفر میں میرے ساتھ ہوتے ہیں۔ فرق یہ ہے کہ بڑوں کی چھوٹی باتیں بڑی ہوتی ہیں اور چھوٹوں کی بڑی باتیں چھوٹی ہوتی ہیں۔ تو میں چونکہ بہت چھوٹا ہوں، ان باتوں کی اس وقت اہمیت محسوس نہیں ہوتی۔

تحدیث بالنعمة:

میرا 2010ء میں پورے سعودی عرب کا سفر تھا۔ میرا اندازہ ہے کہ شاید

پاکستان اور ہندوستان میں ایک ایسا عالم ہوں کہ جس نے سعودی عرب کے تمام قابل قدر شہروں کا دورہ خالص مسلک کے دفاع کے لیے کیا ہے، تو اس میں ہمارا روزانہ سفر 800 کلو میٹر، کبھی 600 کلو میٹر اور کبھی 500 کلو میٹر ہوتا۔ اتنا لمبا سفر ہوتا، تو کبھی رات گیارہ بجے سوتے، صبح چار بجے اٹھتے۔

میرے ساتھ ایک ساتھی تھے، مستقل رہبر، انہیں میں یہ بات کہتا تھا کہ مجھے صبح اٹھانے کے لیے الارم کی ضرورت نہیں۔ ہمارا سفر ان شاء اللہ بغیر الارم کے چلتا رہے گا، تو ان کو بہت تعجب ہوتا۔ تعجب اس بات پر ہے کہ ہم اس کو خطیب سمجھتے ہیں اور یہ وقت پہ صبح اٹھ بھی جاتا ہے۔ ہمارے ہاں تاثر عموماً بہت عجیب ہوتا ہے۔ خیر! اللہ رب العزت ہمیں اپنے اکابر اور اسلاف کی باتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

تین مضامین:

اس آیت کریمہ کی روشنی میں مضامین تو کئی بیان کیے جاسکتے ہیں، لیکن میں سمجھانے کے لیے تین مضمون پیش کرتا ہوں۔

1: لفظ ”قُلْ“ پر

2: اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ پر

3: فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا پر

تو تین مضمون آپ ذہن نشین فرمائیں۔

مضمون اول: لفظ ”قُلْ“:

اللہ رب العزت نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا ہے کہ آپ فرمائیں: اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ۔ تو یہ قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ، اللہ کا کلام ہے۔ ظاہر ہے کہ اللہ کے کلام ہونے کا معنی یہ ہے کہ کلام کے متکلم ”اللہ“ ہیں۔ اللہ اس کے متکلم کیسے ہیں؟ اللہ کی شان کے لائق ہے۔ میں عوام کو سمجھانا بھی چاہوں گا تو میرے بس میں نہیں ہے۔ شاید آپ حضرات سمجھ جائیں کہ یہ اللہ کی کلام نفسی ہے۔ جس کے ساتھ اللہ متصف ہیں اور اللہ جب سے ہے اس وقت سے خدا کا کلام ہے۔ اس کا معنی کیا

ہے؟ یہ ایک علمی مسئلہ ہے جو عوام کے بس میں نہیں ہے۔ میں صرف اتنی بات عرض کرتا ہوں کہ: قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ، اللہ کا کلام ہے اللہ کے کلام ہونے کا معنی کہ اللہ اس کلام کے متکلم ہیں۔ قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ، اللہ نے فرمایا ہے اور ہم بھی پڑھتے ہیں: قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ، لیکن جب اللہ پڑھے تو مطلب اور ہے، جب ہم نے پڑھا تو مطلب اور ہے۔ یہ بات میں نے عرض کی ہے ایک مسئلہ اور مسئلے کا جواب دینے کے لیے۔

ہمارا اہل السنۃ والجماعۃ احناف دیوبند کا نظریہ ہے کہ اذان کے بعد درود پاک ہو اور درود پاک کے بعد دعا ہو جو حدیث مبارک میں موجود ہے: اللَّهُمَّ رَبِّ هَذِهِ الدَّعْوَةِ الثَّامَّةِ (صحیح البخاری، باب الدعاء عند التذاء)

اہل بدعت کی بے ادبی:

بعض اہل بدعت کا ذوق یہ ہے کہ اذان سے پہلے بھی ”الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ“ کہو اور اذان کے بعد بھی ”الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ“ کہو۔ یہ اہل بدعت کا ذوق ہے اہل السنۃ والجماعۃ کا ذوق نہیں ہے۔ اہل السنۃ والجماعۃ اس طریقے کے پابند ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہو اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے نقل ہو کر امت کے پاس پہنچا ہو۔ تو بعض اہل بدعت کو اصرار ہوتا ہے کہ آپ یہ صلوٰۃ کیوں نہیں پڑھتے؟ ہم اہل السنۃ والجماعۃ انہیں یہ بات سمجھاتے ہیں کہ اس لیے نہیں پڑھتے کہ ہمارا عقیدہ ہے ہم یہاں زندہ ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں، ہم بھی مخلوق ہیں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی مخلوق ہیں لیکن کسی مخلوق کو جو عظمت اور رتبے میں بہت بڑی، تو ایسے بڑے آدمی کو دور سے پکارنا یہ ادب کے خلاف ہے۔

ہمیں چونکہ دیوبند والوں نے ادب سکھلایا ہے، یہی وجہ ہے کہ ہم اپنے

پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دور سے نہیں بلاتے، یہ ادب کے خلاف ہے۔ شاگرد اپنے استاد کو دور سے آواز دے کر نہیں پکارتا، مرید اپنے پیر کو دور سے آواز دے کر نہیں پکارتا، بیٹا اپنے باپ کو دور سے آواز دے کر نہیں پکارتا، تو امتی اپنے نبی کو دور سے آواز دے کر پکارے گا، تو یہ ادب کے خلاف ہے۔ اس لیے ہم نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دور سے ”یا رسول اللہ“ کہہ کر پکارنا چھوڑ دیا ہے۔

علماء دیوبند کی عبارت کا مطلب:

ممکن ہے کوئی آدمی اعتراض کرے، حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ لکھا ہے، حضرت شیخ زکریا نے لکھا ہے کہ اگر کوئی بندہ مجلس میں: الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ، پڑھے اور یہ نیت کرے کہ میرا یہ درود فرشتے وہاں منتقل کرتے ہیں تو پھر جائز ہے۔ اس میں تو اعتراض کی بات ہی نہیں ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس بندے نے نجی مجلس میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب یوں نہیں کیا کہ دور سے پکارنا لازم آئے۔ بلکہ درود پڑھ دیا ہے اور فرشتوں نے پہنچا دیا ہے۔ تو اس میں: اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ، یا ”الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ“ ہو پھر تو بالکل عنوان ہی بدل جاتا ہے۔

تو ہم یہ کہتے ہیں کہ دور سے بڑے عظمت والے کو پکارنا یہ ادب کے خلاف ہے ”اللہ“ کو ”یا اللہ“ کہیں یہ ادب کے خلاف نہیں ہے اس لیے کہ ”اللہ“ ہم سے دور نہیں ہے۔ وَتَحْنُوْا قَرَبًاۤ اِلَيْهِۤ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ﴿سورۃ ق: 16﴾

اللہ تو ہماری شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔ تو اللہ ہم سے بہت قریب ہے، دور نہیں کہ ان کو ”یا“ کہہ کے پکارنا ادب کے خلاف ہو۔

اہل بدعت کا اعتراض:

جب ہم یہ بات کہتے ہیں تو اہل بدعت ہماری اس دلیل پر اعتراض کرتے ہیں

کہ جب ہم نماز پڑھتے ہیں تو دوران نماز قعدہ میں ہم کہتے ہیں: السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ، [صحیح البخاری: باب التَّشْدِيدِ فِي الْأَخِرَةِ]

اگر دور سے یا رسول اللہ کہنا ادب کے خلاف ہے، تو نماز میں: أَيُّهَا النَّبِيُّ، کہنا بھی ادب کے خلاف ہے۔ اس لیے کہ "ایہا النبی" کہہ کر نبی پاک کو خطاب کیا ہے تو یہ خلاف ادب ہو۔

اہل السنۃ والجماعہ کا جواب:

ہم کہتے ہیں اذان سے پہلے اور اذان کے بعد ”الصلوة والسلام عليك يا رسول الله“ اور نماز میں التحیات میں: السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ کہنا، ان دونوں میں فرق ہے۔ فرق کیا ہے؟

تین عبادات کے بدلے تین انعامات:

جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عرش پر تشریف لے گئے ہیں معراج کے موقع پر، تو اللہ نے پوچھا ہے: میرے پیغمبر! کیا لے کر آئے ہو؟ تو جناب حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا: التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ، التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ: میری زبانی عبادات آپ کے لیے ہیں، وَالصَّلَوَاتُ: میری بدنی عبادتیں آپ کے لیے ہیں، وَالطَّيِّبَاتُ میری مالی عبادتیں آپ کے لیے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تینوں عبادتیں اللہ کی خدمت میں پیش کی ہیں، زبان بھی آپ کے لیے، بدن بھی آپ کے لیے اور میرا مال بھی اللہ کے لیے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے بدلے میں تین انعامات عطا فرمائے ہیں:

1: التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ کے بدلے: ”السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ“

2: وَالصَّلَوَاتُ، اس کے بدلے: ”وَرَحْمَةُ اللَّهِ“

3: ”وَالطَّيِّبَاتُ“ اس کے بدلے: ”وَبَرَكَاتُهُ“

التحیات اللہ: اے نبی! اگر آپ کی زبانی عبادت میرے لیے ہے تو پھر ”السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ“ میرا قولاً سلام بھی آپ کے لیے ہے۔ وَالصَّلَاةُ، اگر بدنی عبادت آپ کی میرے لیے ہے تو: وَرَحْمَةُ اللَّهِ، اس کے بدلے میں میری رحمت آپ کے لیے ہے۔ وَالطَّيِّبَاتُ، اگر آپ کا مال میرے لیے ہے تو وَبَرَكَاتُهُ: اس مال کی برکات آپ کے لیے ہیں۔ تو تین چیزیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش کیں ہیں، تو اللہ رب العزت نے تین چیزیں بطور انعام کے دی ہیں۔

(الجامع لاحکام القرآن: تابع سورة البقره، تفسیر الثعلبی: تحت آیت الاسراء)

اس لیے جب ہم مسجد میں آتے ہیں تو دعا مانگتے ہیں: اللَّهُمَّ افْتَحْ لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ،

[مسلم: رقم الحدیث ۷۱۳]

اور جب مسجد سے نکلتے ہیں تو دعا مانگتے ہیں: اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ،

[سنن ابی داؤد باب فیما یقولہ الرّجل عند دخوله المسجد]

یہ دو دعائیں ہیں، آتے ہوئے یہ دعا کیوں اور جاتے ہوئے یہ دعا کیوں ہے؟ مسجد میں آئے ہیں نماز پڑھنے کے لیے اور مسجد سے باہر گئے ہیں اپنے دنیاوی کام کے لیے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ،

﴿الجمعة: 10﴾

جب جمعہ کی نماز پڑھ لو، نماز سے فارغ ہو جاؤ تو باہر نکلو اور اللہ کا فضل یعنی

روزی تلاش کرو۔

اللہ کا حکم ہے کہ روزی مسجد سے باہر تلاش کرو۔ مسجد میں اللہ سے رزق مانگو

لیکن مال کمانے کے لیے مسجد میں کام مت کرو۔ یہی وجہ ہے کہ مال تجارت مسجد میں ہو اور پھر آدمی تجارت کرے تو مکروہ ہے اور خلاف سنت ہے۔

جامع الترمذی: باب النبی عن البیع فی المسجد

مسجد میں کیوں آئے؟ نماز پڑھنے کے لیے اور باہر کیوں گئے ہیں؟ اللہ کا رزق تلاش کرنے کے لیے، تو جب مسجد میں آئیں تو دعا مانگتے ہیں: اللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب عرش پہ گئے تھے تو انہوں نے عرض کیا تھا: وَالصَّلَاةُ اے اللہ! میری نمازیں تیرے لیے، تو آپ نے فرمایا تھا: ”وَرَحْمَةُ اللّٰهِ“ اے نبی! میری رحمتیں آپ کے لیے تو نبی کی طرف سے نماز ہے اور آپ کی طرف سے رحمت ہے۔ اے اللہ! ہم مسجد میں آئے ہیں نماز کے لیے جو ہماری طرف سے ہے، اب آپ رحمت دیں جو آپ کی طرف سے ہو۔ اللہ نے عرش پر اپنے حبیب سے جو وعدہ فرمایا تھا نمازوں پر رحمت دینے کا، ہم مسجد میں آئے ہیں، ہم نے دروازہ کھولا ہے نماز کے لیے، اب آپ اپنے دروازے کھول دیجیے رحمتوں کے لیے۔ ہم نماز پڑھیں گے اور آپ رحمت عطا فرمادیں۔

اور جب مسجد سے نکلے ہیں تو: اللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ، اے اللہ!

آپ نے قرآن میں اعلان فرمایا ہے ”وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ“ مسجد میں نماز پڑھو اور باہر جا کر فضل تلاش کرو، ہم جانے لگے ہیں اور آپ سے مانگ کر جا رہے ہیں۔ مانگنا ہمارے ذمے ہے اور عطا کرنا آپ کے ذمے ہے۔

التحیات میں خطاب کی حقیقت:

اس موقع پر اللہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کیا: ”السَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ“ اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں ”السَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ“ فرماتے ہیں تو سامنے کسی نبی کو خطاب تو نہیں ہے نا! تو پھر یہ کیوں فرماتے

ہیں؟ پتہ یہ چلا ”السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ“ جب نماز میں نبی نے پڑھا ہے تو کسی نبی کو خطاب نہیں کیا بلکہ جو عرش پر اللہ نے فرمایا: ”السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ“ اس عرش والے خدا کے کلام کو نبی نے فرش پر نقل فرمایا ہے اور جب صحابہ نے ”السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ“ کہا تو یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب نہیں کیا بلکہ اسی خطاب کو آگے نقل کیا ہے اور آج جب ہم کہتے ہیں ”السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ“ ہم نماز میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب نہیں کرتے بلکہ اللہ کے خطاب کو نقل کرتے ہیں۔

ہم ناقل حکم خداوندی ہیں:

اسی طرح قرآن کریم میں آیا ہے:

يَا أَيُّهَا الْمَرْمَلُ ۝ قُمْ اللَّيْلَ إِلَّا قَلِيلًا ﴿سورة المزمل: 2، 1﴾

اے نبی اٹھیں اور تہجد پڑھیں۔ ہم بھی کہتے ہیں: يَا أَيُّهَا الْمَرْمَلُ ۝ قُمْ اللَّيْلَ إِلَّا قَلِيلًا، اے نبی اٹھیں اور تہجد پڑھیں۔ ہم اللہ کے نبی کو حکم تو نہیں دیتے۔ اسی طرح قرآن نے کہا ہے:

يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝ قُمْ فَأَنْذِرْ ﴿سورة المدثر: 2، 1﴾

اے نبی! اٹھیں اور تبلیغ کریں، قوم کو ڈرائیں۔

قرآن میں ہے: يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكُمْ وَبَنَاتِكُمْ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ

[سورة الاحزاب: 59] ﴿﴾

کہ اے نبی! آپ پردے کا حکم دیں اپنی بیویوں کو، اپنی بیٹیوں کو اور ایمان والی عورتوں کو، جب ہم قرآن پڑھتے ہیں: ”يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكُمْ وَبَنَاتِكُمْ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ“ تو ہم نبی کو حکم تو نہیں دیتے کہ آپ بیویوں سے کہیں کہ پردہ کریں، ہم حکم کیسے دیں گے؟ ہم اللہ کے حکم کو نقل

کریں گے۔

خطاب کرنے اور نقل کرنے میں فرق:

تو بڑے کا خطاب کرنا اور ہوتا ہے اور نقل کرنا اور ہوتا ہے۔ تو جب ہم پڑھتے ہیں ”السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ“ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب نہیں کرتے بلکہ اللہ کے خطاب کو نقل کرتے ہیں اور یہ جو اذان سے پہلے ”الصلوة والسلام عليك يا رسول الله“ کہتے ہیں وہ نبی کو خطاب کرتے ہیں دور سے نبی کو خطاب کرنا خلاف ادب ہے اور بڑے کے خطاب کو نقل کرنا یہ عین ادب ہے۔ اس لیے ہم خطاب تو نہیں کرتے، البتہ اللہ جل شانہ کے خطاب کو نقل کرتے ہیں۔

تجھ جیسا امام نہیں:

”التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ وَالصَّلَاةُ وَالطَّيِّبَاتُ“ پر میں ایک واقعہ سناتا ہوں، آپ بھی کتب میں پڑھتے ہیں۔ اس پر ایک علمی لطیفہ لکھا ہے کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ مجلس میں تشریف فرماتھے، سبق جاری تھا۔ ایک اعرابی آیا اور اس نے آکر حضرت امام اعظم رحمہ اللہ سے پوچھا: اباؤا و ابوین؟ امام صاحب نے فرمایا: ”بو اوین“۔ اس نے کہا: ”بارک اللہ فیک کہا بارک فی لا ولا“، امام صاحب نے فرمایا: ”آمین“۔

شاگردوں نے پوچھا: حضرت! اس نے سوال کیا، ہمیں وہ بھی سمجھ نہیں آیا اور جو آپ نے جواب دیا ہمیں وہ بھی سمجھ نہیں آیا۔ اس نے جو دعائیں کہی ہیں وہ بھی سمجھ نہیں آئی، آپ نے جو آمین کہا ہے وہ بھی ہمیں سمجھ میں آئی ہے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے التحیات دو قسم کا منقول ہے۔

ایک التیحات وہ ہے جس میں ”واؤ“ دو ہیں، جو ہم پڑھتے ہیں: التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ،۔ یہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ والا ہے اور دوسرا التیحات وہ ہے جس میں ”واؤ“ ایک ہے: التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ الطَّيِّبَاتُ وَالصَّلَوَاتُ لِلَّهِ، ظاہر ہے جب دو ”واؤ“ ہوں گے تو نیکیاں بڑھ جائیں گی، ایک ”واؤ“ ہوگا تو نیکیاں کم ہو جائیں گی، اور دونوں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں۔ اس نے مجھ سے پوچھا: ابو او بو اوین؟ التیحات کون سا پڑھیں؟ دو ”واؤ“ والا یا ایک ”واؤ“ والا، تو میں نے کہا: بو اوین، دو ”واؤ“ والا، اس نے مجھ سے مسئلہ پوچھا ہے میں نے اس کو مسئلے کا جواب دیا ہے۔

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو اللہ تعالیٰ نے جیسا علم عطا فرمایا ایسی عقل بھی عطا فرمائی ہے۔ بڑی دور کی بات حضرت امام سمجھ جاتے تھے۔ عام بندے کی نگاہ وہاں تک جا بھی نہیں سکتی۔ فرمایا: اس نے مسئلہ پوچھا ہے: ابو او بو اوین؟ تو میں نے جواب دیا ہے بو اوین کہ التیحات دو ”واؤ“ والا پڑھو ایک والے کی بجائے، پھر اس نے مجھے دعا دی ہے: بَارِكْ اللهُ فِيكَ كَمَا بَارَكَ فِي لَوْلا، اس نے قرآن کی آیت کی طرف اشارہ کیا ہے قرآن کریم میں ہے: اللهُ نُورُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ مِثْلُ نُورِهِ كَمِشْكَاةٍ فِيهَا مِصْبَاحٌ الْمِصْبَاحُ فِي زُجَاجَةٍ الزُّجَاجَةُ كَأَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُوقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُبَارَكَةٍ زَيْتُونَةٍ لَا شَرْقِيَّةٍ وَلَا غَرْبِيَّةٍ ﴿سورہ النور: 35﴾

اللہ نے اپنے نور کی مثال دی ہے اور قرآن کریم میں زیتون کے درخت کا ذکر ہے ”زَيْتُونَةٍ لَا شَرْقِيَّةٍ وَلَا غَرْبِيَّةٍ“ کہ زیتون کا درخت نہ مشرق رخ ہے نہ مغرب رخ۔ اس نے مجھے کہا: بَارِكْ اللهُ فِيكَ كَمَا بَارَكَ فِي لَوْلا، اللہ میں ایسی برکت دے جیسے اللہ نے زیتون والے درخت میں دی ہے۔ میں نے کہا آمین۔

(بدائع الصنائع: ج 1 ص 49 بیان كيفية القعدة)

عصر حاضر کا بڑا فتنہ؛ غیر مقلدیت:

امام صاحب بہت بڑے آدمی تھے اور بڑے آدمی کو سمجھنے کے لیے عقل بھی چاہیے اور دماغ بھی چاہیے۔ جتنے وہ بڑے آدمی تھے اور ان کے مخالف اتنے ہی بڑے بد دماغ اور بے قوف تھے۔ حضرت امام صاحب کو سمجھنے کے لیے غیر مقلد کی عقل کافی نہیں ہے، اس کے لیے اللہ تقلید والی نعمت عطا فرمائے، تو پھر بات سمجھ آتی ہے۔ اپنے عنوان پر بہت پختہ اور مضبوط رہا کریں اور غیر مقلدیت سے نفرت کریں، جیسے نفرت کرنے کا حق ہے۔

جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اچھا نہیں سمجھتا، بھلا اسے اچھا مان سکتے ہیں؟ جو ائمہ کو اچھا نہ سمجھے ہم اسے اچھا سمجھ سکتے ہیں؟ ہمارے بس میں نہیں اور ہماری غیرت کا تقاضا ہے حضرت امام اعظم اللہ کے ولی ہیں اور جو اللہ کے ولی سے محبت نہ کرے، ہم اس سے کبھی محبت نہیں کرتے اور جو اللہ کے ولی سے پیار کرے، ہم اس کے غلام ہیں اور اس کے نوکر ہیں۔ اس لیے اپنے دل میں غیر مقلدیت کی نفرت کو جگہ دیں، محبت کو مت دیں۔ کوئی آپ کا رشتہ دار ہو، آپ کا بھائی ہو، آپ کا قریبی ہو، رشتے اپنے مقامات پر ہیں۔ عقیدے پر انسان کو کبھی بھی لچک برداشت نہیں کرنی چاہیے۔ ہم بلا وجہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر کمزوریاں دکھاتے ہیں۔ اللہ ہم سب کو اپنے اکابر کا عاشق اور شید ا بنائے۔

یہ اتنا بڑا فتنہ ہے امام اہل السنۃ والجماعۃ شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صفدر فرمایا کرتے تھے کہ ”اس صدی کا سب سے بڑا فتنہ غیر مقلدیت ہے“ تو یہ اتنا بڑا فتنہ ہے اور آپ اس فتنے کو فتنہ ہی نہیں سمجھتے، اللہ پاک فتنے کو فتنہ سمجھ کر اس فتنے سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، اور پھر اس سے بچنے، لوگوں سے بچانے کی توفیق عنایت فرمائیں۔ آمین

غیر مقلدیت کا تعاقب کیجیے:

میری آپ سے گزارش ہے اپنے علاقوں میں اس کا بھرپور تعاقب کیا کریں۔ آپ کی مساجد میں آئیں، قطعاً ان کو چندہ نہ دیں، حرام ہے ان کو ایک روپیہ دینا بھی۔ جہاد کے نام پر اپنی دولت کو برباد مت کریں۔ جو آپ دے چکے ہیں، اس کی فکر کریں اور ان کے پیچھے نماز قطعاً نہ پڑھیں اور جو پڑھی ہیں ان نمازوں کو لوٹائیں، ان سے تعلقات کبھی نہ جوڑیں اور ان سے دور رہنے کی اور بچنے کی بھرپور کوشش کریں۔ یہ بہت بڑا فتنہ ہے۔

بہت بڑا جگر چاہیے:

میں اگر غلط مسئلہ بتاتا ہوں، میں قیامت کے دن اللہ کے ہاں جواب دہ ہوں، میں کیوں مسئلہ غلط بتاؤں؟ غلط مسئلہ بتا کر اپنی آخرت برباد کیوں کروں؟ اس دور میں ایسے مسئلے بتانے پر بہت بڑا جگر چاہیے۔ لوگ ایسے بندے کو بہت پسند کرتے ہیں جو ہر کسی کو قریب لانے کی کوشش کرے، ہم بھی لاتے ہیں لیکن وہ قریب آنے کو تیار نہیں، ہم ایسے قریب نہیں لاسکتے کہ ہمارے مشائخ کو گالیاں بھی بکسیں اور ہم ان کو پھر سینوں کے ساتھ لگائیں، ایسا ہم کبھی نہیں ہونے دیں گے۔ اللہ ہماری حفاظت فرمائے، مروت اور مدارات وقتی چیزیں ہیں۔

مضمون دوم: بشریت رسول صلی اللہ علیہ وسلم:

قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَهُكُمُ اللَّهُ وَاحِدٌ ۚ يَهْدِيكُمْ اللَّهُ لِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ

ہے۔ اللہ نے حکم دیا ہے کہ اے نبی! آپ ان کو فرمادے کہ میں بشر ہوں، انسان ہوں، تم جیسا۔ لیکن مجھ میں اور تم میں فرق ہے، نبی اور امتی میں امتیاز یہ ہے کہ نبی پر وحی آتی ہے اور امتی پر وحی نہیں آتی۔ یہ دو باتیں کیوں ہیں؟

نبی اور امتی میں فرق:

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے بہت پیاری بات لکھی ہے کہ:

1: دونوں میں شرکت کیوں ہے؟

2: ان میں امتیاز کیوں ہے؟

فرماتے ہیں: إشاراً إلى جهة مشاركة للناس وجهة امتيازاً ولولا تلك المشاركة ما حصلت الإفاضة ولولا ذلك الإمتياز ما حصلت الاستفاضة

(روح المعانی: تحت الآية قل انما انا بشر)

عجیب جملہ فرمایا یہ جملہ میں نقل کرتا ہوں طلباء اور علماء کے لیے، ان کا ذوق ہوتا ہے عربی جملوں کا۔ حضرت علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ولولا تلك المشاركة ما حصلت الإفاضة ولولا ذلك الإمتياز ما حصلت الاستفاضة۔

کہ اگر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بشر نہ ہوتے تو امت کو فائدہ پہنچاتے کیسے؟ نبی پاک فرماتے: روزہ رکھو! تو لوگ کہتے کہ جی بھوک لگتی ہے۔ حضور فرماتے: مجھے تو بھوک نہیں لگتی میں تو فرشتہ ہوں، لوگ کہتے: آپ کو بھوک نہیں لگتی اس لیے روزہ رکھتے ہیں۔ ہمیں تو بھوک لگتی ہے ہم روزہ کیسے رکھیں؟ تو فرمایا کہ تم کو بھوک لگتی ہے تو مجھے بھی بھوک لگتی ہے، تمہارے پیٹ پر ایک پتھر ہے تو میرے پیٹ پر دو پتھر ہیں۔ کوئی کہتا: حضور! آپ تو اس لیے جہاد پہ جاتے ہیں، اگر آپ کو کوئی مارے تو آپ کو زخم آنا ہی نہیں ہے۔ اگر زخم آگیا تو درد ہونا ہی نہیں ہے۔ آپ تو اس لیے جاتے ہیں، ہم کیوں جائیں؟ ہمیں تو زخم بھی آئے گا اور درد بھی ہوگا۔

اللہ نے نبی کو بشر بنایا کہ جیسے تمہیں دکھ آتا ہے میرے نبی کو بھی آتا ہے، تمہیں تکلیف ہوتی ہے تو نبی کو بھی تکلیف ہوتی ہے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو

اللہ نے بشر کیوں بنایا؟ تاکہ امت کے لیے فائدہ حاصل کرنا آسان ہو۔

اگلی بات فرمائی: ولولا ذلك الإمتياز ما حصلت الاستفاضة، اور اگر نبی اور امت میں کوئی فرق نہ ہوتا تو لوگ نبی سے فائدہ حاصل ہی نہ کرتے، کہتے: جیسے یہ ہیں ایسے ہم ہیں، ہم میں اور ان میں فرق ہی کیا ہے؟ اللہ فرماتے ہیں: نہیں! ان پر وحی آتی ہے تم نہیں آتی۔ لہذا تم پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے فائدہ حاصل کرو۔ اس لیے اللہ پاک نے بشر بنایا ہے۔

ذات بشر و صف نور:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی آئی ہے اور چونکہ وحی نور ہوتی ہے اس لیے اس وحی کے ثمرات اور اثرات کی وجہ سے پیغمبر کی ذات پر اوصاف نورانیت کا غلبہ ہوتا ہے۔ پورے جسم میں اصل خلاصہ انسان کا دل ہوتا ہے۔ اس لیے حدیث مبارک میں ہے کہ جسم میں ایک ٹکڑا ہے۔ اگر وہ ٹھیک ہو جائے تو پورا جسم ٹھیک ہو جاتا ہے، اگر خراب ہو جائے تو پورا جسم خراب ہو جاتا ہے ”الا وهی القلب“ فرمایا: وہ دل ہے۔ (صحیح البخاری: باب فضل من استبرأ لدينه)

اور وحی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل پر آتی ہے، نبی کی آنکھ یا کان پر نہیں آتی۔ اصل دل ہے۔ وحی جب قلب پر آتی ہے تو قلب نورانی ہوتا ہے اور اس قلب کے نورانی ہونے کی وجہ سے پیغمبر کی آنکھ بھی نورانی ہے، ہاتھ بھی نورانی ہیں اور پیغمبر کا وجود اطہر نورانی ہے لیکن اصل تونبی کا قلب اور بدن بشری ہوتا ہے۔ اس پر وحی آنے سے نورانیت کے اوصاف کا غلبہ ہوتا ہے اس لیے ہم کہتے ہیں کہ نبی ذات کے اعتبار سے بشر ہوتا ہے اور اوصاف کے اعتبار سے نور ہوتا ہے۔

مضمون سوم: اللہ سے ملاقات کا سامان

اللہ فرماتے ہیں: فَمَنْ كَانَ يَرْجُو لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا

يُشْرِكُ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا

تم میں سے جو شخص اللہ سے ملاقات کا ارادہ رکھتا ہے، وہ ان باتوں کا ضرور اہتمام کرے:

1: وہ نیک عمل کرے۔

2: اپنے عمل کے اندر ”ریا“ شامل نہ کرے، اپنے عمل کو خالص رکھے۔

یہ بات بڑی سمجھنے کی ہے: فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا، جو بندہ اللہ سے ملاقات کرنے کا ارادہ رکھتا ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ مجھے اللہ سے ملنا ہے، تو وہ ان باتوں کا خیال کرے۔ اصل تو یہ ہے اپنے نیک اعمال میں ملاوٹ نہ کرے، ریا شامل نہ کرے، اخلاص کے ساتھ نیک عمل کرے، اتنی بات اللہ نے فرمائی۔

نیک عمل کیوں کریں؟

پہلے یہ سمجھیں کہ نیک اعمال کی بات کیوں کی ہے؟ دیکھیں! جب کوئی آدمی کسی بڑے کے پاس جائے تو سمجھتا ہے کہ میں بڑے کے پاس کیوں جا رہا ہوں اور اس کو ذہن میں رکھتا ہے کہ جس بڑے کے پاس میں جاتا ہوں یہ بڑا کس بات پہ خوش ہوتا ہے؟ اگر بڑے سے کوئی چیز لینی ہو تو کس چیز سے خوش ہو کر مجھے دے گا؟ اس کے مزاج کا پتہ ہو، پھر بڑے کے پاس جاتا ہے ورنہ بڑے کے پاس نہیں جاتا۔

کائنات میں سب سے بڑا کون ہے؟ [اللہ: سامعین] سب کچھ تو اللہ سے لینا ہے، دنیا میں بھی، قبر میں بھی اور حشر میں بھی، فرمایا کہ جس کا یہ ارادہ ہو اور سمجھتا ہے کہ مجھے سب کچھ خدا سے ملنا ہے وہ نیک اعمال کا خیال کرے کیونکہ اللہ رب العزت نیک عمل کرنے سے خوش ہوتے ہیں اور برے عمل سے ناراض ہوتے ہیں۔ خوش ہوتے ہیں، تو عطا فرماتے ہیں، جب ناراض ہوتے ہیں، عطاؤں کو روک لیتے ہیں۔ اگر خدا کی

عطا چاہتے ہو تو برے اعمال کو چھوڑو اور نیک اعمال کرو۔ ہمیں نیک اعمال کا اہتمام کرنا چاہیے۔

نیک عمل کیا ہے؟

نیک عمل کہتے کسے ہیں؟ اس کی سب سے آسان تعبیر اور سب سے آسان معنی یہ ہے: ”وہ عمل جو سنت کے مطابق ہو“ نیک عمل وہ عمل ہو گا جو سنت کے مطابق ہو گا۔ نتیجہ کیا نکلے گا؟ اگر اللہ سے ملنے کا ارادہ ہے تو پھر سنت اعمال کا خیال کرنا چاہیے۔ اللہ ہم سب کو اعمال مسنونہ کی توفیق عطا فرمائے۔ [آمین]

شُرک جلی و خفی:

اور ساتھ وضاحت فرمادی: وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا، آدمی شرک نہ کرے۔ میں نے اس کا معنی کیا ہے: ”ریانہ کرے“۔ اصل تو ”شرک نہ کرے“ ہے۔ علامہ آلوسی رحمہ اللہ یہ دونوں باتیں ارشاد فرماتے ہیں:

إِشْرَاكَ جَلِيًّا كَمَا فَعَلَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ وَلِقَائِهِمْ وَلَا إِشْرَاكَ خَفِيًّا كَمَا يَفْعَلُهُ أَهْلُ الرِّيَاءِ، [روح المعاني: سورة الكهف تحت هذه الآية]

کہ کھلا شرک نہ کرے جیسے مشرک اور کافر کرتا ہے اور نہ تو چھپا شرک کرے جیسے ریاکار شرک کیا کرتے ہیں۔ ایک شرک جلی ہے اور ایک شرک خفی ہے۔ شرک جلی کیا ہے؟ اللہ کے ساتھ کسی اور کو معبود بنانا اور شرک خفی یہ ہے کہ اعمال اللہ کے لیے بھی کرے اور ساتھ ساتھ اوروں کی نیت بھی کرے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے حدیث منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے عرض کی: یا رسول اللہ! جہاد کرتا ہوں خالص اللہ کے لیے اور ساتھ یہ بھی دل میں ہوتا ہے کہ لوگ مجھے بہت دلیر سمجھیں۔ اس پر قرآن کی آیت اتری ہے:

”فَمَنْ كَانَ يَوْمَ جَوْلِقَاءِ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا“

[مستدرک علی الصحیحین: ج ۲ ص ۱۲۲، کتاب الجہاد]

اگر اللہ سے ملنا ہے تو پھر اپنے عمل میں کسی کو شریک نہ کرو، عمل خالص اللہ کی ذات کے لیے کرو، اس کے اندر ریا کو شامل مت ہونے دو۔

یہ ریا نہیں!

لیکن ایک بات ذہن نشین فرمائیں، آدمی عمل تو اللہ کے لیے کرتا ہے اور کبھی کسی کو پتہ چل جائے تو بندہ خوش بھی ہوتا ہے یہ خوش ہونا اخلاص کے منافی نہیں ہے۔ جامع ترمذی میں روایت موجود ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں گھر میں چھپ کر نماز پڑھتا ہوں، اچانک باہر سے کوئی بندہ میرے گھر میں آتا ہے وہ جب مجھے نماز پڑھتے دیکھتا ہے تو میں خوش ہوتا ہوں کہ اس کو میری نماز کا پتہ چلا ہے۔ یہ شرک تو نہیں ہے، ریا تو نہیں ہے؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس پر اللہ تمہیں دو اجر عطا فرمائیں گے؛ ایک اجر چھپ کر نماز پڑھنے کا اور دوسرا اجر کھلے علانیہ عمل کرنے کا۔ تمہیں دونوں کا اجر ملے گا۔ [جامع الترمذی: باب عمل السر]

کیونکہ جب تم نے نماز شروع کی تھی لوگوں کے لیے نہیں خالص اللہ کے لیے کی، جب کسی کو عمل کا پتہ چل گیا ہے تو تم اس پر خوش ہو یہ ریا نہیں ہے۔ اس پر تمہیں خوش ہونا چاہیے۔

نیک کام کی شہرت ہو تو:

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! بسا اوقات ایک بندہ دینی کام کرتا ہے اور اس کے دینی کام کی شہرت ہوتی ہے اور پھر لوگ اس کا تذکرہ

کرتے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑا پیارا جواب دیا: تلک عاجل بشری المؤمن۔
[صحیح مسلم باب إذا آتئی علی الصالح فحیی بشری ولا تضره]

فرمایا یہ مومن کا نقد انعام ہے جو خدا نے اس کو دنیا میں عطا کیا ہے۔

کام اللہ کے لیے کیا تھا اور لوگ اس کے کام پر تعریف بھی کرتے ہیں، اس لیے اس کو ریا نہیں کہتے۔ ان دونوں حدیثوں کو امام قرطبی نے تفسیر قرطبی میں جمع کر کے سارے اشکال صاف کر دیئے ہیں۔ فرمایا: ریا کا مطلب یہ ہے کہ جب آدمی عمل کرے، تو بے شک اللہ کے لیے کرے اور ساتھ یہ بھی خواہش ہو کہ لوگ دیکھیں، یہ ریا ہے۔ اگر عمل خالص اللہ کے لیے کرے پھر اللہ اس عمل کو شہرت دے دے، تو جب اس کو عمل کا پتہ چلے خوش ہو تو یہ ریا نہیں یہ اخلاص ہے۔

حضرت شاہ ابرار الحق کا قصہ:

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے خلیفہ مجاز جو دنیا میں سب سے آخر میں فوت ہوئے، مولانا ابرار الحق رحمہ اللہ جو ہمارے شیخ عارف باللہ حضرت حکیم محمد اختر صاحب کے شیخ تھے۔ سب سے آخری خلیفہ ہیں جو دنیا سے انتقال کر گئے ہیں۔ میں نے اپنی آنکھوں سے ان کی زیارت کی ہے۔

میرا خیال ہے کہ دنیا میں بہت کم ایسے بندے ہیں، جنہوں نے ایسا منظر دیکھا ہو گا کہ سپر ہائی وے جو کراچی سے روڈ نکلتا ہے، کراچی سے باہر جا کر، وہاں پر حضرت ابرار الحق دامت برکاتہم بھی تھے، ہمارے حضرت حکیم اختر صاحب دامت برکاتہم بھی تھے اور حضرت مفتی رشید احمد لدھیانوی مدظلہ بھی تھے،۔ میں اس وقت خانقاہ دارالافتاء کراچی میں درجہ ثالثہ پڑھتا تھا، فجر کی نماز کے بعد بیٹھا ہوا تھا، تو حضرت استاد مفتی عبدالرحیم صاحب نے فرمایا اس کو بھی ساتھ لے جاؤ۔ دو گاڑیاں وہاں سے چلیں، اب دو گاڑیوں میں کتنے بندے ہوں گے تو مولانا ابرار الحق ہر دوئی

کھڑے ہو کر دیکھ رہے تھے اور مفتی رشید احمد اور حضرت حکیم صاحب دامت برکاتہم دونوں نے ڈنڈا چلا کر دکھایا، کہ کیسے چلاتے ہیں۔ ڈنڈا چلانے کو نوٹ بھی کہتے ہیں۔

تو میں نے کہا، یہ منظر دیکھنے والے دنیا میں بہت کم ہوں گے کہ دو بزرگ لاٹھیاں چلا کر دکھا رہے ہوں اور تیسرے بزرگ دیکھ رہے ہوں، حضرت ہر دوئی کو ایک ان کے مرید نے خط لکھا، میں آپ کی خدمت میں گزارش کرتا ہوں کہ خط لکھنے کا اہتمام کیا کریں۔ بہت سارے لوگ کہتے ہیں ہم نے بیعت کی ہوئی ہے، سال گزر گیا مگر فرق ہی نہیں پڑا، فرق پڑے گا کیسے؟ بھی فرق تو تب پڑے گا۔

جب بندہ اپنا مرض بتائے گا اور ڈاکٹر غیب تو نہیں جانتا کہ آپ کو گولیاں دیتا پھرے، جو بندہ ڈاکٹر صاحب کو اپنا مرض نہیں بتائے گا، ڈاکٹر اس کا علاج کرے گا کیسے؟ جو بندہ مرید ہونے کے باوجود اپنی کمزوری شیخ کو نہیں بتائے گا اس کی کمزوری کا علاج کیسے ہو گا؟ یہ تو نہیں کہ مہینے کے بعد آیا، مجلس میں بیٹھا اور بیان سن کر چلا گیا اور کہے کہ جی میں ٹھیک کیوں نہیں ہو رہا؟ یہ کیسے ٹھیک ہو سکتا ہے؟

شیخ کا فیض کب منتقل ہوتا ہے؟

حضرت حکیم صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ میں ٹنڈو آدم گیا، وہاں جا کر مجھے ساتھی ایک جگہ لے گئے، جہاں پیوند کاری ہوتی ہے وہ انہوں نے مجھے دکھائی اور انہوں نے کہا کہ یہ سادہ آم ہے، ہم اس کو لنگڑا آم بنانے کے لیے پیوند کاری کرتے ہیں اور قلم لے کر اس آم کے درخت کے ساتھ مضبوط رسی سے باندھ دی اور کہا کہ ہم نے اس کو قلم لگا دی ہے اور پیوند کاری کر دی ہے، اب اگلی دفعہ لنگڑا آم لگے گا۔

تو حضرت فرمانے لگے کہ میں نے ان سے پوچھا کہ تم اتنی مضبوطی سے کیوں باندھتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ اگر مضبوط رسی نہ باندھی جائے تو کچھ خلاء رہ جائے گا، پھر لنگڑے آم کی جو خاصیات ہیں، اس آم میں منتقل نہیں ہوں گی۔ حضرت فرماتے

ہیں کہ میں نے فوراً کہا کہ بالکل جس طرح لنگڑے آم بنانے کے لیے آم کے ساتھ مضبوطی سے باندھنا پڑتا ہے، درمیان میں خلاء نہ ہو، ورنہ لنگڑے آم کی خاصیات آم میں منتقل نہیں ہوتیں، اسی طرح مرید اپنے آپ کو شیخ کے ساتھ مضبوطی سے نہ باندھے تو شیخ کی نسبت مرید کے اندر کبھی منتقل نہیں ہوتی، نہ شیخ کا درد منتقل ہوتا ہے، نہ شیخ کا دکھ منتقل ہوتا ہے، نہ شیخ کی فکر منتقل ہوتی ہے۔

ہم ایک مہینے بعد آتے ہیں اور درس سنتے ہیں، چلے جاتے ہیں، پھر نہ خط لکھیں گے، نہ مرض بتائیں گے، نہ مجلس میں آکر بیٹھیں گے، تو بتاؤ اس سے انسان کی اصلاح تو نہیں ہوتی نا! اللہ ہمیں بات سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

حضرت حکیم صاحب کے ایک مرید کا واقعہ:

مرید کی کپڑے کی دکان ہے۔ کوئی کام کرتا تھا، اس نے کہا حضرت! میں دکان پر ہوتا ہوں تو مجھ سے غیبت بھی ہوتی ہے، زبان بھی چلتی رہتی ہے، میں کیا کروں؟ حضرت نے فرمایا تم ایسا کرو اپنے ہاتھ میں تسبیح رکھ لو، جب گاہک جائے تو پھر تسبیح پڑھنا شروع کر دیا کرو۔ اس نے پھر مجھے خط لکھا کہ جب میں تسبیح پڑھتا ہوں تو دل میں خیال آتا ہے کہ لوگ مجھے نیک سمجھیں گے۔

حضرت نے فرمایا کہ کیا تم اس پر خوش ہو کہ لوگ تمہیں سمجھیں؟ تم اس پر خوش ہو یہ اللہ کا انعام ہے۔ آپ بتاؤ ایمانداری سے کہ آپ اس پر خوش ہیں کہ لوگ آپ کو کہیں کہ بہت برے آدمی ہیں؟ [نہیں: سامعین] بھئی آپ تسبیح خالص اللہ کے لیے پڑھو، اگر اس کو لوگ کہتے ہیں، نیک ہے، اللہ کا انعام ہے، آپ لوگوں کے لیے تھوڑی تسبیح پڑھتے ہو۔ آپ پگڑی باندھو اللہ کے لیے، لوگ کہہ دیں کہ نیک ہے یہ اللہ کا انعام ہے، نوافل پڑھو اللہ کے لیے، لوگ کہہ دیں اچھا آدمی ہے یہ اللہ کا انعام ہے۔

اس لیے ایک ہوتا ہے اللہ کے لیے عمل کرنا اور ساتھ لوگوں کو دکھانے کی نیت کرنا، یہ شرک خفی ہے اور ریا ہے۔ اللہ ہم سب کو ریا سے محفوظ فرمائے اور ایک ہوتا ہے خالص اللہ کے لیے عمل کرنا اور اس عمل کے بعد لوگ کہیں بہت اچھا آدمی ہے، یہ تو دنیا بھر میں تعریف ہوتی ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام کی تعریف، صحابہ کرام کی تعریف، اولیاء اللہ کی تعریف وغیرہ، فرق صرف اتنا ہے کہ جب آدمی کی تعریف کی جائے ایک آدمی یہ سمجھے یہ میرا کمال ہے اور ایک سمجھتا ہے کہ اللہ کا فضل ہے، جب سمجھے کہ میرا کمال ہے، اب نقصان ہے اور جب یہ سمجھے کہ اللہ کا فضل ہے، تو پھر اللہ کی عطا ہے اس پر بندے کو پریشان نہیں ہونا چاہیے۔

پورے بیان کا خلاصہ:

جو میں نے تین باتیں عرض کی ہیں۔

1: ہم ”السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ“ میں اللہ کے نبی کو خطاب نہیں کرتے، بلکہ خدا کا خطاب ہم نقل کرتے ہیں، اہل بدعت ”یا رسول اللہ“ کہہ کے حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو خطاب کرتے ہیں۔ بڑے کو خطاب نہیں کرتے، بلکہ خدا کا خطاب نقل کرنا عین ادب ہے۔

2: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذات کے اعتبار سے بشر ہیں اور اپنے اوصاف کے اعتبار سے نور ہیں۔ اس لیے جہاں قرآن نے ”بشر“ کہا ہم بشر مانتے ہیں، ذات کے اعتبار سے اور جہاں قرآن نے نور کہا ہے، ہم نور مانتے ہیں، اوصاف کے اعتبار سے۔ ہم دونوں مانتے ہیں۔ اب اتنا معتدل مذہب دنیا میں مل سکتا ہے؟ کسی آیت کا بھی انکار نہیں ہوتا اور کسی آیت کو چھوڑتے بھی نہیں ہیں۔

3: اللہ سے ملاقات کا ارادہ ہے [انشاء اللہ] ارادہ کریں تب بھی ہے، نہ کریں تب بھی ہے۔ پھر نیک اعمال کا اہتمام کریں، اپنا مزاج بنائیں نیک اعمال کا، اللہ ہم سب

کو شرک سے محفوظ رکھے۔ [آمین]

ریا سے بچنے کا نسخہ:

اللہ ریا سے محفوظ رکھے، ریا سے محفوظ ہونے کے کئی نسخے ہیں۔ لیکن سب سے بہترین نسخہ وہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا فرمایا ہے۔ بندے کا دیا نسخہ اور ہوتا ہے اور بیٹے کا دیا اور ہوتا ہے۔ حضرت مولانا عبدالغنی پھولپوری رحمہ اللہ، حکیم الامت مولانا تھانوی رحمہ اللہ کے بہت بڑے خلیفہ تھے اور ہمارے شیخ و مرشد حضرت حکیم اختر صاحب دامت برکاتہم کا چونکہ بیعت کا تعلق حضرت پھولپوری سے تھا، ان کی وفات کے بعد حضرت ہر دوئی سے تھا حضرت پھولپوری رحمہ اللہ کی جتنی خدمت ہمارے شیخ نے کی ہے اتنی خدمت شاید کسی اور مرید نے کی ہو۔

اچھا! حکیم اختر مولوی ہے؟

حضرت حکیم اختر صاحب دامت برکاتہم حضرت ہر دوئی کی خدمت کرتے تھے اور اتنی خدمت کی ہے، آپ اندازہ فرمائیں! حضرت نے لنگوٹ کسا ہوتا اور بنیان پہنی ہوتی، حضرت ہر دوئی کے لیے کبھی دو ابنارہے ہیں، کبھی شربت بنا رہے ہیں اور کبھی ان کے لیے معجون تیار کر رہے ہیں۔ حضرت نے ایک کتاب لکھی ”معارف مننوی“ مولانا روم کی شرح اور تقریظ کے لیے بھیجی حضرت مولانا سید یوسف بنوری رحمہ اللہ کے پاس۔

حضرت بنوری فرماتے ہیں: جب میرے پاس کتاب پہنچی تو مجھے تب پتہ چلا کہ حکیم اختر مولوی ہے۔ میں سمجھتا تھا کہ پھولپوری کا نوکر ہے۔ مجھے اب پتہ چلا کہ حکیم اختر تو مولوی بھی ہے۔ یہ ہمارے اکابر اور مشائخ کا مزاج تھا، جب تک یہ مزاج خدمت کا نہ بنے، انسان کو کچھ ملتا ہی نہیں ہے۔ میں علماء سے بار بار کہتا ہوں، پڑھنے کا وقت گزر جائے گا، لیکن کوشش کرو کہ خدا خدمت کا موقع عطا فرمائے اور خدمت

سے جو چیزیں منتقل ہوتی ہیں، وہ کتابوں کے پڑھنے سے منتقل نہیں ہوتیں۔

یہ بات ہمیں سمجھ نہیں آتی۔

ہماری خواہش ہوتی ہے کہ عالم بنے ہیں، ساتھ خطیب ہو، دنیا میں ہمارا نام چل جائے۔ ایسا نہیں ہوتا آدمی اگر دو چار رگڑے کھالے تو خطابت نکھر جاتی ہے اور تجربات سے فائدہ اٹھائیں، اللہ بہت عطاء فرماتے۔ اللہ ہم سب کو دین کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے [آمین]

تو میں حضرت مولانا پھولپوری رحمہ اللہ کا واقعہ سنانے لگا تھا حضرت کا ایک مرید اہل بدعت تھا، اس نے توبہ کی اور مرید ہو گیا اور جب مرید ہوا تو اس نے حضرت پھولپوری رحمہ اللہ سے کہا: ہمارے ہاں درود تاج اور درود ماہی ہوتا ہے، کیا میں درود تاج پڑھ لیا کروں؟ ہمارے شیخ کے شیخ کا جواب سنیں! ہمارے تو دادا پیر بنتے ہیں، فرمانے لگے ”ایک درود وہ ہے جو مولویوں نے اپنے طرف سے بنایا ہے اور ایک درود وہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا ہے“ کون سا درود مناسب ہے؟

درود اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یا امتی کا؟

اس نے کہا جی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والا۔ فرمایا ”درود تاج مولویوں نے بنایا اور ”اللہم صل علی محمد“ اللہ کے نبی نے بتایا ہے“ اس نے کہا کہ بس میں یہی درود پڑھا کروں گا۔ دیکھیں اس کا کتنا پیارا حل پیش کیا۔ بدعت بھی چھوٹ گئی ہے اور مسنون درود پر بھی آگیا ہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بات سمجھائی کہ صدیق! مجھے اپنی امت پہ شرک خفی اور ریاکا بڑا ڈر ہے اور یہ شرک خفی بندے کے دل میں ایسے آتا ہے جیسے رات کی تاریکی میں چیونٹی پتھر پر چلتی ہے۔ پتہ نہیں چلتا اس طرح شرک بندے کے دل میں آتا ہے بندے کو پتہ بھی نہیں چلتا۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: ”ما المخرج منها“ حضور!

اس سے بچنے کا طریقہ کیا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صدیق! یہ دعا پڑھا کرو

”اللهم إني أعوذ بك من أن أشرك بك وأنا أعلم وأستغفرك لِمَا لَا أَعْلَمُ بِهِ“

[جامع الاحادیث رقم: 13471]

یہ پڑھو، اللہ ریاسے بچا دے گا، تو یہ بہت آسان نسخہ ہے: اللهم إني أعوذ بك من أن أشرك بك وأنا أعلم وأستغفرك لِمَا لَا أَعْلَمُ، صدیق یہ پڑھا کرو، اللہ تمہیں شرک خفی سے اور ریاسے محفوظ رکھ لیں گے۔ اللہ مجھے بھی ریاسے بچائے، اللہ آپ کو بھی بچائے، اللہ ہم سب کو نیک اعمال کی پونجی لے کر اپنے دربار میں پہنچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ [آمین]

ریاسے بچیں!

کہیں ایسا نہ ہو کہ اعمال میں لگے رہیں اور اعمال کے باوجود قیامت کو جو تیاں پڑیں کہ تم نے اعمال اللہ کے لیے نہیں کیے، بلکہ غیر اللہ کے لیے ہیں، اس سے بچنا بہت زیادہ ضروری ہے۔ ورنہ قیامت کے دن اللہ شہید سے پوچھیں گے، کیا کیا تھا؟ وہ کہے گا اے اللہ! تیرے راستے میں قتل ہوا تھا، اللہ فرمائے گا: ”جھوٹ بولتا ہے وہ اس لیے تھا کہ لوگ کہیں کہ بہت دلیر ہے، لوگوں نے کہہ دیا“ اس کو اوندھے منہ جہنم میں ڈال دو۔

اللہ عالم کو کھڑا کریں گے تو نے کیا کیا؟ وہ کہے گا اللہ تیرے دین کی اشاعت کرتا رہا اللہ کہیں گے ”یہ جھوٹ ہے، یہ اس لیے تھا کہ لوگ کہیں گے بڑا عالم ہے، لوگوں نے کہہ دیا“ اس کو بھی اوندھے منہ جہنم میں ڈال دو۔ پھر کسی سخی کو کھڑا کریں گے، تو نے کیا کیا؟ وہ کہے گا اللہ مال آپ نے بہت دیا۔ تیرے دین کے شعبوں میں خرچ کیا ہے۔ اللہ فرمائیں گے ”جھوٹ ہے، وہ میرے لیے خرچ نہیں کیا تھا، اس

لیے تھا کہ لوگ سخی کہیں، لوگوں نے کہہ دیا ہے ”لہذا اس کو بھی جہنم میں ڈال دو۔
اب دیکھو! شہید کتنا بڑا آدمی ہے وہ بھی جہنم میں، سخی کتنا بڑا ہے، عالم کو
دیکھو کہ کتنا بڑا مقام ہے، لیکن ریا کی وجہ سے جہنم میں جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ریا
کاری سے محفوظ فرمائے، اللہ دولت عطا فرمائے، اللہ فقر سے محفوظ رکھے، اللہ عافیت
سے دین کی خدمت لے۔ آمین۔

ہمارا مرکز، ہمارا ضابطہ:

اس لیے ہم نے اپنے اس مدرسے میں ضابطہ بنایا ہوا ہے، ہم کسی بھی دینے
والے کا نام نہیں بتاتے ہیں اور نہ ہی کسی کے نام کا کمرہ بناتے ہیں، بالکل نہیں بناتے، ہم
کہتے ہیں کہ خالص اللہ کے لیے دو، انشاء اللہ تعالیٰ تمہارے ماں باپ کا کمرہ بن جائے گا۔
اگر ”برائے چوہدری محمد بوٹا“ نہیں لکھیں گے تو بوٹا تب بھی لگ جائے گا، لکھنے کی
ضرورت نہیں ہے۔ اللہ کا کرم ہے، اللہ دیتے بھی ہیں۔ اللہ کی قسم! ہمارے تصور میں
بھی نہیں ہے اللہ آپ سب کو عطا فرمائے اللہ آپ کی برکت سے ہمیں بھی عطا
فرمائے [آمین]

اللہ تعالیٰ کی محبت

www.ahnafmedia.com

خانقاہ اشرفیہ اختر یہ

مرکز اہل السنۃ والجماعۃ سرگودھا

7 مارچ 2013ء

اللہ تعالیٰ کی محبت

الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونؤمن به ونتوكل عليه
ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيئات اعمالنا من يهده الله فلا مضل له
ومن يضلل فلا هادي له ونشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له ونشهد ان
سيدنا ومولانا محمدا عبده ورسوله. اما بعد فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ: وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِلّٰهِ

﴿البقرة: 165﴾

وقال النبي صلى الله عليه وسلم اللهم إني أسألك حبك وحب من
يحبك والعمل الذي يبلغني حبك

[سنن الترمذی باب رقم: 3490]

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى
آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ. اللَّهُمَّ بَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ
عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ.

تیری نعمتیں بے شمار:

اللہ رب العزت نے دنیا میں جس قدر چیزیں پیدا فرمائی ہیں یہ تمام چیزیں
انسان کے نفع کے حاصل کرنے کے لیے پیدا فرمائی ہیں۔ بجز چند ایک چیزوں کے، اور
جن چیزوں سے انسان کے لیے نفع حاصل کرنا دنیا و آخرت میں نقصان دہ ہے اللہ تعالیٰ

نے ان کی نشاندہی کے لیے انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرمایا۔ نبی اللہ سے پوچھتا ہے امت کو بتاتا ہے کہ یہ یہ چیزیں تمہارے لیے نقصان دہ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ علماء اور فقہاء نے لکھا ہے کہ جس قدر چیزیں اللہ رب العزت نے پیدا فرمائی ہیں ان تمام میں اصل قاعدہ اور ضابطہ حلت، اباحت اور جو ازا کا ہے۔ قرآن کریم میں ہے:

وَكُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا ﴿۱۳۱﴾ [الاعراف: ۳۱]

تم کھاؤ پیو۔

مفتی اعظم مفتی محمد شفیع عثمانی رحمہ اللہ معارف القرآن میں اس آیت کی تفسیر کے تحت فرماتے ہیں کہ اللہ رب العزت نے یہ تو فرمایا کہ کھاؤ اور پیو، یہ نہیں فرمایا کہ کیا کھاؤ کیا پیو؟ ما کولات و مشروبات کا ذکر نہیں فرمایا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ رب العزت کی طرف سے اجازت ہے کہ تم جو چاہو کھاؤ پیو، ہاں البتہ جو تمہارے لیے کھانا پینا حرام اور ناجائز ہیں وہ چیزیں اپنے پیغمبر کے ذریعے ہم نے بتادی ہیں، وہ نہ کھاؤ۔ باقی تمام چیزیں کھاؤ۔ [معارف القرآن: ج ۳ ص ۵۴۵]

خدائی پابندیاں:

دنیا میں جو چیزیں انسان کے لیے جائز ہیں وہ تو گنی ہی نہیں جاسکتیں اور جن کا استعمال کرنا حرام ہے وہ گنی جاسکتی ہیں۔ چند ایک چیزیں ہیں، باقی تمام چیزوں میں اللہ نے اباحت اور جو ازا رکھا ہے۔ اللہ رب العزت نے اجازت دی ہے تمہاری والدہ ہے اس کو دیکھو، صرف دیکھنے کی اجازت ہی نہیں بلکہ اس کو عقیدت سے دیکھو گے تو اللہ عمرے سے زیادہ اجر عطا فرماتے ہیں۔ دیکھو اجر بھی ہے۔ اپنی بیٹی ہے اس کو دیکھو، بہن ہے اس کو دیکھو، اب کتنے رشتے عورت کے موجود ہیں جو اللہ نے مرد کے لیے دیکھنا حلال فرمادیئے ہیں اور تمہارے لیے حلال ہیں وہ تمہیں بتادیئے ہیں اور جو حرام ہیں وہ بھی تمہیں بتادیئے ہیں۔

کام نہ کرو پھر بھی اجرت:

اور پھر اللہ کا نظام اور اللہ کا قانون کتنا عجیب ہے کہ دنیا میں اگر کوئی آدمی کام کرے اس کام کرنے پر اجرت ملتی ہے، اگر کام نہ کرے اس پر اجرت نہیں ملتی۔ اللہ کا نظام ایسا ہے کہ بعض کام نہ کرنے پر اجرت ملتی ہے۔ یعنی حکم ہے کہ نامحرم عورت کو نہ دیکھو! تو جس طرح والدہ کو دیکھنے پر اجر ہے اسی طرح نامحرم کو نہ دیکھنے پر اجر ہے اور کتنا اجر ہے آپ اس کا اندازہ فرمائیں۔

نظر شیطان کا زہریلا تیر:

حدیث میں ہے صرف ایک حدیث پیش کرتا ہوں حدیث قدسی ہے اور حدیث قدسی کہتے ہیں: **هو الكلام الذى يبنيه النبى بلفظه وينسبه الى ربه**، حدیث قدسی وہ حدیث ہے کہ جسے نبی اپنے لفظوں میں بیان کرتا ہے اور نسبت اپنے رب کی طرف کرتا ہے کہ میرے رب نے یہ فرمایا ہے۔ تو حدیث قدسی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: **حق جل مجدہ فرماتا ہے:**

إن النظر سهم من سهام إبليس مسموم

[کنز العمال فی سنن الاقوال رقم: 13068]

نظر شیطان کے زہریلے تیروں میں سے ایک تیر ہے۔

جس طرح ایک تیر کو زہر میں بھگو کر مارا جائے۔ اب بتاؤ کتنا خطرناک ہوگا وہ تیر۔ ویسے تیر ماریں آدمی کی ٹانگ پہ لگے، بازو پہ لگے، سر پہ لگے، آدمی قتل نہ ہو تو بیچ جاتا ہے لیکن تیر اگر زہر میں بھگو کر مارا گیا ہو تو اگر وہ آدمی کے ساتھ بیچ ہو کر بھی گزر جائے تو آدمی بیچ نہیں سکتا کیونکہ وہ آدمی اب تیر کی وجہ سے نہیں، بلکہ زہر کی وجہ سے مرے گا۔

تو اللہ رب العزت نے فرمایا: **إن النظر سهم من سهام إبليس**

مسموم، کہ نظر شیطان کے زہریلے تیروں میں سے ایک ہے۔ ”من تر کھا عخافتی“ جو اس زہریلے تیر کو روک لیتا ہے۔ مثلاً سامنے نامحرم عورت آئے اور یہ بندہ نہ دیکھے تو عجیب جملہ ارشاد فرمایا کہ جو بندہ اس وجہ سے نہ دیکھے اور ڈر جائے کہ میرا اللہ مجھ سے ناراض ہو جائے گا۔ اور آدمی کے ذہن میں یہ آجائے، تو پوچنا آسان ہے۔ اور جب تک یہ ذہن مین نہ بیٹھے، تو نگاہ کو بدلنا بڑا مشکل ہے۔

بد نظری سے کیسے بچیں؟

اس وجہ سے ہمارے شیخ شاہ حکیم اختر دامت برکاتہم العالیہ کا ایک شعر ہے، حضرت فرماتے ہیں جب سامنے نامحرم عورت یا لڑکی آجائے، آپ میرا یہ شعر پڑھ لیں، اللہ اس کی برکت سے بد نظری سے محفوظ فرمائیں گے۔

شعر:

نہ دیکھیں گے نہ دیکھیں گے انہیں ہر گز نہ دیکھیں گے
جنہیں دیکھنے سے رب میرا ناراض ہوتا ہے

یہ مشکل تو نہیں ہے، جب نامحرم عورت سامنے آئے، آپ فوراً یہ شعر پڑھیں، اللہ پاک آپ کو محفوظ فرمائیں گے۔

نیت کی وجہ سے منہیات سے بچا جاسکتا ہے:

بعض چیزیں ایسی ہیں آدمی ان کا تصور کرے، اس تصور کی وجہ سے انسان گناہ سے بچ جاتا ہے، آدمی اپنی دل میں تصور کرے، اللہ پاک بعض چیزوں سے بندہ کو محفوظ فرماتے ہیں۔ اس پر دو تین باتیں میں بطور مثال کے عرض کرتا ہوں۔

مثال نمبر 1۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا، عرض

کیا، حضور! میں کلمہ پڑھتا ہوں، لیکن میرے اندر ایک عیب ہے، جو شاید کلمہ پڑھنے کے باوجود بھی ختم نہ ہو سکے۔ وہ عیب کون سا ہے؟ انہوں نے فرمایا یا رسول اللہ!

عورتوں کے ساتھ بدکاری کرنے کا میرے اندر عیب ہے اور یہ بدکاری والا عیب شاید میں کلمہ پڑھ کر بھی نہ چھوڑوں۔ فرمایا کلمہ پڑھ لو، بدکاری کا مسئلہ تو بعد کا ہے، انہوں نے کلمہ پڑھا اور چل دیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے واپس بلایا اور بلا کر پوچھا کہ تم بتاؤ، اگر کوئی آدمی تمہاری بہن کے ساتھ غلط کام کرے، تم برداشت کر لو گے؟ اس نے کہا حضور میں تو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ فرمایا: تم کسی کے ساتھ برا کام کرو گے تو وہ بھی تو کسی کی ماں کسی کی بہن اور کسی کی بیٹی ہوگی، وہ کیسے برداشت کرے گا؟

یہ جملہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا تھا اور یہ تصور اس کو سمجھانا تھا۔ اس نے کہا یا رسول اللہ! جس طرح زنا کی محبت میرے دل میں تھی، اس سے کہیں زیادہ اللہ رب العزت نے زنا کی نفرت میرے دل میں ڈال دی ہے۔ اب دیکھو تصور ہی کیا اور تصور سے آدمی کا ذوق ہی بدل گیا ہے۔

آدمی جب تصور کر لیتا ہے کہ اس سے یہ نقصان ہے یہ نقصان ہے، تو اللہ بندہ کی حفاظت فرماتے ہیں۔

مثال نمبر 2- حدیث مبارک میں ہے:

مَا تَغَابَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَطُّ

مَا احْتَلَمَ نَبِيٌّ قَطُّ

[الخصائص الكبرى]

نبی سے دو معاملے اللہ کی طرف سے عجیب ہیں۔

1: نبی کو کبھی جمائی نہیں آتی جیسے ہم کہتے ہیں باسی، باسیاں، عام آدمی سستی

کی وجہ سے جمائیاں لیتا ہے، لیکن نبی کو جمائی نہیں آتی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ اس سے محفوظ رکھتے ہیں۔

2: اسی طرح نبی کو حالت نیند میں کبھی احتلام نہیں ہوتا۔ میں بات سنانا چاہتا ہوں کہ نبی کا خاصہ ہے کہ نبی کو جمائی نہیں آتی۔

جمائی روکنے کا انوکھا طریقہ:

اس پر ہمارے بعض مشائخ نے لکھا ہے اگر آدمی کو جمائی آجائے اور وہ اسی وقت یہ تصور کر لے کہ نبی کو جمائی نہیں آتی، فوراً وہ بند ہوگی، جمائی ختم ہوگی۔

اور دو چار دفعہ یہ معمول بنالے، آئندہ اللہ جمائی سے محفوظ فرمالے گا، اس کو جمائی کبھی نہیں آئیگی، تصور کرنے سے کیسے بدلتا ہے، میں صرف یہ سمجھا رہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ شیطان کے زہر آلودہ تیروں میں سے تیر ہے اور جو بندہ میرے خوف کی وجہ سے اس گناہ کو چھوڑ دے گا۔

أبدلتہ ایمانا یجحد حلاوتہ فی قلبہ

(المعجم الکبیر، رقم الحدیث: 10362، عبد اللہ بن مسعود)

میں اس کے بدلے میں اس کو ایسا ایمان عطا فرماؤں گا کہ جس ایمان کی حلاوت بندہ خود اپنے دل میں محسوس کرے گا۔

یہ سمجھائی نہیں جاتی:

بعض اوقات بندے کو لذت آتی ہے، تو بندہ خود محسوس کرتا ہے اور لذت ایسی ہوتی ہے کہ بندہ زبان سے بتا نہیں سکتا۔ جیسے امام قرآن پڑھے، مقتدی اسے سنے اور لذت محسوس کرے، اب بتاؤ مقتدی وہ لذت کسی کو بتا سکتا ہے؟ یہ تو کہتا ہے کہ مجھے بہت مزہ آیا ہے، لیکن یہ سمجھانا اس کے بس کی بات نہیں۔ اللہ ایسی ایمانی لذت عطا فرماتے ہیں کہ بندہ اسے دل میں محسوس کرتا ہے۔

ابن قیم رحمہ اللہ نے اس حوالے سے بڑا ہی عجیب نکتہ لکھا ہے، کہ سامنے ایک نامحرم عورت آئی، آپ نے نظر ہٹالی۔ تو آپ کی آنکھ لذت محسوس کرے گی یا

دل محسوس کرے گا؟ [آنکھ۔ سامعین]

حدیث میں ہے اللہ اس کو ایسا ایمان عطا فرمائیں گے کہ دل لذت محسوس کرے گا۔ ابن قیم فرماتے ہیں قربانی آنکھ نے دی ہے، دل کیوں لذت محسوس کرتا ہے؟ اس کا بڑا زبردست جواب دیا ہے اور فرمایا ہے کہ جب نامحرم عورت سامنے آتی ہے، تو دل کرتا ہے کہ دیکھوں، لیکن جب آنکھ ہٹالی جاتی ہے تو چونکہ تکلیف دل کو ہوتی ہے اس لیے ایمانی لذت بھی دل ہی کو محسوس ہوگی۔ تو چونکہ مشقت دل نے اٹھائی ہے تو اللہ اس کی لذت بھی دل کو ہی عطا فرمائیں گے۔

اصل قربانی دل نے دی ہے یا آنکھ نے؟ [دل نے۔ سامعین] دل کر رہا ہے کہ دیکھوں لیکن آنکھ بند ہو گئی، دکھ دل کو ہو گا۔ تو اصل لذت دل کو محسوس ہوتی ہے۔ آنکھ جو چیزیں دیکھتی ہے اسے بصارت کہتے ہیں، اور جس کو دل محسوس کرتا ہے اسے بصیرت کہتے ہیں۔ ایک بصیرت ہے ایک بصارت، بصیرت دل کی روشنی کا نام ہے اور بصارت آنکھ کی روشنی کا نام ہے۔ دعا فرمائیں کہ اللہ ہمیں بصارت بھی عطا فرمائے اور بصیرت بھی عطا فرمائے۔ اس پر ایک چھوٹی سی بات کہتا ہوں۔

روحانی و جسمانی معالج:

دنیا میں ایک ڈاکٹر اور ایک حکیم ہوتا ہے، اور دنیا میں ایک نبی اور رسول ہوتا ہے۔ نبی اور رسول کے ذمہ بصارت والا کام نہیں ہوتا اس لیے انبیاء کے جو وارث ہیں علماء، مشائخ اور پیرو مرشد، ان کے ذمہ بصیرت والا کام ہے۔ یہ آنکھ کا علاج نہیں کریں گے یہ دل کا علاج کریں گے اور یاد رکھیں! مرشد کا علاج ڈاکٹر کے علاج سے بہت مشکل ہے۔ کیوں؟ کیونکہ ڈاکٹر جس آنکھ کو دیکھتا ہے وہ نظر آتی ہے اور مرشد جس دل کو دیکھتا ہے، وہ نظر نہیں آتا، تو نظر آنے والی چیز کا علاج آسان ہے اور نظر نہ آنے والی چیز کا علاج مشکل ہے۔

اس لیے پیر و مرشد کا کام مشکل ہوتا ہے لیکن ڈاکٹر سے شفا جلدی ملتی ہے اور پیر سے شفاء جلدی نہیں ملتی۔ کیونکہ لوگ ڈاکٹر سے علاج کراتے ہیں اور ڈاکٹر جس چیز سے منع کرتے ہیں، اس کی پابندی بھی کرتے ہیں تو آنکھ ٹھیک ہو جاتی ہے اور جو علاج پیر بتاتا ہے، اس کی پابندی نہیں کی جاتی۔ جب فائدہ نہیں ہوتا تو پھر کہتے ہیں کہ ہمارا پیر ناقص ہے، ہمارا پیر کمزور ہے۔

اب بتائیے کہ اپنے اباجی کو ہسپتال میں ڈاکٹر کے پاس لے کر جائے اور اباجی کی آنکھ میں موتیا اتر آئے، ڈاکٹر آپریشن کرے اور بعد میں سبز پیٹی اور آنکھ پر باندھ دے اور کالا چشمہ بھی دے دے اور کہے کہ دیکھو! تم نے سبز پیٹی بھی باندھنی ہے اور کالا چشمہ بھی لگانا ہے دھوپ سے بچنے کے لیے، تو ڈاکٹر کی بات مانتے ہیں یا نہیں؟ اور اگر ڈاکٹر کے پاس جائے اور سبز پیٹی بھی نہ باندھے اور کالا چشمہ بھی نہ لگایا تو بتاؤ موتیا ٹھیک ہو گیا اور اتر آئے گا۔ اب ڈاکٹر پر اعتماد کیا تو ابوجی کی آنکھ ٹھیک ہو گئی اور شیخ کے پاس گئے اور شیخ نے علاج بتایا کہ نامحرم عورت کو نہیں دیکھنا اور اس کے باوجود نامحرم عورت کو دیکھ رہے ہیں، بتاؤ دل کا علاج کیسے ہو گا؟ ڈاکٹر کو ظالم کوئی نہیں کہتا۔

ڈاکٹر نے پابندیاں لگائیں کہ حلال کو بھی نہ دیکھو حرام کو بھی نہ دیکھو اور شیخ فرماتے ہیں کہ حلال کو دیکھو حرام کو نہ دیکھو، اب بتاؤ کہ پابندیاں علماء کی زیادہ ہیں یا ڈاکٹر کی؟ [ڈاکٹر کی۔ سامعین] اب اس کی بات نہیں مانتے تو یہ آنکھ ٹھیک نہیں ہوگی مرشد کی بات نہیں مانو گے تو دل ٹھیک نہیں ہوگا۔

متقی بننے کا نسخہ:

ہمارے شیخ بڑی بیماری بات فرماتے ہیں کہ اللہ رب العزت نے فرمایا: يَا أَيُّهَا

الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ

اے ایمان والو! متقی بنو، گناہوں سے بچو، اور آگے فرمایا: وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ، اگر متقی بننا ہے تو صادقین کے ساتھ رہو اور کتنا رہو؟ مفتی بغداد علامہ آلوسی رحمہ اللہ اپنی تفسیر روح المعانی میں فرماتے ہیں:

خالطوهم لتكونوا مثلهم [روح المعانی: ج ۱۱ ص ۵۶]

کہ اتنا ان کے ساتھ رہو کہ آپ ان کی طرح بن جاؤ، آپ مریض کو ڈاکٹر کے پاس لے جاتے ہو، ڈاکٹر کہتا ہے: اس کو ہسپتال میں داخل کرو، لے کے آتے ہو یا وہیں داخل کراتے ہو؟ [داخل کراتے ہیں۔ سامعین] اور اگر شیخ مرید کو کہے کہ دو دن یہی ٹھہر جاؤ تو کہتا ہے کہ بہت کام ہے، میں نے تو بازار جانا ہے، کالج جانا ہے، میں تو فارغ نہیں ہوں۔ آپ مولوی لوگ فارغ ہو اور ڈاکٹر کو کہتے ہیں: ڈاکٹر صاحب! اب فوراً علاج شروع کریں، ہم ابھی انتظام کرتے ہیں۔ اب بتاؤ! ڈاکٹر نے پابندی لگائی، روک لیا، سب کے لیے تیار ہیں اور اگر یہاں شیخ نے یہ بات کہی تو کہتے ہیں کہ شیخ سخت دل ہیں، بہت سخت ہیں، بہت سخت ہیں، ایسے پیر سے مرید نہیں ہونا چاہیے۔ اللہ ہمیں بات سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آپ کی خدمت میں یہ بات عرض کرنا چاہتا ہوں کہ دنیا میں جتنی چیزیں ہیں وہ انسان کے استعمال کے لیے ہیں اور جو چیزیں استعمال کی نہیں ہیں وہ اللہ کریم نے ہمیں بتادی ہیں کہ ان سے بچو۔ دنیا میں آدمی کوئی چیز تب استعمال کرتا ہے کہ اس میں نفع نظر آئے، اگر نفع نہ ہو تو عقلمند آدمی کبھی اس کو استعمال نہیں کرتا۔

دنیا کی چیزیں انسان کی طبیعت مرغوبہ ہیں، تب ہی ان کو استعمال کرتا ہے۔ طبیعت چاہتی ہے کہ میں لسی پی لوں، طبیعت چاہتی ہے کہ دودھ پی لوں، طبیعت چاہتی ہے کہ چائے پی لوں تب وہ پیتا ہے۔ اللہ پاک کا نظام دیکھیں! اللہ یہ نہیں فرماتا کہ تم اپنے مال سے محبت نہ کرو، تم اپنے گھر والوں سے پیار نہ کرو، تم اپنی اولاد سے محبت نہ

کر و بلکہ عجیب بات ہے کہ آپ اگر قرآن کریم کی تلاوت کریں تو اللہ نے مال کو خیر فرمایا ہے:

وَإِنَّهُ لَحُبُّ الْخَيْرِ لَشَدِيدٌ

﴿العیادت: 8﴾

انسان اس خیر یعنی مال کے ساتھ محبت میں سخت ہے۔ دوسری جگہ فرمایا:

إِنْ تَرَكَ خَيْرًا الْوَصِيَّةُ

﴿البقرہ: 180﴾

اگر یہ مال چھوڑ کر گیا ہے تو پھر اس کے لیے ضروری ہے کہ وصیت کرے کہ فلاں کو اتنا دینا، فلاں کو اتنا دینا۔ تو اللہ نے مال کو خیر فرمایا ہے اگر حلال طریقے سے کمایا جائے اور حلال جگہ میں استعمال کیا جائے تو مال خیر ہی خیر ہے۔ یہ کوئی شرکی بات نہیں ہے، غلط استعمال ہو تو شر ہے، صحیح استعمال ہو تو خیر ہے۔ آپ حضرات اس مسجد میں بیٹھے ہیں یہ مسجد خوبصورت ہو تو مزہ آتا ہے کہ نہیں؟ قالین عمدہ ہو تو لطف آتا ہے کہ نہیں؟ یہ مال سے آئے ہیں تو بتاؤ یہ مال خیر ہے یا شر؟ [خیر۔ سامعین] ہم کہتے ہیں کہ ان کے لیے دعا کرو جن کے مال کی برکت سے ہم سب نفع اٹھاتے ہیں۔

اس کھٹ کھٹ سے مدرسے چلتے ہیں:

میں فیصل آباد ایک جگہ گیا۔ وہاں مولانا محمد نواز صاحب ہمارے اتحاد کے ذمہ دار ہیں، میں ان کے محلے میں گیا تو وہاں کھڈیاں بہت لگی تھیں کپڑا بننے والی، کھٹ کھٹ چل رہی تھیں تو میں نے ان سے مزاحاً کہا کہ مولانا اس کھٹ کھٹ نے تم کو تباہ کر دیا ہے۔ فرمانے لگے: اس کھٹ کھٹ سے فیصل آباد کے مدارس چلتے ہیں۔

یہ محبت کا تقاضا ہے:

تو میں آپ حضرات کو بتا رہا تھا کہ اولاد سے محبت کرنا منع نہیں ہے۔ حدیث

مبارک میں ہے کہ ایک اعرابی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ نبی ﷺ کی خدمت میں آپ کے نواسے تھے حضرت حسن رضی اللہ عنہ تھے یا حسین رضی اللہ عنہما، حضور ﷺ نے ان کا بوسہ لیا۔ اس اعرابی نے کہا: میرے تو دس بیٹے ہیں میں نے کبھی ان کو نہیں چوما، نبی علیہ السلام نے فرمایا: تمہارے دل میں اگر خدا نے سختی رکھی ہے تو میں کیا کر سکتا ہوں؟! اس سے معلوم ہوا کہ اولاد کو چوم لینا محبت کا تقاضا ہے، شریعت نے منع تو نہیں کیا۔ اللہ نے اولاد کے ساتھ محبت کرنے کا حکم فرمایا ہے منع نہیں کیا۔ اولاد سے محبت کرے یہ جائز ہے، مال سے محبت کرے یہ جائز ہے، بیوی سے محبت کرے یہ جائز ہے، خاندان سے محبت کرے یہ جائز ہے لیکن اللہ کیا فرماتے ہیں:

وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ ﴿البقرہ: 165﴾

مال سے محبت ہونی چاہیے لیکن مجھ سے کم ہونی چاہیے، بیوی سے محبت ہو، لیکن اللہ سے کم ہو، بیٹے سے محبت ہو لیکن اللہ سے کم ہو، ایک طرف بیٹے کا حکم آجائے اور دوسری طرف اللہ کا حکم ہو تو اللہ کی محبت غالب آجائے تو یہ مال و خاندان کی محبت نقصان دہ نہیں ہے، پھر اس محبت میں کوئی حرج نہیں ہے۔ مال ہے تو بہت اچھی بات ہے ایک طرف مال ہے ایک طرف حکم خداوندی آگیا تو حکم خداوندی کو غالب کر دو، پھر کوئی حرج نہیں۔

قرآن میں جب مال کی باری آئی تو اللہ نے فرمایا: وَإِنَّهُ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيدٌ، اور جب اپنی محبت کی باری آئی تو فرمایا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ، تو مال کی محبت کے بارے میں ”شدید“ اور اپنی محبت کے بارے میں ”اشد“ فرمایا۔ ”شدید“ کا معنی ہے کہ سخت اور ”اشد“ کا معنی سب سے زیادہ سخت ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جن سے تمہارا دل چاہے، محبت کرو، شریعت منع نہیں کرتی، لیکن سب سے زیادہ محبت اللہ

سے ہو، رسول اکرم ﷺ نے اللہ رب العزت سے دعا مانگی ہے اور بڑی عجیب دعا مانگی ہے فرمایا: اللھم اجعل حبك أحب إلی من نفسی وأھلی والماء البارد،

[جامع الترمذی رقم 3490]

اے اللہ! جتنا میں اپنی جان سے پیار کرتا ہوں میں تجھ سے دعا مانگتا ہوں اپنی ذات کی محبت میرے دل میں اس سے بھی زیادہ ڈال دے اور جتنا مجھے گھر والوں سے پیار ہے اس سے زیادہ مجھے اپنی محبت عطا فرما۔

آگے ایک عجیب ارشاد فرمایا، یہ ابھی سمجھ میں نہیں آئے گا دو مہینے بعد زیادہ سمجھ میں آئے گا جب گرمیاں زوروں پر ہوں گی، فرمایا: والماء البارد، جس طرح گرمی میں ٹھنڈے پانی سے پیار ہوتا ہے اس سے زیادہ مجھے اپنی محبت عطا فرما۔

بارد اور مبرد میں فرق:

ایک ہوتا ہے بارد اور ایک ہوتا ہے مبرد۔ بارد وہ پانی جو خود بخود ٹھنڈا ہو، اسے فریج کے ذریعے یا برف ڈال کر ٹھنڈا نہ کیا گیا ہو اور مبرد وہ پانی ہے جس کو فریج میں یا برف ڈال کر ٹھنڈا کیا گیا ہو۔ نبی علیہ السلام کو ماء بارد یعنی وہ پانی جو طبعاً ٹھنڈا ہو بہت مرغوب تھا۔ فطری ٹھنڈا پانی اللہ کے نبی کو بہت پسند تھا۔ جس کو ٹھنڈا کیا گیا ہو وہ اس حدیث میں شامل نہیں۔ از خود ٹھنڈا صحت کے لیے مفید ہوتا ہے اور جس ٹھنڈا کیا گیا ہو وہ بسا اوقات صحت کے لیے نقصان دہ ہوتا ہے نبی علیہ السلام ایسی چیزیں پسند فرماتے جو صحت کے لیے مفید ہوں۔

خیر میں بات سمجھا رہا تھا اصل چیز اللہ کی ذات ہے، دنیا میں جتنی چیزیں ہیں

وہ ختم ہونے والی ہیں مَا عِنْدَكُمْ يَنْقُذُ وَمَا عِنْدَ اللَّهِ بَاقٍ، ﴿النحل: 96﴾

جو تمہارے پاس اللہ نے نعمتیں دی ہیں یہ مٹ جائیں گی اور جو اللہ کے پاس

ہیں وہ باقی ہیں۔ انسان کو شش کرے، اللہ کے لیے اپنا مال خرچ کرے، اللہ کی ذات

کے لیے وقت لگا لے اور آدمی یہ دعا کرے کہ میں نے جو پچھلے گناہ کیے ہیں اے اللہ! اپنے فضل سے معاف فرمادے اور اے اللہ ہم فیصلہ کرتے ہیں کہ آئندہ گناہ کر کے تیری ذات کو کبھی بھی ناراض نہیں کریں گے۔ نیت کرنا، ارادہ کرنا اور گناہوں سے بچنا بھی انسان کے اختیار میں ہے۔ اگر گناہوں سے بچنا انسان کے اختیار میں نہ ہوتا تو اللہ گناہوں سے بچنے کا حکم ہی نہ دیتے۔ اللہ اس کام کا کبھی بندے کو حکم نہیں دیتے جو بندے کے اختیار میں نہ ہو۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا:

میں نے جو حدیث مبارک آپ کے سامنے پڑھی ہے، اس کا ترجمہ سن لیں۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگی ہے، غور کریں: اللهم انى أسألك حبك، اے اللہ! میں تجھ سے تیری محبت مانگتا ہوں وحب من يحبك، اس کی محبت تجھ سے مانگتا ہوں جو تجھ سے محبت کرتا ہے۔ والعمل الذى يبلىغنى حبك اور اس عمل کی محبت مانگتا ہوں جو تیری محبت تک پہنچا دے۔ تو نبی علیہ السلام نے تین دعائیں مانگی ہیں:

1: اے اللہ! میں تیری محبت تجھ سے مانگتا ہوں۔

2: اے اللہ میں تیرے اولیاء کی محبت تجھ سے مانگتا ہوں۔

3: اے اللہ ان اعمال کی محبت مانگتا ہوں جو مجھے تیری محبت تک پہنچائیں۔

حضرت شیخ حکیم محمد اختر دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے یہ دعائیں تو مانگی ہیں لیکن طرز بڑا عجیب اختیار کیا ہے۔ 1: اے اللہ میں تجھ سے تیری محبت مانگتا ہوں۔ 2: اے اللہ تجھ سے تیری اولیاء کی محبت مانگتا ہوں۔ 3: اے اللہ ان اعمال کی محبت مانگتا ہوں جو مجھ کو تیری محبت تک پہنچادیں۔

اس سے پتہ چلا کہ اصل چیز اللہ کی محبت ہے اور اللہ کی محبت تک پہنچانے والی چیز اعمال صالحہ ہیں۔ بندہ نیک عمل کرے تو اللہ کے قریب ہو جاتا ہے اور برے

اعمال کرے تو اللہ سے دور ہو جاتا ہے اور اس کی مثال بڑی عجیب فرمائی کہ مومن کی مثال ایسی ہے کہ جیسے مچھلی پانی میں خوش ہوتی ہے تو مومن اللہ کی یاد میں خوش ہوتا ہے۔

جنت کی ضمانت:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو گناہوں کا بطور خاص تذکرہ فرمایا کہ جو ان سے بچ جائے میں اس کو جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر ضامن اور کون ہو سکتا ہے؟ فرمایا:

مَنْ يَضْمَنُ لِي مَا بَيْنَ لِحْيَتَيْهِ وَمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ أَصْحَبَ لَهُ الْجَنَّةَ،

[بخاری باب حِفْظِ اللِّسَانِ]

جو شخص مجھے دو چیزوں کی ضمانت دے دے، ایک زبان کی جو دو جڑوں کے درمیان ہے اور دوسرا شرمگاہ کی جو دو رانوں کے درمیان ہے تو میں محمد سے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔

اللہ ہماری زبان کی بھی حفاظت فرمائے، اللہ ہماری شرمگاہ کی بھی حفاظت فرمائے ان دو باتوں کی حفاظت مانگنا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا خاص طریقہ ہے اور ہمیں یہ مانگتے رہنا چاہیے۔

خلاصہ کلام:

خیر میں بتا رہا تھا کہ اصل چیز کیا ہے؟ اللہ کی محبت۔ نیک اعمال سے بندہ اللہ کے قریب ہو جاتا ہے اور برے اعمال سے اللہ سے دور ہو جاتا ہے۔ درمیان میں جملہ ارشاد فرمایا اے اللہ مجھے اپنے بندوں کی محبت عطا فرما۔ حضرت حکیم صاحب فرماتے ہیں: یہ جملہ درمیان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیوں فرمایا؟ اصل مطلوب اللہ کی محبت ہے۔ یہ اعمال صالحہ سے ملتی ہے اور اعمال صالح ملنے ہیں شیخ کی صحبت سے۔

خانقاہوں کا مقصد:

حضرت فرماتے ہیں کہ لوگ خانقاہیں بناتے ہیں کہ لوگ اللہ سے محبت کرے، اللہ سے تو لوگ ویسے بھی محبت کرتے ہیں۔ خانقاہوں کا مقصد یہ ہے کہ لوگ اللہ سے زیادہ محبت کریں، محبت تو ہر مومن کرتا ہے۔ بیعت کا مقصد ہوتا ہے کہ اللہ سے زیادہ محبت ہو، اگر بیعت کرنے کے بعد اعمال صالحہ میں زیادتی ہو اور برے کاموں سے دوری ہو تو سمجھو ہمیں بیعت کا نفع ہوا ہے۔

اگر فرق نہ پڑے تو آدمی کو سوچنا چاہیے کہ شاید مجھے نفع نہیں ہوا، شیخ کو بدل لینا چاہیے۔ اللہ مجھے اور آپ سب کو اپنی محبت خاصہ اور عامہ عطا فرمائے اور اللہ ہمارے قلوب میں اولیاء اللہ کی عظمت بھی ڈال دے۔ آمین

ولی اللہ بننے کا نسخہ

www.ahnafmedia.com

خانقاہ اشرفیہ اختریہ

مرکز اہل السنۃ والجماعۃ سرگودھا

4- اپریل 2013ء

ولی اللہ بننے کا نسخہ

الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونؤمن به ونتوكل عليه
ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيئات اعمالنا من يهده الله فلا مضل له
ومن يضلل فلا هادي له ونشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له ونشهد ان
سيدنا ومولانا محمدا عبده ورسوله. اما بعد فَاَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ: قُلْ يَا عِبَادِىَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ لَا
تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ

﴿الزمر: 53﴾

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرٰهِيْمَ وَعَلٰى
اٰلِ اِبْرٰهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ. اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ
عَلٰى اِبْرٰهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرٰهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ.

مقصدِ تخلیق:

اللہ رب العزت نے ہمیں دنیا میں بھیجا ہے امتحان کے لیے کہ کون اللہ کا
بندہ بن کر رہتا ہے اور کون اللہ کا بندہ بن کے نہیں رہتا۔ اللہ رب العزت دنیا کے بھی
خالق ہیں، اللہ رب العزت جنت اور جہنم کے بھی خالق ہیں، دنیا میں اگر کوئی انسان
اپنے ہاتھ سے کوئی چیز بنائے تو اس چیز کو برباد اور ضائع کرنے سے خوش نہیں ہوتا۔ اللہ
رب العزت جس انسان کو اپنے دست قدرت سے بناتے ہیں اس کو مٹا کر اللہ بھی خوش
نہیں ہوتے۔ لیکن بسا اوقات ایک مکان کو بنایا جاتا ہے پھر اس مکان کو گرایا جاتا ہے،

اس مکان کو گرانے کا مقصد اس کو ختم کرنا نہیں بلکہ اس سے بہتر بنانا ہوتا ہے۔ اللہ رب العزت انسان کو بناتے ہیں پھر انسان کو فنا کرتے ہیں، اس کا مقصد انسان کو ختم کرنا نہیں بلکہ بہتر انسان بنانا ہے۔

جسم انسانی؛ قدرت کا شاہکار

اللہ رب العزت نے جو انسان کو وجود دیا ہے اپنی قدرت کاملہ سے دیا ہے، کچھ چیزیں خالق نے انسان کے وجود میں ایسی رکھی ہیں کہ ان جیسی چیزیں دنیا پیش کرنے سے عاجز ہے۔ اللہ رب العزت کی قدرت کا شاہکار انسان کا وجود ہے۔ اسے حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ یوں فرماتے ہیں کہ ایک عالم اصغر ہے اور ایک عالم اکبر ہے، ایک چھوٹا جہاں ہے اور ایک بڑا جہاں۔ بڑا جہاں جو سامنے نظر آتا ہے اس میں زمین ہے، زمین میں نہریں ہیں، باغات ہیں اور مختلف چیزیں ہیں اور ایک جہاں اصغر ہے یعنی چھوٹا جہاں، وہ خود انسان کا وجود ہے۔ دنیا میں جتنی چیزیں آپ دیکھتے ہیں ان سب کا اشارہ انسان کے وجود کے اندر موجود ہے۔

آپ کو تعجب ہو گا کہ ایک ہی وقت میں زمین پر کسی علاقے کا موسم گرم ہے اور کسی علاقے کا موسم ٹھنڈا ہے، کہیں موسم گرما ہے اور کہیں موسم سرما ہے۔ ایک ہی وقت میں ایک ملک میں اگر ٹھنڈا ہے تو دوسرے ملک میں گرمی ہے۔ آپ انسان کے وجود کو دیکھ لیں کہ ایک حصہ گرم ہوتا ہے اور ایک حصہ ٹھنڈا ہوتا ہے۔ یہ سارے نقشے اللہ نے انسان کے وجود کے اندر رکھے ہیں۔ زمین میں کتنے دریا ہیں، پھر دریاؤں سے نہریں، نہروں سے نالیاں نکلتی ہوئی نظر آتی ہیں۔

آپ انسان کے جسم کے اندر گیس دیکھیں، رگوں میں دوڑنے والا خون دیکھیں، یہ سارا نظام خود انسان کے وجود میں آپ کو نظر آئے گا۔ اسی طرح زمین کے اندر کئی قسم کی جگہیں ہیں، بعض جگہوں کو آپ دیکھیں گے وہاں سبزہ آگ ہی نہیں

سکتا اور بعض جگہیں ایسی ہیں کہ وہاں سبزہ اگتا ہے بڑھتا نہیں اور بعض جگہیں ایسی ہیں کہ سبزہ اگتا ہے ٹوکا ٹنپڑتا ہے۔

آپ انسان کے جسم کو دیکھیں بعض جگہیں ایسی ہیں جہاں بال نہیں اور بعض جگہیں ایسی ہیں جہاں بال ہیں لیکن بڑھتے نہیں اور بعض جگہیں ایسی ہیں جہاں بالوں کو کاٹنا پڑتا ہے۔ تو جو نقشے زمین کے اندر ہیں وہ سارے نقشے اللہ نے انسان کے وجود کے اندر رکھے ہیں۔ کوئی کمی اللہ نے انسان کے وجود میں چھوڑی نہیں ہے۔

انسان سب سے خوبصورت مخلوق:

بعض احادیث مبارکہ میں ہے لیکن وہ احادیث چونکہ متشابہات میں سے ہیں اس کو بندہ سمجھ نہیں سکتا، اس لیے عوام کے مجمع میں ان احادیث کو بیان بھی نہیں کیا جاسکتا کہ اللہ رب العزت نے انسان کو جو شکل عطا فرمائی ہے وہ شکل اللہ نے کیسے عطا فرمائی ہے۔ بس خلاصہ یہ ذہن میں رکھ لیں کہ اللہ رب العزت فرماتے ہیں: لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ

﴿سورة التین: 4﴾

دنیا میں جتنی شکلیں موجود ہیں، ان میں سب سے خوب صورت شکل اللہ نے انسان کو عطا فرمائی ہے، سب سے احسن شکل اللہ نے انسان کو عطا فرمائی ہے۔

وزیر اور اس کی بیگم کا واقعہ:

اس پر مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع عثمانی رحمہ اللہ نے معارف القرآن میں ایک واقعہ نقل کیا ہے جو بڑا معروف ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ چاندنی رات تھی اور بادشاہ کا وزیر اپنی بیگم کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا، وزیر نے اپنی بیگم کو کہا: انت طالق ثلاثاً ان لحد تکونی احسن من القبر، اگر تم چاند سے زیادہ خوبصورت نہیں تو تمہیں تین طلاقیں ہیں۔ یہ لفظ کہہ دیا۔

تین طلاقیں تین شمار ہوتی ہیں:

آدمی جب یہ لفظ کہتا ہے تو پریشان نہیں ہوتا لیکن تھوڑی دیر کے بعد پریشانی شروع ہو جاتی ہے۔ جب پریشانی ہوتی ہے تو اس کے ایسے حیلے اختیار کرتا ہے جو حیلے بنتے بھی نہیں۔ ہمارے ہاں عام طور پر لفظ کہا جاتا ہے کہ غصہ میں آکر طلاق دی تھی۔ غصہ میں آدمی اگر کسی کو گولی مار دے اور عدالت میں سچ کو کہہ دے کہ اس کو معاف کر دو، اس نے غصہ میں آکر گولی ماری تھی! اگر ایسا ہوتا تو دنیا میں کسی کو سزا موت نہ ہو، نہ دیت ہو، نہ قصاص ہو۔

آپ کسی پر غصہ میں آکر گاڑی چڑھا دیں اور جب پرچہ کٹے پھر کہیں: جی میں نے غصہ میں آکر گاڑی چلا دی تھی، طیش میں آ گیا تھا اور میں قابو میں نہیں رہا، تو حج معاف تھوڑی ہی کرتا ہے! لیکن طلاق کا معاملہ اتنا خطرناک ہے کہ الامان والحفیظ!! لوگ تین طلاق دے دیں گے، جو اختیار شریعت نے دیا تھا وہ ختم کر دیں گے، بعد میں کہیں گے کہ ”میں غصے میں آ گیا تھا، غصہ میں تین طلاقیں دی تھیں اس لیے ایک ہے“ اگر یہی بات ہے تو غصے میں اگر تین طلاقیں دی ہیں تو ایسی طلاق شمار ہی نہ کرو، یہ تو نہیں کہ ان تین کو ایک سمجھ لو اور دو کو ختم کر لو، کتنی حماقت اور بیوقوفی کی بات ہے، اور پھر ہمارے ہاں تماشہ یہ ہے کہ بیوی کو نکاح سے نکالنے کے لیے تیار نہیں ہوتے اور خود کو ایمان سے نکال لیتے ہیں۔ مذہب اپنا بدل دیں گے نکاح ختم کرنے کے لیے تیار نہیں ہوں گے۔

غیر مقلدیت کا بائیکاٹ کریں:

بھائی! ایمان سب سے قیمتی چیز ہے۔ اگر کسی نے یہ جرم کر لیا، اگر ایسا کوئی کیس پیش آجائے کہ خاندان میں اگر شوہر بیوی کو تین طلاقیں دے دے تو بیوی شوہر پر حرام ہو جاتی ہے، اب شوہر اور بیوی کا تعلق ختم کرنا واجب ہے۔ اگر کوئی تین

طلاق دے اور ان تین طلاقوں کو ایک کہے تو ان سے بایکٹ کریں، کیونکہ اگر کوئی مرد کسی نامحرم عورت کو گھر میں لا کر زنا کرے اتنا سخت گناہ نہیں ہے جتنا تین طلاق کے بعد بیوی کو اپنے پاس رکھنے میں ہے۔ اس لیے کہ زانی تو یہ کہتا ہے کہ میں زنا کرتا ہوں۔

لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ زنا کرتا ہے، لیکن یہ تین طلاقوں کو ایک کہنے والا تو زنا کو نکاح کا نام دے کر بالآخر کفر تک پہنچتا ہے۔ اس لیے ایسے معاملات سے بہت زیادہ بچیں۔ ہمارے پاکستان میں غیر مقلدین نے یہ چور دروازہ کھولا ہوا ہے کہ اگر کوئی اپنی بیوی کو تین طلاق دے دے اب اللہ اس کو کہے حرام، نبی کہے حرام، پوری امت کہے حرام، لیکن ہم [غیر مقلدین] اس کو حرام نہیں کہتے، بس پھر ہمارا مذہب اختیار کر لو۔ اللہ ہم سب کی حفاظت فرمائے، اللہ ہمیں ایسے فتنوں سے محفوظ رکھے۔ [آمین]

بقیہ واقعہ:

خیر بادشاہ کے وزیر نے اپنی بیوی سے کہا: اگر تو چاند سے خوبصورت نہیں تو تجھے تین طلاقیں۔ اب وزیر پریشان ہو گیا۔ کیوں؟ کیونکہ بادشاہ بھی یہ بات سمجھتا تھا کہ تین طلاق دو تو تین ہوتی ہیں، وزیر بھی سمجھتا تھا کہ تین طلاق دو تو تین ہوتی ہیں، مرد، عورتیں بھی سمجھتی تھیں کہ تین طلاق دو تو تین ہی ہوتی ہیں۔ یہ جملہ کہہ کر تو دیا لیکن بعد میں بہت پریشان ہوا۔

لیکن زمانہ خیر کا تھا، بیوی اٹھ کر پردے میں چلی گئی کہ اب میں تمہاری بیوی نہیں ہوں۔ اب مجھے طلاق ہو گئی بعد میں جب مسائل پوچھنا شروع کیے کہ اس مسئلے کا کیا حل ہے؟ تو ایک فقیہ نے کہا جو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے شاگرد تھے کہ انسان کے سامنے چاند کی کیا حیثیت ہے؟! اللہ قرآن کریم میں فرماتا ہے: لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ، اللہ نے انسان کو کائنات کی ساری چیزوں سے خوبصورت بنایا ہے۔

اس لیے تمہاری بیوی چاند سے زیادہ خوبصورت ہے، اس لیے طلاق بھی نہیں ہوئی۔

نیک سیرت مطلوب ہے:

میں بتا صرف یہ رہا تھا کہ اللہ نے انسان کو بہترین صورت، بہترین شکل عطا فرمائی ہے۔ جس طرح شکل و صورت بہترین دی ہے اسی طرح بندہ کی سیرت بھی خوبصورت ہونی چاہیے۔ کیونکہ اگر اس کی صورت خوبصورت ہو اور کردار اچھا نہ اور اس نے گناہ کیے، اللہ کی نافرمانی کی تو موت کے بعد اس نے قبر میں جانا ہے اور اسے عذاب ملے گا۔ یہ خوبصورت شکل جہنم کا ایندھن بن کے رہے گا اور اگر اس کی صورت بھی اچھی تھی اور اس نے کردار بھی اچھا کیا تو جنت میں جا کر اللہ ایسی صورت عطا فرمائیں گے کہ دنیا کی صورتیں اس صورت کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔

اطاعت و فرمانبرداری کا نتیجہ:

میں بتا رہا تھا کہ مکان بنا کر گرگرایا جاتا ہے، ختم کرنے کے لیے نہیں مزید اچھا بنانے کے لیے۔ اللہ اس بندہ کو موت دیتے ہیں مٹانے اور فنا کرنے کے لیے نہیں بلکہ جنت میں اچھی شکل و صورت دینے کے لیے۔ اب یہ ہماری مرضی ہے کہ اللہ کی مان کے چلیں تو جنت والی شکل حاصل کریں اور اللہ کی مان کرنے چلیں تو جہنم کا ایندھن بننے کے لیے تیار رہیں۔

اب انسان اگر اللہ کے احکام کو مان کے چلے گا تو یہ ملائکہ کی جگہ میں جائے گا جو کہ جنت ہے اور اگر اللہ کے احکام کو مان کر نہیں جائے گا تو یہ زمین میں جائے گا جو جانوروں کی جگہ ہے۔ جہنم اللہ نے نیچے بنائی اور جنت اللہ نے اوپر بنائی ہے جو ملائکہ کی جگہ ہے، ملائکہ اوپر رہتے ہیں اور مٹی جانوروں کی جگہ ہے۔ قرآن کریم میں آتا ہے:

وَيَقُولُ الْكَافِرُ يَا لَيْتَنِي كُنْتُ تُرَابًا۔

[قیامت کے دن) کافر کہے گا کہ کاش میں مٹی ہوتا ﴿سورة النباء: 40﴾

قیامت کے دن اللہ ایسی بکری پیدا فرمائیں گے جس کے دنیا میں سینگ نہیں تھے اور وہ بکری پیدا فرمائیں گے جس دنیا میں سینگ تھے، سینگ والی بکری نے بغیر سینگ والی بکری کو مارا ہوگا، تو بغیر سینگ والی بکری اس سینگ والی بکری سے بدلے کی قیامت کے دن اور پھر دونوں اللہ کے حکم سے مٹی ہو جائیں گی۔ یہ دیکھ کر کافر کہے گا: يَا لَيْتَنِي كُنْتُ تُرَابًا، اے کاش! میں مٹی ہوتا۔

خیر خواہی ہو تو ایسی:

میں بتا رہا تھا کہ یہ جانور مٹی سے بنے ہیں اور جہنم بھی یہیں ہے۔ اللہ رب العزت نہیں چاہتے کہ بندہ جہنم کا ایندھن بنے، اللہ رب العزت چاہتے ہیں کہ بندہ جنت میں جائے۔

یہ جو میں بات کہتا ہوں کہ ”اللہ رب العزت چاہتے ہیں“ اس لفظ کو ذرا سمجھیں۔ قرآن مجید میں ہے: **إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ**،

﴿سورۃ یسین: 82﴾

اللہ کے چاہنے کا نام وجود ہے، جب اللہ چاہتے ہیں کہ بندہ جنت میں جائے تو بندہ جہنم میں جا ہی نہیں سکتا۔

اللہ کی چاہت کا معنی:

اللہ کی چاہت کا معنی سمجھیں۔ اللہ کی چاہت کا معنی یہ ہے کہ اللہ دو چیزوں کا اختیار عطا فرمائے اور اختیار میں سے بندہ اگر یہ کام کرے تو جنت میں جائے، یہ کام کرے تو جہنم میں جائے۔ اللہ رب العزت بندے کے سامنے دو راستے رکھتے ہیں، گناہ کرو گے تو جہنم میں جاؤ گے، نیکی کرو گے تو جنت میں جاؤ گے، مجھے گناہ پسند نہیں ہے، مجھے نیکی پسند ہے لیکن میں نے اختیار دونوں کا دیا ہے۔ جیسے اعمال کرو گے میں اس کے مطابق تمہیں بدلہ عطا کروں گا۔ تو جو راستے اللہ نے دکھائے ہیں ایک ان میں سے

شرعاً اللہ کا پسندیدہ ہے اور دوسرا شرعاً اللہ کا ناپسندیدہ ہے۔

اگر پسندیدہ راستے پر چلو گے تو پسندیدہ مقام جنت میں جاؤ گے، اور اگر ناپسندیدہ راستے پر چلو گے تو ناپسندیدہ مقام جہنم میں جاؤ گے۔ تو یہ معنی ہے اللہ کے چاہنے کا۔ اور یہ پسند ناپسند تکوینی باتیں نہیں ہیں بلکہ تشریحی باتیں ہیں۔ اللہ رب العزت ہم سب کو نیک اعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

ولایت کا مدار؛ ایمان و تقویٰ

اللہ جنت میں اس کو بھیجے گا جو اللہ کا دوست ہو، اسے جنت میں نہیں بھیجتے جو اللہ کا دوست نہ ہو۔ اس کو آپ اس طرح سمجھیں کہ آپ نے ایک اچھا مکان بنایا، آپ اس کو بلائیں گے جو آپ کا دوست ہو، اسے نہیں بلائیں گے جو آپ کا دوست نہ ہو۔ اللہ ”ولی“ کو جنت میں جگہ دیتے ہیں اور جو ”ولی“ نہ ہو اسے جنت میں جگہ نہیں دیتے اور ولایت کے لیے دو چیزیں بنیادی ہیں جسے کو ہم کہتے ہیں: ”ولایت کا میٹرل“ ولی کیسے بنتا ہے؟: (1) ایمان ہو، (2) تقویٰ ہو۔

قرآن کے الفاظ پر غور کریں، اللہ خود فرماتے ہیں: **أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفَ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ** ﴿سورۃ یونس: 62﴾

کہ ولی پر نہ خوف ہے آئندہ آنے والے حالات کا، اور نہ اس کو غم ہے گزشتہ کسی نقصان کا۔ لیکن ولی ہوتا کون ہے؟ **الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ**

﴿سورۃ یونس: 63﴾

جو ایمان لائیں اور ڈرتے بھی رہیں۔ تو ولایت کا مدار دو چیزوں پر ہے۔

1: ایمان، 2: تقویٰ

یقین محکم، عمل پیہم:

قرآن کریم کے الفاظ پر غور کریں۔ اللہ نے لفظ ”آمَنُوا“ فعل ماضی کا صیغہ

استعمال فرمایا ہے اور ”كَانُوا يَتَّقُونَ“ ماضی کا صیغہ استعمال نہیں فرمایا بلکہ ”يَتَّقُونَ“ فعل مضارع ہے اور مضارع پر ”كَانُوا“ داخل ہے۔ علماء جانتے ہیں عربیت اور گرامر کا قاعدہ یہ ہے کہ مضارع پر جب ”كَانَ“ آتا ہے تو اس میں استمر آجاتا ہے۔

یہ قاعدہ عموماً ہے۔ اب ”أَمِنُوا“ میں استمر نہیں ہے، ”كَانُوا يَتَّقُونَ“ میں استمر ہے۔ یعنی ایمان آدمی بار بار نہیں لاتا، ایک بار لاتا ہے اور عمل بار بار کیا جاتا ہے، ایک بار کر کے چھوڑا نہیں جاتا۔ گویا اللہ فرماتے ہیں: ولی بننا چاہتے ہو تو تم ایک بار ایمان لے آؤ، پھر تم نے نماز مسلسل پڑھنی ہے۔ ایمان لے آؤ پھر روزہ مسلسل رکھنا ہے، ایمان لے آؤ پھر تمہارے ذمہ اعمال مسلسل ہیں۔

ایک سوال اور حکیم الامت کا جواب:

حکیم الامت رحمہ اللہ نے ایک سوال کا بڑا پیارا جواب دیا ہے۔ اگر کوئی آدمی دنیا میں ستر سال رہتا ہے اور وہ کفر کرتا ہے تو وہ ابدی جہنم میں جائے گا اور ایک آدمی ستر سال اچھے اعمال کرتا ہے وہ جنت میں جائے گا۔ سوال یہ ہے کہ کفر ستر سال کا اور سزا اس کی ابدی جہنم اور اچھے اعمال ستر سال کے اور جزاء اس کی ابدی جنت، تو یہ عقل کے خلاف ہے۔

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ بہت پیارا جواب ارشاد فرماتے ہیں، فرمایا کہ اس کافر کو ابدی جہنم اس کے ستر سال کفر کی وجہ سے نہیں ملی بلکہ یہ کافر جب تک دنیا میں رہتا وہ کفر کرتا اور یہ مسلمان جب تک دنیا میں رہتا یہ اچھے اعمال کرتا، اُس کی نیت ہمیشہ کفر کی تھی اور اس کی نیت ہمیشہ ایمان کی تھی۔

اس سے زیادہ ایمان اس کو نہیں مل سکتا اور اس سے زیادہ کفر اسے نہیں مل سکتا۔ تو جو جس کے بس میں تھا اس نے اسے اختیار کر لیا، نیت دائمی تھی اس لیے دائمی جنت ملی، دائمی جہنم ملی ہے۔

مسلسل عمل کیجیے:

میں بتا رہا تھا کہ آدمی ایمان ایک بار لاتا ہے، بار بار نہیں لاتا، لیکن اعمال بار بار کرتا ہے۔ اگر ہم نے فجر آج پڑھی ہے کل پھر پڑھنی ہے، پرسوں پھر پڑھنی ہے، جب تک زندہ رہیں گے فجر پڑھتے رہیں گے، جب تک زندہ رہیں گے عشاء کی نماز پڑھتے رہیں گے۔ آج بھی گناہ سے بچے ہیں، کل بھی بچیں گے اور جب تک زندہ رہیں گے، گناہوں سے بچیں گے۔ یہ نہیں کہ آج گناہ سے بچے کل نہیں بچنا، بلکہ موت تک بچنا ہے۔

”تقویٰ“ کا معنی ہے بندہ مسلسل گناہ سے بچے، بازار میں جا رہا تھا عورت سے اپنی نگاہ بچائے، وی سی آر چل رہا تھا یہ اس سے اپنے آپ کو بچائے، ازار ٹخنوں سے نیچے ہو جائے تو اسے اوپر کرے۔ حرام سے اپنے آپ کو بچاؤ اور حلال کام کرو۔ تقویٰ کا معنی ایک مرتبہ نیک عمل کرنا اور ایک مرتبہ گناہ سے بچنا نہیں ہے بلکہ مسلسل نیک کام کرنے اور گناہ سے بچنے کو تقویٰ کہتے ہیں۔

حضور علیہ السلام کی نصیحت؛ تقویٰ

حضرت عرابض بن ساریہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْنَا، ایک مرتبہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھائی، نماز پڑھانے کے بعد ہماری طرف متوجہ ہوئے، فَوَعظَنَا مَوْعِظَةً بَلِيغَةً ذَرَفَتْ مِنْهَا الْعُيُونُ وَوَجِلَتْ مِنْهَا الْقُلُوبُ، اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی نصیحت فرمائی جس سے آنسو بہنے لگے اور دل دھڑکنے لگے، فَقَالَ قَائِلٌ: يَا رَسُولَ اللَّهِ كَلَّنَا هَذِهِ مَوْعِظَةٌ مَوْدِعٌ فَمَاذَا تَعْهَدُ الْيَتِيمَا؟

ایک صحابی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے: یا رسول اللہ! ایسے لگتا ہے جیسے آپ ہمیں چھوڑ کر جا رہے ہیں، ایسی نصیحتیں تو وہی کرتا ہے جو چھوڑ کر جا

رہا ہوتا ہے، اللہ کے پیغمبر! ہمیں کوئی نصیحت فرمادیں۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نصیحت فرمائی: **أَوْصِيكُمْ بِتَقْوَى اللَّهِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَإِنْ عَبْدًا حَبَشِيًّا**، فرمایا: دیکھو! میں وصیت کرتا ہوں کہ تقویٰ اختیار کرنا اور امیر کی بات کو سننا اور ماننا اگرچہ وہ حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی چیز یہاں تقویٰ بیان فرمائی۔ تو ولایت کا دار و مدار دو چیزوں پر ہے؛ ایک ایمان لائیں دوسرا تقویٰ اختیار کریں۔

تقویٰ کا معنی:

نبی وہ ہوتا ہے جو کبھی گناہ نہ کرے اور امتی وہ ہوتا ہے جس سے گناہ ہوتا ہو۔ پھر تو آپ کے ذہن میں سوال آئے گا کہ امتی تو کبھی متقی بن ہی نہیں سکتا!! نانا! تقویٰ کا معنی سمجھو! اگر آدمی گناہ سے بچے تو یہ بھی تقویٰ ہے اور اگر گناہ کرے پھر توبہ کر لے یہ بھی تقویٰ ہے اور ایک بار نہیں سوبار گناہ کرے اور سوبار معافی مانگے، سو بار گناہ کرے سو بار معافی مانگے یہ بھی تقویٰ ہے۔ یہ بات آدمی کی سمجھ میں نہیں آتی کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آدمی گناہ کرے، پھر توبہ کرے، پھر گناہ کرے، پھر توبہ کرے، پھر گناہ کرے، پھر توبہ کرے۔

میں یہ بات سمجھاتا ہوں، بتاؤ! اگر آدمی اے سی کوچ میں جا رہا ہو اور فلم چل رہی ہو تو یہ گناہ ہے کہ نہیں؟ [گناہ ہے۔ سامعین] اور اگر ایک سیڈنٹ ہو جائے تو سب توبہ کرتے ہیں کہ نہیں؟ [کرتے ہیں۔ سامعین] کہتے ہیں: لا الہ الا اللہ، ارے فلم بند کرو، گانا بند کرو، اللہ آج بچالے آئندہ نہ کریں گے۔ اب دیکھو عین وقت میں ایسی توبہ کی ہے کہ اللہ پچھلے سارے گناہ معاف فرماتا ہے۔

یہ ان کا کرم ہے:

میں بتا رہا تھا، اس طرح سومرتبہ گناہ ہو اور سومرتبہ توبہ ہو تو اللہ اس بندے کے گناہوں کو معاف فرماتے ہیں۔ صرف یہی نہیں کہ اللہ معاف فرماتے ہیں

بلکہ جو بندہ توبہ کر لے اور ایمان و عمل صالح والی زندگی اپنالے تو اس کے مطابق ارشاد فرماتے ہیں: **فَأَوْلِيكَ يٰٓأَيُّهَا اللّٰهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ**. تمہارے گناہوں کی جگہ پر بھی اللہ نیکیاں لکھ دیتے ہیں۔

اللہ جنت کسے دیتے ہیں؟ اپنے اولیاء کو اور اللہ کے ولی کون ہیں؟ جو دو کام کریں۔ ایمان لائیں اور تقویٰ اختیار کریں۔ گناہ نہ کریں اگر ہو جائے تو توبہ کریں، اللہ کو راضی کریں۔ آدمی اپنے باپ کو ناراض کرے، پھر جا کر اس کے پاؤں پکڑتا ہے، ابا جی! مجھے معاف کر دیں، ابا معاف کر دیتا ہے اسی طرح امی کو ناراض کرتا ہے پھر معافی مانگتا ہے ماں معاف کر دیتی ہے۔ بتاؤ! استاد معاف کرتا ہے، باپ معاف کرتا ہے، ماں معاف کرتی ہے، کیا اللہ معاف نہیں کرتا؟

ماں کے پاس تو اس محبت کا ذرہ بھی نہیں جو اللہ کے پاس ہے، اللہ نے ننانوے فیصد محبت آخرت کے لیے رکھی ہے، ایک فیصد دنیا والوں میں تقسیم کی ہے جس سے دنیا کا نظام چل رہا ہے۔ بتاؤ! ایک آدمی اپنی ماں سے معافی مانگے ماں معاف کر دیتی ہے اللہ سے معافی مانگے تو کیا اللہ معاف نہیں فرمائیں گے؟ میں اور آپ یہ طے کر لیں کہ اے اللہ! ہمیں آج معاف فرما ہم آئندہ آپ کی نافرمانی نہیں کریں گے۔ اللہ آپ کا دربار بہت وسیع ہے، آپ کی قدرت بہت وسیع ہے، اللہ مانگنے والوں پر بہت خوش ہوتے ہیں۔

دنیا کا نظام یہ ہے کہ کسی سے ایک بار مانگو، دو بار مانگو، پھر مانگو تو وہ کہے گا: ”یار! اگر میں نے کہہ بھی دیا ہے کہ مجھ سے لے لو تو تو میرے پیچھے ہی پڑ گیا ہے، اب جان چھوڑو۔“ اللہ کا نظام اس طرح نہیں، اللہ سے نہ مانگو تو اللہ ناراض ہوتے ہیں اور اگر مانگو تو بہت خوش ہوتے ہیں کہ اس نے میری نافرمانی کی ہے، اس کے باوجود میرے پاس آیا ہے، مجھ سے معافی مانگ رہا ہے۔ اس پر اللہ بہت خوش ہوتے ہیں۔

فرشتوں کا سوال اور باری تعالیٰ کا جواب:

جب اللہ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تھا تو فرشتوں سے کہا تھا: اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً. میں زمین میں اپنا خلیفہ بناتا ہوں جو احکام نافذ کرے گا۔ فرشتوں نے کہا: اَنْتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَیَسْفِكُ الدِّمَآءَ، اللہ کس کو آپ اپنا نائب بناتے ہیں جو زمین میں فساد پھیلانے کا، جو زمین پر ناحق خون بہائے گا۔ اللہ آپ ایسی مخلوق کو نائب بناتے ہیں؟ اللہ فرماتے ہیں: اِنِّیْ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ، دیکھو جو میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے۔

سوال ہوتا ہے کہ فرشتوں کو کیسے پتہ چلا کہ انسان زمین پر فساد پھیلانے کا؟ اصل بات یہ ہے کہ انسان کا جو میٹرل ہے وہ چار چیزوں سے بنا ہے؛ آگ، پانی، مٹی، ہوا۔ یہ چار چیزیں ہیں اور چاروں چیزوں کے مزاج الگ الگ ہیں۔ آگ کا مزاج دیکھو تو اوپر لے جانا ہے، پانی کا مزاج دیکھو تو بہانا ہے، ہوا کا مزاج دیکھو تو اڑانا ہے، مٹی کا مزاج دیکھو تو نیچے رکھنا ہے۔

چاروں کے مزاج کے تقاضے الگ الگ ہیں۔ آگ کا مزاج ہے اکڑ کر چلو، مٹی کا تقاضا ہے عاجزی کرو، پانی کا مزاج ہے کہ کوئی چیز جا رہی ہو اس کو روک دو اور ایک جگہ پر ٹھہراؤ اور ہوا کا مزاج ہے کہ اڑاؤ، فرشتوں کے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ انسان جب مختلف مزاج کا مرکب ہو گا تو امن کیسے ہو گا؟ زمین پر تو فساد ہو گا۔ تو اللہ نے فرمایا: اِنِّیْ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ، جو میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے۔ اللہ تعالیٰ ایک جگہ فرماتے ہیں: فَالْهَمَّهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا، کہ انسان کے مزاج میں فحور بھی رکھا ہے اور تقویٰ بھی رکھا ہے۔ جب یہ گناہوں کے دروازے چھوڑ کر نیکی کرے گا تب میں اس کے لیے جنت کے دروازے کھول دوں گا۔

تو میں بتا رہا تھا کہ ولایت کے لیے بنیادی دو چیزیں ہیں:

1: ایمان

2: تقویٰ۔

متقی کیسے بنیں؟

تقویٰ کا معنی کیا ہے؟ انسان گناہ سے بچے اور اگر گناہ ہو جائے تو فوراً توبہ کر لے۔ بار بار توبہ کرے بار بار توبہ کرے۔ آدمی دل چھوٹا نہ کرے۔ لیکن یہ نعمت ملتی کیسے ہے؟ حکیم الامت رحمہ اللہ فرماتے ہیں: دیکھو! جو چیز جہاں ہو وہاں سے ملتی ہے، سونا چاہتے ہو تو سونے کی دکان میں ملے گا، کپڑا بازار سے ملے گا۔ تو جہاں جو چیز ملتی ہے وہاں جاؤ اور اگر تقویٰ چاہتے ہو تو تم اس جگہ جاو جہاں متقین ہوتے ہیں۔ اس لیے اللہ رب العزت فرماتے ہیں: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ ﴿سورة التوبہ: 119﴾

اے ایمان والو! تقویٰ اختیار کرو اور سچے لوگوں کے ساتھ رہو۔

ولایت کا مقام تو دو چیزوں پر ہے، ایک ایمان اور دوسرا تقویٰ پر۔ اب ایک شخص کہتا ہے میں نے ایمان تو قبول کر لیا ہے اب میں تقویٰ کے لیے کہا جاؤں؟ تو فرمایا: اولیاء کی مجلس میں بیٹھو، وہاں آپ کو تقویٰ ملے گا۔ مجلس میں بیان سنا شرط نہیں ہے بلکہ صرف جا کر بیٹھ جاؤ۔ ہمارے شیخ حکیم اختر صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں: دیکھو! جب آپ خانقاہ آؤ، آپ کچھ بھی نہ کرو اپنے معمولات چھوڑ دو اور اپنے شیخ کے تجاویز کردہ معمولات کو اختیار کرو، دیکھنا خدا تمہاری کیفیت بدلتا کیسے ہے؟

... حق ادا نہ ہو:

ہمارے ہاں المیہ یہ ہے کہ اولاً تو شیخ کی مجلس میں بیٹھتے نہیں اور اگر کبھی بیٹھ بھی جائیں تو بیٹھنے کا حق ادا نہیں کرتے۔ ایک عالم ہیں مولانا محمد نواز صاحب، ملتان میں ہوتے ہیں، جامعہ قادریہ کے مہتمم بھی ہیں۔ بڑے عالم ہیں اور بڑے شیخ بھی ہیں۔ ہم

بیٹھے ہوئے تھے ملتان میں، تو مجھے بہت عجیب بات فرمانے لگے کہ بعض لوگ بہت عجیب ہوتے ہیں۔ میں نے کہا: کیا مطلب؟ فرمانے لگے: میرے پاس چار آدمی آئے اور کہنے لگے کہ ہمیں آپ سے کام ہے ہمیں کچھ وقت دو۔ میں نے وقت دیا اور ان کے ساتھ بیٹھ گیا۔ اب ایک کافون آیا وہ فون سننے کے لیے باہر چلا گیا، دوسرے کافون آیا وہ فون سننے کے لیے باہر چلا گیا، تیسرے کافون آیا وہ فون سننے کے لیے باہر چلا گیا، اسی طرح چوتھا بھی چلا گیا۔ تو آئے وہ میرے لیے ہیں اور باہر فون سن رہے ہیں۔ انہوں نے فون کے لیے مجھے قربان کر دیا، لیکن فون کو میرے لیے قربان نہیں کیا۔ اب آپ بتائیں نفع کیسے ہوگا؟

یہی بات میں کہتا ہوں کہ اس طرح نفع نہیں ہوتا، ہم وہاں جا کر اپنی خواہشات ترک نہیں کرتے۔ حضرت حکیم صاحب دامت برکاتہم نے بہت عجیب واقعہ لکھا ہے کہ ایک مرید اپنے پیر کے پاس آیا اور اچانک وہاں نواب بھی آیا، مرید نے پیر صاحب کو چھوڑ کر نواب صاحب سے گپیں ہانکنا شروع کر دیں۔ اب اس کو کیا نفع ہوگا۔

حکیم الامت رحمہ اللہ کا ذوق:

حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کا ذوق سماعت فرمائیں، اور ان کے مزاج کو ملاحظہ فرمائیں، فرماتے ہیں: اگر میں اپنے شیخ کی مجلس میں بیٹھا ہوں۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر کئی رحمہ اللہ تھے۔ اور اس مجلس میں جنید بغدادی رحمہ اللہ آجائیں، حسن بصری رحمہ اللہ آجائیں، پیر عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ آجائیں میں ان کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھوں گا کیوں کہ مجھے جو کچھ ملا ہے اپنے شیخ سے ملا ہے۔ یہ تھا حکیم الامت رحمہ اللہ کا مزاج۔ اس طرح آدمی کو اپنے شیخ کا فیض بھی ملتا ہے۔

فیض اپنے شیخ ہی سے ملے گا:

ہمارے شیخ حکیم محمد اختر دامت برکاتہم عجیب مثال دیتے ہیں کہ نکاح سے قبل عورت کو اختیار ہوتا ہے کہ وہ اپنے شوہر کو دیکھے لیکن نکاح جب ہو گیا تو اب وہ کہے: میں بہت خوبصورت ہوں اور میرا شوہر بد صورت ہے اور میں کسی اور سے نکاح کرنا چاہتی ہوں تو کیا اس کو اختیار ہے؟! فرمایا: نہیں، اب جو اس کو اولاد ملنی ہے، اسی شوہر سے ملنی ہے جو رنگ کا کالا ہے۔ اسے اگر فیض ملنا ہے تو اسی سے ملنا ہے، جو رنگ کا بد صورت ہے۔

حکیم صاحب فرماتے ہیں کہ پہلے بیعت نہ کرو، پہلے اپنا شیخ تلاش کرو اور جب شیخ بنا لو تو پھر یہ ذہن بنا لو کہ مجھے فیض اسی شیخ سے ملے گا۔ اگر یہ ذہن بنا لو گے تو تمہیں فیض ملنا شروع ہو جائے گا، اور اس فیض کو ”تقویٰ“ کہتے ہیں اور یہ فیض کب ملتا ہے جب آدمی اپنے آپ کو شیخ کے وجود میں فنا کرتا ہے، اور یہ فیض رکنا کب ہے جب آدمی شیخ میں فنا ہونے کی بجائے اپنے آپ کو گناہوں میں لت پت کر لیتا ہے۔

گناہ فیض شیخ میں رکاوٹ ہیں:

میں جب حکیم صاحب کی خدمت میں 1999ء میں کراچی تھا، حضرت خانقاہ میں تھے۔ اب تو اشرف المدارس نیا بنا ہے اس وقت اوپر کی منزل اور برآمدے نہیں بنے تھے، ہم بیٹھے تھے مسجد کے صحن میں، حضرت نے کہا: چلو اوپر چلتے ہیں جامعہ کی چھت پر، وہاں گئے تو فوراً ہمیں ہوا لگنے لگی۔ حضرت فرمانے لگے: دیکھو ہوا نیچے بھی تھی لیکن دیوار کی آڑ میں ہوا ہمیں نہیں لگ رہی تھی اور یہاں لگ رہی ہے، اسی طرح شیخ کا فیض جاری ہوتا ہے لیکن کبیرہ گناہ شیخ کے فیض کو روک دیتا ہے اور گناہ نہ ہو تو شیخ کا فیض جاری رہتا ہے۔

مرید اپنے کرتوت جاری رکھتا ہے اور شیخ سے تذکرہ نہیں کرتا، بتاتا نہیں کہ

میں یہ گناہ کر رہا ہوں اور پھر کہتا ہے کہ مزاج میں تبدیلی نہیں آئی، نفع نہیں ہوا، اب اس کی خواہش ہوتی ہے کہ میں خانقاہ بدل لوں، پیر بدل لوں، شیخ بدل لوں، ان کو نہ بدل اپنے مزاج کو بدل، اپنی خلوت کو بدل، اللہ تعالیٰ پاک ہمیں نیک کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

مجلس شیخ: اکتساب فیض کا ذریعہ

میں بتا رہا تھا کہ ولایت نام ہے ایمان اور تقویٰ کا، اور تقویٰ یہ ہے کہ گناہ نہ کرو اور اگر گناہ ہو جائے تو توبہ کرو اور تقویٰ ملے گا کیسے؟ شیخ کی مجلس سے، شیخ کی صحبت سے، اس سے اللہ تعالیٰ تقویٰ عطا فرماتے ہیں اور یہ شیخ کی مجلس صرف مردوں کے لیے ہی نہیں بلکہ خواتین کے لیے بھی ہیں۔

لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ خواتین مردوں کے ساتھ آکر بیٹھیں، اور یہ بھی نہیں کہ خواتین شیخ کو دیکھیں، شیخ خواتین کو دیکھے۔ دیکھو! رسول اکرم ﷺ کے صحابہ مرد اور صحابیات عورتیں تھیں۔ اب وہ جو صحابیات تھیں وہ حالت ایمان میں آئی ہیں، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں بیٹھی ہیں اسی وجہ سے صحابیات بنی ہیں۔

تو جس طرح صحابیات بننے کے لیے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کو دیکھنا یا ان کا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنا شرط نہیں بلکہ حالت ایمان میں پیغمبر کی مجلس میں آجانا صحابیہ بننے کے لیے کافی ہے، بالکل اسی طرح شیخ کی مجلس میں عورت کا آجانا اور بیانات کو سننا کافی ہے اکتساب فیض کے لیے۔ میں یہ اس لیے کہہ رہا ہوں کہ جب ہم یہ ماحول و مزاج نہیں بنائیں گے تو معاشرے کا ماحول نہیں بدلے گا۔

فیض شیخ کی برکت:

حضرت حکیم صاحب نے دو عورتوں کا واقعہ لکھا ہے، شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ کے دور میں بیعت ہو گئیں۔ مالدار عورتیں تھیں، ان کی زندگی بدل گئی۔ ان

دونوں حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جہاد کا فیصلہ کیا۔ جب وہاں سے نکلنے لگے تو ان عورتوں نے بھی پیغام بھیجا کہ ہمیں بھی ساتھ چلیں، آپ نے پوچھا: تمہیں ساتھ لے کر کیا کروں گا؟ انہوں نے کہا: ہم مجاہدین کے لیے چنے پیسا کریں گی، مجاہدین کے لیے چچی میں آنا پیسا کریں گیں۔ چنانچہ وہ ساتھ چلی گئیں، پہاڑی علاقوں میں سفر کیا، مالدار خاندان کی عورتیں تھیں، پہلے نوکرانیاں کام کرتی تھیں۔

اب اپنے ہاتھوں سے مجاہدین کے دانے بیستی تھیں جن کی وجہ سے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے۔ ان سے پوچھا گیا: تمہیں کون سی زندگی پسند ہے؟ کہنے لگیں: حضرت شاہ اسماعیل کی برکت سے اللہ نے جو ایمان کی دولت نصیب کی ہے، ہمارے قلب سے اگر ان پہاڑوں کو دھو دو شاید یہ بھی برداشت نہیں کر سکیں، اس لیے ہم اُس زندگی پر اس زندگی کو ترجیح دیتی ہیں۔

تعلق مع الشیخ کا فائدہ:

بس دعا یہ کریں اللہ دنیا بھر کی خانقاہوں کو آباد رکھے [آمین] ہمارے شیوخ کی عمروں میں اللہ تعالیٰ برکت عطا فرمائے اور ان کی حفاظت فرمائے [آمین] ہماری یہ چھوٹی سی خانقاہ ہے، ہم تو کچھ نہیں ہیں لیکن شیوخ کے فیض کو اللہ تعالیٰ باقی رکھے، اللہ اکابرین کے صدقے ہمیں دنیا و آخرت میں کامیابی عطا فرمائے، اللہ ہم سب کو ایمان کامل عطا فرمائے، قرب قیامت کا زمانہ ہے فتنوں کا دور ہے بے حیائی، فحاشی سے اپنے آپ کو بچانا یہ واقعہ بڑا مشکل کام ہے۔

لیکن اگر آدمی اپنے آپ کو بچانا چاہے تو کوئی مشکل کام نہیں۔ اگر چھوٹا بچہ اکیلے سڑک پر جائے گا تو گاڑی کے ایکسیڈنٹ کا خطرہ ہے لیکن اگر اپنا ہاتھ اپنے ابو کے ہاتھ میں دے تو ایکسیڈنٹ کا خطرہ نہیں ہوتا۔ جب آدمی کسی کے ہاتھ میں ہاتھ دے دے اور پھر دیکھے اللہ اس کو ایکسیڈنٹ سے کیسے بچاتا ہے؟ ہماری آپ سے گزارش ہے

کہ جس شیخ سے بھی تعلق ہو اس کے اذکار کی پابندی کریں، ان سے تعلق رکھیں اور اپنے احوال ان کے سامنے رکھیں۔ اللہ مجھے بھی اور آپ کو بھی ولایت کاملہ عطا فرمائے، ولایت کا اعلیٰ درجہ ایمان اور تقویٰ ہے اور ولایت کا ادنیٰ درجہ ایمان اور اعمال میں کمی ہے۔

اللہ ہمیں ایمان اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت عطا فرمائے، معمولی یہ بھی نہیں ہے اس کی بڑی قیمت ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ آدمی اعمال کی کوشش نہ کرے۔ بندہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے پیار بھی کرے اور محبت کے ساتھ ساتھ اعمال کی بھی پابندی کرتا رہے۔ اللہ مجھے بھی توفیق عطا فرمائے اور آپ کو بھی توفیق عطا فرمائے۔ [آمین]

وَأَخِرُ دَعْوَانَا أَنْ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

کامیاب انسان بننے کا طریقہ

خانقاہ اشرفیہ اختریه

مرکز اہل السنۃ والجماعۃ سرگودھا

2 مئی 2013ء

کامیاب انسان بننے کا طریقہ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد! اعوذ باللہ من الشیطان
الرجیم، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا ۝ وَقَدْ خَابَ مَنْ
دَسَّاهَا ۝

سورة الشمس: 10، 9

اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى
آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ اللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ
عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ ۝

میرے انتہائی واجب الاحترام بزرگو، مسلک اہل السنۃ والجماعۃ سے تعلق
رکھنے والے غیور نوجوان دوستو اور بھائیو! میں نے آپ حضرات کی خدمت میں قرآن
کریم کی دو آیتیں تلاوت کی ہیں۔ ان دو آیتوں میں اللہ رب العزت نے ایک قانون
اور ضابطہ بیان فرمایا ہے۔ قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسَّاهَا،
پہلے اللہ رب العزت نے فرمایا: فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا،

﴿سورة الشمس: 8، 10، 9﴾

انسانی مزاج دو چیزوں سے مرکب ہے:

انسان کے مزاج میں دو چیزیں رکھیں ہیں:

1: مادہ گناہ

2: مادہ نیکی،

مادہ خیر اور مادہ شر یہ دونوں مادے اللہ رب العزت نے انسان کے مزاج میں رکھے ہیں۔ لیکن انسان کو اختیار بھی دیا ہے۔ چاہے تو مادہ شر کو اختیار کرے اور چاہے تو مادہ خیر کو اختیار کرے۔ فرق کیا ہے؟ اگر مادہ خیر کو دبائے اور مادہ شر پہ عمل کرے تو یہ جہنم کے راستے پر چلتا ہے اور اللہ کی ناراضگی کو مول لیتا ہے اور اگر مادہ شر کو دبائے اور مادہ خیر پر عمل کرے تو یہ جنت کا راستہ اختیار کرتا ہے۔ اور اللہ کا محبوب بندہ بن جاتا ہے۔

اللہ رب العزت نے اس آیت کریمہ میں عجیب بات ارشاد فرمائی:

فَأَلَّهَمَّهَا فَجُورَهَا وَتَقْوَاهَا

پہلے اللہ رب العزت نے فسق، فجور اور گناہ کی بات کی ہے اور پھر تقویٰ اور نیکی کی بات کی ہے کہ ہم نے انسان کو تقویٰ بھی سمجھایا ہے اور فجور بھی۔ لیکن پہلے بات فجور کی ہے اور تقویٰ کی بات بعد کی ہے۔ ہمارے شیخ عارف باللہ حضرت حکیم محمد اختر دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ اس میں اللہ رب العزت سمجھانا یہ چاہتے ہیں کہ تمہارے مزاج میں شر کا مادہ رکھا ہوا ہے، اس پر کنٹرول کرو گے تو تقویٰ ہو گا۔

اگر شر کا مادہ مزاج میں ہوتا ہی نہ، تو نہ کنٹرول ہوتا اور نہ تقویٰ کی نوبت پیش آتی۔ اگر مزاج میں شر ہی نہ ہو صرف خیر، ہو تو یہ تو ملائکہ کا کام ہے، انسانوں کا کام نہیں، ہم ملائکہ نہیں، ہم انسان ہیں۔ فرشتے نہیں، بشر ہیں۔

صفتِ بہیمیت نہ ہو، وہ انسان ہی کیا:

بشر میں اللہ نے دونوں چیزیں رکھیں ہیں۔ ہمیں اس بات کا اہتمام کرنا ہے کہ اپنے گناہوں کے تقاضوں کو دبائیں اور خیر کے تقاضوں پر عمل کریں۔ بازار میں جائیں، تو دل کرتا ہے نامحرم عورت کو دیکھیں، لیکن نہیں دیکھنا، کیوں کہ اللہ کا حکم

ہے ”مت دیکھو۔“ بازار میں جاؤ، تول کرتا ہے کان سے گناہ سنوں، لیکن نہیں سنتے، کیوں؟ اس سے اللہ ناراض ہوتا ہے۔ اور اللہ کا حکم یہ ہے کہ انسان گانے نہ سنے، نماز کا وقت ہو، انسان کا دل کرتا ہے، نماز نہ پڑھے، لیکن نماز پڑھتا ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان عالی شان ہے۔

اپنی طبیعت پر جبر کر کے عبادت کرے، اس کا نام عبادت ہے۔ ہمارے ہاں بہت سارے احباب سادگی کی وجہ سے، ہم سے بھی کہتے ہیں اور باقی علماء سے بھی کہتے ہیں کہ دعا کریں کہ میرا گناہوں کو دل نہ کرے۔ اگر گناہوں کو دل نہیں کرے گا اور پھر نیکی کریں گے، یہ کون سی نیکی ہے؟

نیکی تب ہے کہ گناہ کو دل کرے، پھر بندہ گناہ نہ کرے۔ اگر گناہ کو دل نہ کرے اور پھر گناہ نہ کرے، یہ کون سی نیکی ہے، بتاؤ؟ روزہ ہے رمضان المبارک اس مرتبہ جولائی کے اندر بھی ہو گا، گرمی ہے، پیاس لگتی ہے، پانی پینے کو دل کرتا ہے، اگر یہ غسل خانے میں جا کر دو گھونٹ پانی پی لے، اللہ کے علاوہ اس کو کوئی نہیں دیکھتا۔ نہ پیے تو پھر نیکی ہے۔

اگر ایک آدمی کو پیاس لگے ہی نہ تو پھر کہے، میں نے روزہ رکھا ہے، بتاویہ کون سا کمال ہے؟ کمال تب ہے، انسان کو پیسوں کی ضرورت ہو اور حرام لے سکتا ہو، پھر بھی نہ لے، یہ کمال ہے۔ اور اس کو ضرورت ہو پھر بھی چھوڑ دے، کیوں کہ یہ حرام اور گناہ کا کام ہے۔ میں یہ نہیں کروں گا۔

انسان اپنی اوقات بھول جاتا ہے:

دنیا میں جب آدمی کو اللہ صحت دیتا ہے تو انسان گناہ کرتا ہے۔ بیماری آئی تو پھر روتا ہے، اللہ دولت دے تو حرام جگہوں پر لگا تا ہے۔ جب دولت ختم ہو جائے، تو پھر انسان روتا ہے۔ اللہ منصب عطا فرمائے، تو انسان اس کو غلط استعمال کرتا ہے۔ اور

جب منصب چھن جائے، تو پھر انسان روتا ہے۔ تو میں یہ گزارش کر رہا ہوں کہ اللہ رب العزت نے ہمیں یہ بات سمجھائی ہے:

قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا ○ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسَّاهَا

کامیاب وہ انسان ہو گا جو اپنے نفس کو سنوارے، اپنی طبیعت کو ٹھیک کرے اور مزاج کو شریعت کے مطابق چلائے۔ اور وہ انسان برباد ہو گا، جو اپنے مزاج کو شریعت کے مطابق نہ ڈھالے، بلکہ اپنی خواہش کے مطابق چلے۔ ہم دنیا میں کہتے ہیں کہ فلاں بندہ بہت عقلمند ہے اور فلاں بے وقوف ہے۔ ایک عقلمندی اور بیوقوفی کا معیار ہمارا ہے اور ایک معیار اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑا معیار کون دے سکتا ہے۔ عقلمند اور بیوقوف ہونے کا۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: الْكَيْسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهُ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ وَالْعَاجِزُ مَنْ اتَّبَعَ نَفْسَهُ هُوَ آهَا وَتَمَّتْ عَلَى اللَّهِ

عقلمند آدمی وہ ہے جو اپنے نفس پر کنٹرول کرے اور آخرت کی تیاری کرے۔

وَالْعَاجِزُ مَنْ اتَّبَعَ نَفْسَهُ هُوَ آهَا وَتَمَّتْ عَلَى اللَّهِ

(سنن ترمذی، رقم الحدیث: 1218)

اور بیوقوف انسان وہ ہے جو اپنے نفس کو آزاد چھوڑے اور گناہ کرتا رہے اور جب موت کے بعد کی بات آئے، تو کہتے ہیں کہ اللہ مالک ہے، اللہ بخش دے گا۔ بخشش تمہارے ہاتھ میں نہیں ہے، اللہ بخش دے گا۔ آخرت کے بارے میں لمبی آرزوئیں باندھے، اپنی خواہشات کو پورا کرتا رہے، دنیا میں خود کو گناہوں میں غرق کرے، اپنے خالق کو بحول جائے، تو یہ انسان بیوقوف ہے۔ اللہ ہم سب کو عقلمند بنائے اور بیوقوفی سے محفوظ رکھے۔

عقل مند کی کیا ہے؟

تفکرنندی کیا ہے؟ گناہ چھوڑ دیں، نیک اعمال کریں۔ شیطان کو چھوڑ دیں، رحمان کو راضی کریں۔ طاعوت کو چھوڑیں، رحمان کی عبادت کریں۔ گناہوں سے بچیں اور نیکی کا کام کریں۔ اس کا نام ہے فلاح اور کامیابی۔ ہمارے ہاں کامیابی اور ناکامی کا مدار کیا ہے؟ اگر ایک آدمی نے پڑھا ہے کالج میں، وہ چاہتا ہے کہ مجھے ایک اچھی سی ملازمت مل جائے، اگر کسی آدمی کے پاس دولت ہے، وہ سمجھتا ہے کہ میری کامیابی اس میں ہے کہ مجھے بزنس اچھا ملے، یہ کامیابی اور ناکامی کا مدار نہیں ہے، کامیابی اور ناکامی کا مدار کیا ہے، اللہ کا فیصلہ سنیں۔

فَمَنْ زُحِرَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ،

﴿آل عمران: 185﴾

جس آدمی کو اللہ نے جہنم سے بچا لیا اور جنت میں داخل کر دیا، بس یہ انسان کامیاب ہے۔

بس دعا فرمائیں! اللہ ہم سب کو گناہوں سے محفوظ رکھے، نیکی اور طاعات کی توفیق عطا فرمائے، اللہ ہم سے راضی ہو جائے، اللہ جہنم سے بچائے اور جنت میں جگہ عطا فرمائے۔

میں دو چار بڑی گزارشات آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں۔ گناہ دنیا میں دو قسم کے ہیں:

بعض گناہ وہ ہیں، جن کا تعلق بندے کی ذات سے ہے۔

بعض گناہ وہ ہیں، جن کا تعلق دوسرے کی ذات سے ہے۔

اگر نماز نہیں پڑھی، یہ بھی گناہ ہے، روزہ نہیں رکھا، یہ بھی گناہ ہے، زکوٰۃ نہیں دی یہ بھی گناہ ہے، ایک گناہ تو یہ ہے۔ ایک اور بھی گناہ ہے، آپ اس کو بھی

سماعت فرمائیں۔

ایک دوسرا گناہ:

اور ایک دوسرا گناہ کون سا ہے؟ کسی کی عزت پہ حملہ کیا، کسی کی دولت پہ حملہ کیا، کسی کو گالی دے دی ہے، اور کسی کو ناجائز تنگ کیا ہے، ایک یہ گناہ ہے۔ جس گناہ کا تعلق انسان کی ذات سے ہو، اس کو تو ممکن ہے، خدا کی ذات معاف فرمادے اور جن کا تعلق دوسرے کی ذات سے ہے، اس وقت تک اللہ معاف نہیں فرمائیں گے، جب تک دوسرا بندہ خود معاف نہ فرمادے۔

اس لیے اس بات کا بہت زیادہ اہتمام کریں کہ نہ کسی کا مال ہڑپ کریں، نہ کسی پر ظلم کریں، نہ کسی کو گالی دیں، نہ کسی کی غیبت کریں اور نہ کسی کو تنگ کریں۔ جس حد تک ممکن ہو، دوسروں کی خیر خواہی کریں، جس حد تک ممکن ہو دوسرے کے بارے میں بدخواہی کبھی نہ سوچیں۔

اس پر میں ایک چھوٹا سا واقعہ پیش کرتا ہوں، جو آپ نے بھی پڑھا ہے اور ہم نے بھی پڑھا ہے۔ اور یہ پڑھا مذہبی کتابوں میں نہیں، بلکہ سکول کی کتابوں میں۔ بچپن کا واقعہ ہے:

اللہ کے ایک دوست کا واقعہ:

اللہ کا ایک ولی دریا کے کنارے پر کھڑے ہیں اور آگے ایک بچھو ہے، وہ بچھو کو نکالتے ہیں، وہ ڈنگ مارتا ہے، وہ پھر نکالتے ہیں، وہ پھر ڈستا ہے، ایک آدمی نے عرض کیا کہ حضرت! آپ کو کیا ہوا، وہ بار بار ڈنگ مارتا ہے، اس کو مرنے دوپانی میں۔ کیوں باہر نکالتے ہو؟ اس اللہ کے ولی نے بڑا پیارا جواب دیا۔ فرمایا: یہ عادت بد سے باز نہیں آتا، میں عادت خیر کو کیسے چھوڑ دوں؟ اس کا کام ڈسنا ہے، وہ ڈسے جا رہا ہے، میرا کام ڈسے ہوئے کی خیر خواہی کرنا ہے، میں اپنا کام کیسے چھوڑ دوں؟ یہ بچھو ہو کر اپنا کام نہیں

چھوڑتا، میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہو کر اپنا کام کیسے چھوڑ دوں؟

ہمارے ہاں معاملہ کیا ہوتا ہے؟ کہ فلاں بندے نے میرا خیال کیا ہے، مجھے بھی اس کا خیال کرنا چاہیے۔ فلاں نے میری عزت کی ہے، مجھے بھی کرنی چاہیے۔ فلاں نے کھلایا ہے، مجھے بھی کھلانا چاہیے۔ بابا یہ کون سا کمال ہے؟ یہ کوئی کمال نہیں ہے۔ کمال کیا ہے؟ اللہ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اعْفُ عَمَّنْ ظَلَمَكَ ، وَصِلْ مَنْ قَطَعَكَ ، وَأَحْسِنْ إِلَى مَنْ أَسَاءَ إِلَيْكَ ،

وَقُلِ الْحَقُّ وَالْوَعْدُ عَلَى نَفْسِكَ

کوئی بندہ برائی کرے تم نیکی کرو، کوئی ظلم کرے تم معاف کرو، لوگ تعلقات کو توڑیں، تم جوڑو۔ یہ ہے کمال۔ تعلق جوڑنے والے سے جوڑنا کوئی کمال نہیں ہے۔ توڑنے والے سے جوڑنا یہ کمال ہے۔

میری آپ سے تیسری اور آخری گزارش یہ ہے کہ ایک ہے نیکی کرنا اور ایک ہے نیکی کا دعویٰ کرنا۔ نیکی کریں اللہ خوش ہوتے ہیں، لیکن نیکی کے دعوے کریں تو اللہ ناراض ہوتے ہیں۔ فَلَا تَزُكُّوا أَنْفُسَكُمْ اپنے آپ کو نیک مت کہو۔

﴿النجم: 32﴾

هُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ اتَّقَى

نیکی ہو، دعویٰ نیکی نہ ہو:

اللہ خود جانتا ہے کہ نیک کون ہے۔ نیکی کرنی ضرور ہے لیکن نیکی کے دعوے نہیں کرنے، اللہ ہم سب کو نیک اعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ ہم سب کو برائیوں سے بچائے، جس حد تک ممکن ہو دین کی خدمت کے لیے ہم کو قبول فرمائیں۔ اللہ کا نام لیں، ہر بندے کو لینا چاہیے، زندگی میں ایک دفعہ اللہ کا نام لینا، زندگی کو بدل کے رکھ دیتا ہے۔ آپ درود پاک پڑھیں پھر اس کے بعد ذکر کرتے ہیں۔

صاحب تالیف

مختار الیکس گمن

12-04-1969

87 جنوبی، سرگودھا

حفظ القرآن الکریم: جامع مسجد بوحرہ والی، گنجد منڈی، گوجرانوالہ

ترجمہ و تفسیر القرآن: امام اہل السنۃ والجماعہ حضرت مولانا محمد سر فر از خان صندور پور
مدرسہ نصرۃ العلوم، گوجرانوالہ

درس نظامی: (آغاز) جامعہ بخوریہ کراچی، (اختتام) جامعہ اسلامیہ اہلبیت فیصل آباد
(ساہتا) مہجدا شیخ زکریا، چانانا، زہبیا، افریقہ، مرکز اہل السنۃ والجماعہ، سرگودھا

سرپرست اعلیٰ مرکز اہل السنۃ والجماعہ، سرگودھا

مرکزی ناظم اعلیٰ اتحاد اہل السنۃ والجماعہ، پاکستان

چیف ایگزیکٹو اہناف میڈیا سروس، سرپرست اہناف ٹرسٹ انٹرنیشنل

آزاد کشمیر، ساؤتھ افریقہ، ملاوی، زہبیا، کینیا، سنگاپور، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات بہین

عقائد اہل السنۃ والجماعہ، اصول مناظرہ، فضائل اعمال اور اعتراضات کا علمی جائزہ

نماز اہل السنۃ والجماعہ، فرقہ اہل حدیث پاک و ہند کا تحقیقی جائزہ، خطبات گھمن

شہید کربلا اور ماہ محرم، قربانی کے فضائل و مسائل، صراط مستقیم کورس (انٹرن، بنات)

فرقہ سفید کا تحقیقی جائزہ، بی باں فقہ حنفی قرآن حدیث کا کچھ بڑے، حسام الحرمین کا تحقیقی جائزہ

فرقہ بریلویت پاک و ہند کا تحقیقی جائزہ، فرقہ جماعت المسلمین کا تحقیقی جائزہ

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا الشاہ حکیم محمد اختر دامت برکاتہم العالیہ

امین العلماء، قطب العصر حضرت اقدس مولانا سید محمد امین شاہ پور

خانقاہ اشرفیہ اختریہ، 87 جنوبی، سرگودھا

نام:

ولادت:

مقام ولادت:

تعلیم:

تدریس:

مناصب:

تبلیغی اسٹار:

مصانیف:

بیعت و کلام:

اصلاح و ارشاد: